جواہراتِ فقیر

از افادات

حضرت مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

ہر مسلمان مرد و عورت کیلئے دین و دنیا کی اصلاح پر مبنی جواہرات
جن میں دین کا فہم بھی ہے اور دنیا کی حیرت انگیز معلومات و مشاہدات بھی

از افادات

حضرت مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

ہر مسلمان مرد و عورت کیلئے دین و دنیا کی اصلاح پر مبنی جواہرات

جن میں دین کا فہم بھی ہے اور دنیا کی حیرت انگیز معلومات و مشاہدات بھی

مرتب

حضرت صوفی محمد راشد نقشبندی

ادارہ تالیفات اشرفیہ

چوک فوارہ ملتان

جواہراتِ فقیر

تاریخ اشاعت.................... ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ
ناشر.................ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
طباعت...............سلامت اقبال پریس ملتان

قانونی مشیر
محمد اکبر ساجد
(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ ملتان)

قارئین سے گذارش

ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔
الحمدللہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔
پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں
تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاکم اللہ

ادارہ تالیفات اشرفیہ.... چوک فوارہ.... ملتان
مکتبہ سید احمد شہید......اردو بازار.....لاہور | دارالاشاعت......اُردو بازار.........کراچی
مکتبہ علمیہ...............اکوڑہ خٹک...... پشاور | مکتبہ رشیدیہ......سرکی روڈ......کوئٹہ
اسلامی کتاب گھر.....خیابان سرسید.....راولپنڈی | مکتبہ دارالاخلاص.....قصہ خوانی بازار.....پشاور
ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K (ISLAMIC BOOKS CENTERE
119-121- HALLIWELL ROAD BOLTON BLI 3NE. (U.K.)

کلمات ناشر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ و کفیٰ و سلام علی عبادہ الذین اصطفی!

اما بعد! سلسلہ نقشبندیہ کے معروف صاحب دل بزرگ حضرت مولانا حافظ غلام حبیب صاحب نقشبندی رحمہ اللہ کے محبوب خلیفہ حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ کو جو عوام و خواص میں مقبولیت نصیب ہوئی ہے وہ محتاج بیان نہیں۔

کچھ عرصہ قبل حضرت کے خطبات سننے اور پڑھنے کا موقع ملا انہوں نے حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے واقعات کو جس جدید انداز میں بیان فرمایا اس سے دل میں حضرت کی عقیدت پیدا ہوئی۔

حضرت سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا اور عنایات و مستجاب دعاؤں کا حصہ بھی ملا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی جامع الصفات شخصیت میں جو قبولیت و مقبولیت رکھی ہے اس کے پیش نظر دل چاہا کہ ادارہ کو بھی یہ شرف حاصل ہو کہ حضرت کی طرف منسوب کوئی مفید عام مجموعہ شائع ہو۔

اس سلسلہ میں اپنے مہربان دوست حضرت حاجی محمد راشد صاحب مدظلہ (جو کہ ہمارے والد ماجد حضرت مولانا عبدالقیوم مہاجر مدنی نقشبندی چشتی مدظلہ کے خلیفہ ہیں اور ادارہ کے ماہنامہ ''محاسن اسلام'' کے قدیم قلمی معاون بھی) سے تذکرہ کیا تو انہوں نے اپنے مشاغل کے باوجود محنت بسیار کے بعد حضرت کے خطبات و مجالس سے دو مجموعے بنام ''جدید دلکش واقعات'' اور ''جواہرات فقیر'' مرتب کر دیئے زیر نظر کتاب انہی دو سے ایک ہے ان جدید کتب کا حضرت سے تذکرہ کیا گیا تو حضرت نے اظہار مسرت فرمایا اور حسب سابق اپنی مستجاب دعاؤں سے نوازا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب میں شیخ وقت حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ کی پُر تاثیر زبان سے نکلی ہوئی باتوں کو ہم سب کی اصلاح کا ذریعہ بنائے اور ہمیں ظاہر و باطن کی اصلاح کے لئے متحرک فرما کر دنیا و آخرت کی سرخروئی نصیب فرمائے۔ آمین۔

والسلام　　　　محمد اسحٰق غفرلہ

عشرہ اول ذوالحجہ ۱۴۳۲ھ　　　　بمطابق نومبر 2011ء

حضرۃ حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ کی ادارہ پر تشریف آوری و تاثرات

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اکابر ومشائخ وقتاً فوقتاً ادارہ پر تشریف لاکر سرپرستی فرماتے رہتے ہیں کچھ عرصہ قبل حضرت پیر ذوالفقار احمد نقشبندی صاحب مدظلہ ادارہ پر تشریف لائے اپنے ایمان افروز بیان کے ساتھ اپنے تاثرات بھی قلمبند فرما کر دے گئے جو کہ یقیناً اراکین ادارہ کیلئے سرمایہ تسکین ہیں۔ ذیل میں حضرت کی تحریر دی جارہی ہے جس کا حرف حرف محبت خداوندی کی غمازی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں تازیست اکابر کی معیت وسرپرستی سے سرفراز فرماتے رہیں آمین۔

باسمہ تعالیٰ

اللّٰہ، اللّٰہ، اللّٰہ

آج مورخہ 24 مارچ 2012 ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان حاضری ہوئی۔ حضرت قاری محمد اسحٰق ملتانی زید مجدہٗ کی علم دوستی یہاں کھینچ لائی۔ قاری صاحب زید مجدہٗ کو اکابر علمائے دیوبند سے جو عشق و محبت کا تعلق ہے وہ ڈھکی چھپی بات نہیں رہی۔ اسی قدر مشترک نے ہمارے دلوں کو بھی قریب سے قریب تر کر دیا ہے۔ الحمد للہ علی ذلک۔ حضرت قاری صاحب کا خاص ذوق یہ ہے کہ اکابر کی تعلیمات کو عوام الناس سے روشناس کروایا جائے تاکہ اس گئے گزرے دور میں غافل دل ذاکر بن جائیں۔ مردہ دل زندہ ہو جائیں اور بے عمل زندگیاں عمل سے مزین ہو جائیں۔

حضرت قاری صاحب نے کئی نئی کتابیں بھی دکھائیں۔ دل سے دعائیں نکلیں کہ اللہ رب العزت اس فیض کو چار دانگ عالم تک پہنچائے اور ہر خاص و عام کو نفع اٹھانے کی توفیق دے۔ قاری صاحب کی لگن اور ان کا شوق و ذوق دیکھ کر ان سے محبت میں اضافہ ہوا۔ فقیر جب اللہ رب العزت کی محبت کی خوشبو پاتا ہے دل و جان سے فدا ہو جاتا ہے۔ یہی اب زندگی کا مقصد بن گیا ہے۔

بآں گروہ کہ از ساغر وفا مستند۔ سلام ما برسانید ہر کجا ہستند۔

اللہ رب العزت ادارہ کو دن دگنی رات چوگنی ترقی نصیب فرمائے اور قبولیت عامہ تامہ سے نوازے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

فقیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی

کان اللہ لہ عوضاً عن کل شیء

حضرت کی دو جدید کتب "جدید دلکش واقعات" اور "جواہرات فقیر" ادارہ سے ہزاروں کی تعداد میں شائع ہو کر عوام وخواص اور سالکانِ طریقت کی زندگی میں علم وعمل کا ذریعہ بن رہی ہیں۔

فہرست عنوانات

بسم الله الرحمن الرحيم

خوش قسمت انسان

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرمایا کرتے تھے کہ جس انسان کو پانچ چیزیں مل جائیں وہ اپنے آپ کو دنیا کا خوش قسمت انسان سمجھے۔ وہ پانچ چیزیں درج ذیل ہیں۔

☆شکر کرنے والی زبان۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے آج تو اکثر لوگوں کا یہ حال ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں کھاتے کھاتے دانت گر جاتے ہیں مگر اس کا شکر ادا کرتے کرتے زبان نہیں گھستی۔ مثل مشہور ہے کہ جس کا کھایئے اس کے گیت گایئے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہیں۔

☆ذکر کرنے والا دل یعنی جس دل میں اللہ کی یاد رہتی ہو وہ نعمت عظمیٰ ہے۔

☆مشقت اٹھانے والا بدن۔ مثل مشہور ہے کہ صحت مند جسم میں ہی صحت مند عقل ہوتی ہے۔

☆وطن کی روزی۔ یہ بھی بڑی نعمت ہے، مثل مشہور ہے وطن کی آدھی پردیس کی ساری پھر بھی برابر نہیں ہوتی۔ ☆نیک بیوی، یعنی ہمدم و ہمساز نیک ہو تو زندگی کا لطف دوبالا ہو جاتا ہے جس شخص کو یہ پانچ نعمتیں نصیب ہوں وہ یوں سمجھے مجھے اللہ تعالیٰ نے دنیا کی تمام نعمتیں عطا کر دی ہیں۔ (ج1ص16)

اچھا خاوند اچھی بیوی

اہل اللہ نے لکھا ہے کہ بیوی میں چار صفات ضرور ہونی چاہئیں۔ پہلی صفت اسکے چہرے پر حیا ہو۔ یہ بات بنیادی حیثیت رکھتی ہے کہ جس عورت کے چہرے پر حیا ہوگا اسکا دل بھی حیا سے لبریز ہوگا۔ مثل مشہور ہے چہرہ انسان کے دل کا آئینہ ہوتا ہے (Face is tha index of mind)۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا قول ہے کہ مردوں میں بھی حیا بہتر ہے مگر

عورت میں بہترین ہے۔ دوسری صفت فرمائی جسکی زبان میں شیرینی ہو یعنی جو بولے تو کانوں میں رس گھولے۔ یہ نہ ہو کہ ہر وقت خاوند کو جلی کٹی سناتی رہے یا بچوں کو بات بات پر جھڑکتی رہے۔ تیسری صفت یہ کہ اسکے دل میں نیکی ہو، چوتھی صفت یہ کہ اسکے ہاتھ کام کاج میں مصروف رہیں۔ یہ خوبیاں جس عورت میں ہوں یقیناً وہ بہترین بیوی کی حیثیت سے زندگی گزار سکتی ہے۔

پچھلے سال کی بات ہے کہ فقیر سویڈن میں تھا۔ وہاں ایک فیملی میں طلاق ہوئی وجہ یہ تھی کہ خاوند کچن کے سنک میں آ کر برش کیا کرتا تھا۔ بیوی اس کو منع کرتی تھی کہ جب باتھ روم کا سنک ہے تو وہاں برش کیا کریں، اس نے کہا نہیں میں تو یہاں ہی کروں گا، لو اس بات پر میاں بیوی میں طلاق ہو گئی، جس نے سنا حیران ہوا۔ بہت جگ ہنسائی ہوئی۔ کاش کہ دونوں عقل سے کام لیتے۔

پار اترنے کیلئے تو خیر بالکل چاہئے   بیچ دریا ڈوبنا ہو تو بھی اک پل چاہئے

تحمل اور بردباری نہ ہو تو انسان کی زندگی کبھی بھی کامیاب نہیں گزر سکتی۔ جب گھر کے سب لوگ اکٹھے رہتے ہیں تو آپس میں جھگڑے ہو سکتے ہیں۔ کبھی بیٹا بیٹی ماں کی نافرمانی کر سکتے ہیں۔ کبھی ماں بچوں پر MAD ہو سکتی ہے تو مسائل پیدا ہوں گے ان مسائل کو وہی حل کر سکتا ہے جو اپنے اندر تحمل مزاجی رکھنے والا ہو۔

مرد کی دوسری بڑی صفت یہ ہے کہ اسے گھر کی ذمہ داریوں کو نبھانے میں نکھٹو اور کام چور نہیں ہونا چاہئے۔ دیکھئے ہمارے لئے اس سے بڑھ کر اور مثال کیا ہو سکتی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وقت کے نبی ہیں اور گھر کے کام کاج کرتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام وقت کے نبی ہیں سفر میں بیوی دردزہ کا شکار ہوئی تو فرمایا بیٹھو میں ابھی جاتا ہوں آگ ڈھونڈنے کیلئے قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا میں تمہارے لئے کہیں نہ کہیں سے آگ ڈھونڈ لاؤں تا کہ تمہیں آرام ملے اب دیکھئے کہ وقت کے نبی ہیں اور بیوی کی آسانی کیلئے آگ کے انگارے ڈھونڈتے پھرتے ہیں، یہ کتنی بڑی عبادت بنائی گئی جس میں اللہ تعالیٰ کے نبی علیہ السلام مصروف ہیں اس لئے گھر کا کوئی کام مرد کو کرنا پڑ جائے تو فرار اختیار نہیں کرنا چاہئے۔ جس طرح چھوٹے چھوٹے پتھر مل کر پہاڑ بن جاتے ہیں اسی طرح چھوٹے چھوٹے مسائل اکٹھے ہو کر اختلافات کے پہاڑ بن جاتے ہیں،

دونوں کے درمیان دیوار کھڑی ہو جاتی ہے، نتیجہ گھر کی تباہی کی صورت میں سامنے آتا ہے۔
بعض مرتبہ تو پینتیس پینتیس سال کی ازدواجی زندگی طلاق کی بھینٹ چڑھ جاتی ہے۔

اگر مرد چاہتے ہیں کہ بیوی ہماری خدمت گزار بن کر رہے تو مرد کو بھی بیوی کی ضروریات پوری کرنا ہوں گی یہ Equation (مساوات) تب ہی (Balance) متوازن رہ سکتی ہے کہ مرد اپنی ذمہ داریوں کو نبھائے اور عورت اپنی ذمہ داریوں کو نبھائے۔
شریعت نے دونوں کے درمیان ایک میزان قرار دے دیا ہے۔ میاں کے ذمے ہے کہ وہ عورت کے حقوق ادا کرے اور عورت کے ذمہ ہے کہ وہ مرد کے حقوق ادا کرے۔ اس طرح دونوں پرسکون زندگی گزار سکیں گے۔ یہی ازدواجی زندگی کا مقصود ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے،
وَمِنْ اٰیٰتِہٖٓ اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا کہ اس نے تمہارے لئے بیویاں بنادیں۔ لِّتَسْکُنُوْٓا اِلَیْھَا تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرسکو۔ وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّۃً وَّرَحْمَۃً. اور تمہارے درمیان مودت اور رحمت پیدا کردی۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ سوچنے والوں کیلئے اس میں بڑی نشانیاں ہیں۔ اب قرآن مجید سے یہ ثابت ہوا کہ ازدواجی زندگی کا اصل مقصود پیار ومحبت سے رہنا اور پرسکون زندگی گزارنا ہے۔ سوچئے جب ہم خود ہی سکون کے پرخچے اڑانے والے بن جائیں گے تو پھر ازدواجی زندگی کیسے کامیاب ہوگی۔

اچھی اور کامیاب زندگی وہی ہے جس میں خاوند کو بھی سکون ہو اور بیوی کو بھی سکون ہو۔ اگر دونوں میں سے کسی ایک کو بھی سکون نصیب نہ ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کامیاب زندگی نہیں اور آج تو اللہ کی شان ایسا معاملہ بن گیا کہ شاید ہی کوئی خاوند ایسا ہو جو دن میں ایک بار بیوی کی قسمت کو نہ روئے اور شاید ہی کوئی بیوی ایسی ہو جو دن میں ایک بار اپنے خاوند کو نہ کوسے۔ یہ سب ہماری بے علمی اور بے عملی کا نتیجہ ہے، ہم مقصد اصلی کو بھول گئے، ہم چھوٹی چھوٹی باتوں پر آپس میں جھگڑے کرنے بیٹھ جاتے ہیں، چھوٹی چھوٹی باتوں کو انا اور ناک کا مسئلہ بنالیا کرتے ہیں، یہ غلط ہے ہمیں ہوش کے ناخن لینے کی ضرورت ہے۔ (ج 1 ص 26)

عورت کا مقام

جزیرہ عرب میں بیٹی کا پیدا ہونا عار سمجھا جاتا تھا۔ لہٰذا ماں باپ خود اپنے ہاتھوں سے بیٹی کو زندہ درگور کر دیا کرتے تھے۔ عورت کے حقوق اس قدر پامال کیے جا چکے تھے کہ اگر کوئی آدمی مر جاتا تو جس طرح وراثت کی چیزیں اس کی اولاد میں تقسیم ہوتی تھیں اسی طرح بیوی بھی اس کی اولاد کے نکاح میں آجاتی تھی۔ اگر کسی عورت کا خاوند فوت ہو جاتا تو مکہ مکرمہ سے باہر ایک کال کوٹھری میں اس عورت کو دو سال کیلئے رکھا جاتا تھا۔ طہارت کیلئے پانی اور دوسری ضروریات زندگی بھی پوری نہ دی جاتی تھیں اگر دو سال یہ جتن کاٹ کر بھی عورت زندہ رہتی تو اس کا منہ کالا کر کے مکہ مکرمہ میں پھرایا جاتا۔ اس کے بعد اسے گھر میں رہنے کی اجازت دی جاتی تھی۔ اب سوچیے تو سہی کہ خاوند تو مرا اپنی قضاء سے، بھلا اس میں بیوی کا کیا قصور؟ مگر یہ مظلومہ اتنی بے بس تھی کہ اپنے حق میں کوئی آواز ہی نہیں اٹھا سکتی تھی۔ ایسے ماحول میں جبکہ چاروں طرف عورت کے حقوق کو پامال کیا جا رہا تھا اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اسلام کی نعمت دے کر بھیجا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر عورت کے مقام کو نکھارا۔ بتلایا کہ اے لوگو! اگر یہ بیٹی ہے تو تمہاری عزت ہے، اگر بہن ہے تو تمہارا ناموس ہے، اگر بیوی ہے تو زندگی کی ساتھی ہے، اگر ماں ہے تو اس کے قدموں میں تمہاری جنت ہے۔ (ج1 ص16)

انوکھا واقعہ

علماء کرام نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک بیوی بہت خوبصورت تھی جب کہ خاوند بہت بدصورت اور شکل کا انوکھا تھا، رنگ کا کالا تھا۔ بہر حال زندگی گزر رہی تھی، نیک معاشرے میں زندگیاں گزر جایا کرتی ہیں۔ ایک موقع پر خاوند نے بیوی کی طرف دیکھا تو مسکرایا خوش ہوا۔ بیوی دیکھ کر کہنے لگی کہ ہم دونوں جنتی ہیں۔ اس نے پوچھا یہ آپ کو کیسے پتہ چلا، بیوی نے کہا جب آپ مجھے دیکھتے ہیں خوش ہوتے ہیں شکر ادا کرتے ہیں اور جب میں آپ کو دیکھتی ہوں تو صبر کرتی ہوں شریعت کا حکم ہے کہ صبر کرنے والا بھی جنتی ہیں اور شکر کرنے والا بھی جنتی ہے۔ (ج1 ص46)

لکھ کر لٹکا ئیے

انگلش کا ایک فقرہ ہے۔اس کو میرے دوستو یاد کر لیجئے بلکہ گھر میں کہیں لکھ کر لٹکا لیجئے۔

Houseis built by hands but home is built by hearts.

کہنے والے نے کہا کہ مکان تو ہاتھوں سے بن جایا کرتے ہیں مگر گھر ہمیشہ دلوں سے بنا کرتے ہیں۔اینٹیں جڑتی ہیں مکان بن جاتے ہیں مگر جب دل جڑتے ہیں تو گھر آباد ہو جایا کرتے ہیں۔میرے دوستو! ہم ان باتوں کو توجہ کے ساتھ سنیں اور اچھی ازدواجی زندگی گزارنے کی کوشش کریں۔ہم دیار غیر میں بیٹھے ہیں ہماری چھوٹی چھوٹی باتوں پر ہونے والے جھگڑے جب مقامی انتظامیہ کو پہنچتے ہیں تو وہ اسلام پر ہنستے ہیں، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر انگلیاں اٹھاتے ہیں، کتنی بدبختی ہے۔اگر ہم نے اپنی کم ظرفی کی وجہ سے کسی کو اسلام پر انگلی اٹھانے کا موقع دیا چھوٹی چھوٹی باتیں اپنے گھر میں سمٹ لیا کریں۔ایسا جھگڑا نہ بنائیں جو کمیونٹی میں (Talkofthtown) ٹاک آف دی ٹاؤن بنا کرے۔ہم اپنی ذات کے خول سے باہر نکلیں۔ہم مسلمانوں کی بدنامی کی بجائے مسلمانوں کی نیک نامی کا ذریعہ بنیں۔آج ایسی سوچ رکھنے والے اتنے تھوڑے ہیں کہ چراغ رخ زیبا لے کر ڈھونڈنے کی ضرورت ہے۔

ایک ہجوم اولاد آدم کا جدھر بھی دیکھئے　　ڈھونڈیئے تو ہر طرف اللہ کے بندوں کا حال

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ جب میاں بیوی قریب ہوتے ہیں تو ایک دوسرے سے لڑائیاں ہوتی ہیں، اگر اسی حالت میں خاوند فوت ہو جائے تو یہی بیوی ساری زندگی خاوند کو یاد کر کے روتی رہے گی کہ جی اتنا اچھا تھا، میرے لئے تو بہت ہی اچھا تھا۔اگر بیوی فوت ہو جائے تو یہی خاوند ساری زندگی یاد کر کے روتا رہے گا کہ بیوی اتنی اچھی تھی، میرا کتنا خیال رکھتی تھی۔تو پنجابی کی ایک کہاوت ہے کہ ”بندے دی قدر آندی اے ٹر گیاں یا مر گیاں“۔

ہم بندے کی قدر اس کے قریب رہتے ہوئے کر لیا کریں۔کئی مرتبہ یہ دیکھا گیا ہے کہ میاں بیوی جھگڑے میں ایک دوسرے کو طلاق دے دیتے ہیں، جب ہوش آتی ہے تو خاوند اپنی جگہ پاگل بنا پھرتا ہے اور بیوی اپنی جگہ پاگل بنی پھرتی ہے۔پھر ہمارے پاس

آتے ہیں کہ مولوی صاحب کوئی ایسی صورت نہیں ہوسکتی کہ ہم پھر سے میاں بیوی بن کر رہ سکیں ایسی صورت حال ہرگز نہیں آنے دینی چاہیئے۔عفوودرگزر اور افہام وتفہیم سے کام لینا چاہیئے۔ بلکہ ایک روٹھے تو دوسرے کو منالینا چاہیئے۔ کسی شاعر نے کیا اچھی بات کہی ہے۔

اتنے اچھے موسم میں روٹھنا نہیں اچھا
ہار جیت کی باتیں کل پہ ہم اٹھا رکھیں
آج دوستی کرلیں

اسی مضمون کو ایک دوسرے شاعر نے نئے رنگ سے باندھا ہے۔

زندگی یونہی بہت کم ہے محبت کیلئے روٹھ کر وقت گنوانے کی ضرورت کیا ہے

(ج1ص44)

کامیاب زندگی

آج ہمارے نوجوانوں کے اندر اگر یہ شوق ترقی کر جائے تو میرے دوستو! دنیا کی کوئی طاقت ہماری طرف میلی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتی۔ آج اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم محنت کو اپنائیں۔ تن آسانی کی زندگی کامیاب زندگی نہیں ہے۔ کامیاب زندگی ہمیشہ محنت، لگن اور مجاہدے کی زندگی ہوا کرتی ہے۔ (ج1ص60)

حضرت عبداللہؒ بن مبارک کا واقعہ

حضرت عبداللہ ابن مبارکؒ کے پاس حدیث کا علم سیکھنے کیلئے اتنا بڑا مجمع ہوتا تھا کہ ایک دفعہ دواتوں کی تعداد کو گنا گیا تو وہ چالیس ہزار نکلیں۔ اس دور میں لاؤڈ اسپیکر تو ہوتے نہیں تھے وہ حدیث سناتے تو بعض لوگ نماز کے مکبر کی مانند ان کے الفاظ کو اونچی آواز سے دہرا دیتے تاکہ پورے مجمع تک آواز پہنچ جائے ان مکبر حضرات کی تعداد ۱۲۰۰ ہوا کرتی تھی۔ پورا مجمع کتنا بڑا ہوگا؟ اتنے بڑے بڑے مجمع کے اندر بیٹھ کر حدیث کا علم پڑھایا۔ (ج1ص60)

ایک محدث کا واقعہ

ایک محدث کے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ انہوں نے اتنی کتابیں لکھیں کہ اگر ان کے پیدا ہونے کے دن سے لے کر ان کے مرنے کے دن تک اگر سارے دنوں کو گن لیا جائے اور جتنی کتابیں لکھی ہیں ان کے صفحوں کو گن لیا جائے تو ہر دن کے اندر دس صفحات بنتے ہیں یہ کوئی آسان کام نہیں ہے۔ پیدا ہونے سے لے کر مرنے تک کے پورے دن گن لئے جائیں کہ اتنے ہزار دن زندہ رہے اور اتنے انہوں نے صفحات لکھے اور آپس میں انہیں تقسیم کیا جائے تو ہر دن کے اندر اوسطاً دس صفحات بنتے ہیں۔ اب بارہ تیرہ سال تو علم حاصل کرنے میں ہی گزرے ہوں گے اگر وہ نکال دیں تو یہ دس کی بجائے بھی بیس ہو جائیں گے۔ بیس صفحات کا ایک دن میں ہمارے لئے سمجھ کر پڑھنا مشکل ہوتا ہے چہ جائیکہ اسے نئے سرے سے ترتیب کر لیا جائے جو لوگ تصنیف و تالیف کرتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ ایک دن میں ایک صفحہ لکھنا بھی آسان کام نہیں ہوتا انہوں نے کتنی محنت کی ہوگی۔ (ج 1 ص 61)

سوچنے کی بات

ہماری ذات سے لوگوں کو کوئی فائدہ پہنچ جائے تاکہ یہ ہماری نجات آخرت کا ذریعہ بن جائے۔ کتنی عجیب بات ہے کہ کوڑا کرکٹ، گندگی، پاخانہ اور فضلہ جب خشک ہو جائے تو دیہاتی لوگ اسے کھیت میں ڈالتے ہیں، کہتے ہیں کہ جس کھیت میں یہ ڈال دیا جائے تو یہ زرخیزی کا کام کرتا ہے۔ میں کبھی کبھی سوچتا ہوں کہ اے انسان! سوچ تو سہی، ہم جسے نجاست گندگی اور فضلہ کہتے ہیں اس کو کسی کھیت میں ڈالا جائے تو وہ کھیتی کو فائدہ پہنچا دیتی ہے ہم اگر اپنے ساتھی کو فائدہ نہ پہنچا سکے تو پھر ہم تو اس سے بھی گئے گزرے ہوئے۔ ہم نے زندگی گزارنی ہے، اپنی ذات کا فائدہ دیکھیں، اپنے دوست احباب، امت مسلمہ کا، انسانیت کا فائدہ دیکھیں اور انسانیت کو ہم کچھ نہ کچھ دے کر جائیں۔ (ج 1 ص 69)

قرآن......تقویٰ

میں ایک فقرے میں ایک بات کو دو دفعہ دہراؤں ایسا کرنے سے اس بات کی بڑی اہمیت واضح ہوتی ہے کہ ایک سانس میں دو دفعہ یہ بات کہہ گیا اللہ تعالیٰ نے ایک فقرے میں دو دفعہ تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ کا حکم دینا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ یٰۤاَیُّهَاالنَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ دیکھا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ امر کا صیغہ ہے حکم دیا جا رہا ہے کہ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ اپنے رب سے ڈرو تقویٰ کو اختیار کرو۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ۔ دیکھا شروع میں بھی تقویٰ، آیت کے آخر میں بھی تقویٰ۔ ایک دوسری جگہ فرمایا۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۔یہاں بھی ایک آیت میں دو دفعہ تقویٰ کو اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔اس کی اہمیت کتنی واضح ہو جاتی ہے۔ (ج1ص73)

تقویٰ کے فوائد

تقویٰ عجیب نعمت ہے اور اس کے اختیار کرنے سے نعمتوں کے دروازے کھل جاتے ہیں گناہ معاف ہوتے ہیں۔ بصیرت عطا ہوتی ہے۔قرآن پاک میں ہے وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ (اور جو کوئی تقویٰ کو اختیار کرتا ہے) یُكَفِّرْ عَنْهُ سَیِّاٰتِهٖ وَیُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا۔ (اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے اور اس کے اجر کو بڑا کر دیتا ہے۔) یعنی اس کو اجر بہت زیادہ عطا فرماتا ہے۔یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ (اے ایمان والو اگر تم تقویٰ اختیار کرو گے) تو یَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا (وہ تمہیں قوت فارقہ عطا فرمائے گا)۔فرقان کیا ہوتا ہے؟ ایسا نور جو فرق بین الحق والباطل کر دیا کرتا ہے۔ایسی بصیرت عطا کر دی جاتی ہے۔فرقان عطا کر دیا جاتا ہے۔اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا (اگر تم تقویٰ اختیار کرو گے تو تمہیں فرقان عطا کر دے گا)۔ جب انسان تقویٰ کو اختیار کرتا ہے تو برکتوں کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اللہ اکبر کبیرا۔ (ج1ص74)

عجیب چیلنج

آج لوگ انجینئر، ڈاکٹر کیوں بنتے ہیں؟ اس لئے کہ عالم بنیں گے تو پھر کہاں سے کھائیں گے۔ ضروریات ہوتی ہیں اس لئے انجینئر، ڈاکٹر بنتے ہیں۔ اچھا میں آپ لوگوں سے ایک سوال پوچھتا ہوں۔ کیا آپ نے اپنی زندگی میں کبھی کسی عالم باعمل کو یا حافظ باعمل کو بھوک پیاس سے ایڑیاں رگڑتے ہوئے مرتے دیکھا ہے؟

کوئی مثال ہے؟ نہیں۔ عالم باعمل ہو یا حافظ باعمل ہو، بھوک پیاس سے ایڑیاں رگڑتے رگڑتے مر گیا ہو، کوئی مثال ایسی آپ نہیں دے سکتے۔ میں منبر پر بیٹھا ہوں۔ میں مثال دے سکتا ہوں کہ ایک شخص نے Ph.D انجینئرنگ کی ہوئی ہے لیکن موت اس حال میں آئی کہ بھوک پیاس سے ایڑیاں رگڑتے رگڑتے مر گیا۔ تو پھر رزق علم دین کے راستے سے ملا یا علم دنیا کے راستے سے ملا؟ (ج1 ص79)

خاندانی منصوبہ بندی

1965ء میں سنا کرتے تھے کہ خاندانی منصوبہ بندی پر عمل کرو ورنہ 1970ء میں بھوکے مر جاؤ گے۔ 1970ء بھی آگیا پھر سنتے تھے کہ اگر 1980ء تک خاندانی منصوبہ بندی نہ کی تو انسان انسانوں کو کھایا کریں گے، 1980ء بھی آگیا۔ پھر کہا کرتے تھے کہ 1990ء تک اگر منصوبہ بندی نہ کی تو پھر لوگ اپنے بچوں کو کاٹ کر کھایا کریں گے، 1990ء بھی آگیا۔ اللہ کے بندو! اللہ تعالیٰ جو نعمتیں آج دے رہے ہیں وہ 1960ء والے انسان کو نصیب ہی نہ تھیں۔ دیکھا اللہ تعالیٰ رزق بھی بڑھا دیتا ہے۔ جب حضرت آدم علیہ السلام تھے تو دنیا میں ایک آدمی کا رزق تھا اور آج اربوں کھربوں انسان ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اتنے انسانوں کا رزق عطا فرما دیا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے میں کیا یہ معدنیات نکلتی تھیں، نہیں نکلتی تھیں۔ جب انسان تھوڑے تھے زمین کے خزانے بھی تھوڑے نکلتے تھے۔ جب پھیل گئے اللہ تعالیٰ نے خزانوں کے منہ کھول دیئے۔ سبحان اللہ۔ (ج1 ص82)

تقویٰ اور رزق کے دروازے

رزق کس کے ذمہ ہے؟ اللہ تعالیٰ کے ذمہ۔ ہاں میں اس کا بھی قائل ہوں کہ ہمیں اپنی زندگی میں ایک ترتیب رکھنی چاہئے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ زندگی میں ترتیب ہی کوئی نہ ہو تو ترتیب ہونی چاہئے۔ تاہم محنت تو ہم کریں مگر نگاہیں اللہ تعالیٰ کی ذات پر لگی ہوئی ہوں۔ جب یہ حال ہوگا تو کوئی بندہ رشوت نہیں لے گا۔ جب اس کی نظریں اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہوں گی تو پھر ملاوٹ کا مال کوئی نہیں کھائے گا، اس لئے کہ پھر وہ اللہ سے مانگے گا۔ جب اللہ کو بھول کر اسباب پر نگاہیں لگ جاتی ہیں تو پھر یہ ساری مصیبتیں کھڑی ہو جاتی ہیں۔ لہٰذا تقویٰ کو اختیار کریں گے تو اللہ تعالیٰ رزق کے دروازوں کو کھول دیں گے۔ (ج 1 ص 83)

قیامت کے دن کی حاضری

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ اپنی شہرہ آفاق کتاب غنیۃ الطالبین میں لکھتے ہیں۔ قیامت کے دن اللہ رب العزت اپنے جلال میں ہوں گے، نفسا نفسی کا عالم ہوگا۔ اللہ تعالیٰ عیسائیوں سے پوچھیں گے کہ تم نے مخلوق کو میرا شریک کیوں بنایا؟ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام لیں گے کہ انہوں نے کہا تھا تو اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھیں گے ء انت قلت؟ (کیا آپ نے کہا تھا) جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے خطاب ہوگا ہیبت الٰہی کے مارے ان کے بدن کے ہر بال سے خون کا قطرہ نکلے گا۔ جب بچوں کے ساتھ یہ معاملہ ہوگا وہاں ہم جیسے چھوٹوں کا کیا حال ہوگا؟ آج زبان سے الٹی سیدھی باتیں نکالنا آسان مگر قیامت کے دن جواب دینا مشکل کام۔ (ج 1 ص 100)

زبان کی لغزش

زبان کی لغزش پاؤں کی لغزش سے زیادہ خطرناک ہوا کرتی ہے۔ پاؤں پھسل جائے تو انسان دوبارہ کھڑا ہو جاتا ہے۔ لیکن زبان سے غلط بات نکل جائے تو پھر اختیار میں کچھ نہیں رہتا۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اپنی مجالس میں اکثر فرمایا کرتے تھے کہ مجھے ایک چھوٹی سی بچی نے نصیحت کردی۔ کسی نے پوچھا حضرت کیا نصیحت کی۔ فرمایا ایک مرتبہ بارش ہوئی تھی کیچڑ تھی، لوگ بڑی احتیاط سے چل رہے تھے میں بھی جارہا تھا، میں نے ایک بچی کو آتے ہوئے دیکھا، میں نے کہا بیٹی احتیاط سے چلنا کہیں پھسل نہ جانا۔ اس نے مجھے دیکھ کر کہا میں پھسل بھی گئی تو دوبارہ کھڑی ہوجاؤں گی، ذرا آپ اپنا خیال رکھنا اگر آپ پھسل گئے تو امت کا کیا بنے گا۔ آپ امت کے مقتدا ہیں کہیں آپ پھسل نہ جانا۔ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے ایک چھوٹی سی بچی نے استقامت کا سبق دے دیا۔ یحییٰ بن معاذؒ ایک بزرگ گزرے ہیں، فرمایا کرتے تھے کہ دل کی مثال ہنڈیا کی سی ہے اور زبان کی مثال چمچ کی سی ہے چمچ وہ کچھ نکالتا ہے جو ہنڈیا میں موجود ہوتا ہے، زبان وہی کچھ نکالتی ہے جو دل میں موجود ہوا کرتا ہے۔ اگر دل میں ظلمت ہوگی تو زبان سے بھی بری گفتگو نکلے گی اگر دل میں نور ہوگا تو زبان سے پاکیزہ گفتگو نکلے گی۔ (ج 1ص 102)

دل کیسے صاف ہوتا ہے

انسان جب توبہ تائب ہوتا ہے تو دل کی سیاہی دور ہوجاتی ہے، دل کی ظلمت دور ہوجاتی ہے، دل کی سختی دور ہوتی ہے اور جب انسان اللہ پاک کے سامنے سربسجود ہوکر اپنے گناہوں سے سچی پکی توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ دل کو دھو دیتے ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو وحی کی گئی کہ اپنے دل کو دھولیا کرو۔ آپ کہنے لگے، ''اے اللہ! پانی تو وہاں پہنچتا نہیں میں اس کو کیسے دھوؤں؟'' تو فرمایا ''یہ دل پانی سے نہیں، یہ تو میرے سامنے رونے سے دھلا کرتا ہے۔'' یعنی اگر تو میرے حضور گناہوں کی معافی مانگے گا، عاجزی اور زاری کرے گا تو ان آنسوؤں کے گرنے سے تیرے دل کو صاف کردیا جائے گا۔ دل اس سے دھلتا ہے۔ (ج 1ص 114)

ذرا سنبھل کے رہنا

میرے دوستو محفل میں بیٹھ کر اپنے بارے میں برے کلمات نہ کہا کریں۔ جب آپ چلے جائیں گے۔

یہ حق آپ کے دوست ادا کریں گے۔ بعض لوگ محفل میں بیٹھ کر اپنی عاجزی اور مسکینی کا مظاہرہ کرتے ہیں، درحقیقت وہ کہہ رہے ہوتے ہیں کہ اعرفونی (مجھے پہچانو) داناؤں کا قول ہے کہ علماء کی محفل میں بیٹھو تو زبان سنبھال کر بیٹھو، حاکم کی محفل میں بیٹھو تو نگاہیں سنبھال کر بیٹھو اور اللہ والوں کی صحبت میں بیٹھو تو اپنے دلوں کو سنبھال کر بیٹھو۔

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ لمبی زبان انسان کی عمر کو چھوٹا کر دیتی ہے کیونکہ جتنا زیادہ بولے گا اتنا اپنے سر پر زیادہ مصیبت لے گا۔ (ج1 ص104)

عجیب نصیحت

حضرت خواجہ باقی باللہؒ بہت کم گو تھے ایک آدمی کہنے لگا کہ حضرت آپ نصیحت کریں ہمیں فائدہ ہوگا۔ حضرت نے جواب دیا جس نے ہماری خاموشی سے کچھ نہیں پایا۔ وہ ہماری باتوں سے بھی کچھ نہیں پائے گا۔ سبحان اللہ کیا عجیب بات کہی۔ شاعر نے کہا۔

کہہ رہا ہے شور دریا سے سمندر کا سکوت ۔۔۔ جتنا جس کا ظرف ہے اتنا ہی وہ خاموش ہے

اس لئے اللہ والے خاموش طبع ہوا کرتے ہیں، ہاں کوئی علمی بات ہو تو گفتگو کریں گے مسئلہ پوچھا جائے تو تفصیلات کھولیں گے۔ مگر انہیں باتوں کا چسکا نہیں ہوا کرتا۔

زبان کے غلط استعمال کی وجہ سے انسان پہاڑوں کے برابر گناہوں کا بوجھ اپنے سر پر رکھ لیتا ہے۔ کہتے ہیں کہ بے وقوف کے گلے میں گھنٹی باندھنے کی ضرورت پیش نہیں آتی اس کی گفتگو ہی بتا دیتی ہے کہ وہ بے وقوف انسان ہے۔ داناؤں کا قول ہے کہ عقل مند سوچ کر بولتا ہے اور بیوقوف انسان بول کر سوچتا ہے۔ (ج1 ص104)

نصیحت کا اثر

ایک آدمی حضرت حسن بصریؒ کی محفل میں آیا۔ کہنے لگا، حضرت ہمیں کیا ہو گیا؟ لگتا ہے کہ ہمارے دل سو گئے، آپ نصیحت کرتے ہیں ہم پر اثر ہی نہیں ہوتا۔ فرمایا جو سویا ہوا ہو وہ تو جھنجھوڑنے سے جاگ اٹھتا ہے، اگر تم پھر بھی نہیں جاگتے تو تم سوئے ہوئے نہیں، موئے ہوئے ہو۔ کہ انسان اللہ والوں کی مجلس میں آ کر بھی نصیحت قبول نہ کرے، گناہوں سے پکی سچی توبہ نہ کرے، نیک اعمال کی آئندہ سے نیت نہ کرے، یقیناً اس کا دل سویا ہوا نہیں بلکہ مویا ہوا ہوتا ہے۔ اور کتنے لوگ ایسے ہیں کہ زندہ ہوں گے، کھاتے پیتے ہوں گے، چلتے پھرتے ہوں گے مگر ان کے اندر کا انسان مویا ہوا ہوگا۔ بالکل...... اندر سے انسانوں والی صورت نہیں ہوگی۔ من میں جھانکیں تو ان کی صورت حیوان کی سی نظر آئے گی۔ کوئی کسی صورت میں ہے، کوئی کسی صورت میں۔ اندر انسان کی شکل ہو۔ یہ کسی قسمت والے کو نصیب ہوتی ہے۔

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

اے انسان! تو اپنے من میں ذرا جھانک کر اس دریچے کو کھول، اپنی اصلی تصویر کو ذرا دیکھ۔ انسان جب اپنے من میں جھانکتا ہے تو اسے اپنی اصلی تصویر نظر آتی ہے۔ یہی فرمایا گیا کہ تو اپنی اصل تصویر کو دیکھ، تجھے کیا ہونا چاہئے تھا اور تو کیا بنا پھرتا ہے؟ (ج1 ص116)

اللہ کو راضی کرنے کا طریقہ

سلف صالحین اللہ جل شانہ کو راضی کرنے کیلئے یوں عبادت کیا کرتے تھے۔ جیسے کوئی کسی روٹھے ہوئے کو مناتا ہے۔ سبحان اللہ! روٹھے ہوئے رب کو مناتے تھے۔ اگر کوئی غلام بھاگ جائے اور پھر پکڑا جائے تو وہ اپنے مالک کے سامنے آتا ہے تو کیا کرتا ہے؟ وہ اپنے مالک کے سامنے آ کر ہاتھ جوڑ دیتا ہے اپنے مالک کے پاؤں پکڑ لیتا ہے اور کہتا ہے میرے مالک آپ درگزر کر دیں آئندہ میں احتیاط کروں گا۔ میرے دوستو! رمضان المبارک میں ہم اللہ رب العزت کے سامنے اسی طرح اپنے ہاتھ جوڑ دیں، سربسجود ہو جائیں اور عرض کریں کہ اے اللہ ہم نادم ہیں، شرمندہ ہیں، جو کوتاہیاں اب تک کر بیٹھے ہیں ان کو تو معاف کر دے۔ آئندہ زندگی ہم تقویٰ اور پرہیزگاری کے ساتھ گزارنے کی کوشش کریں گے۔ (ج1 ص165)

اخلاص ومحبت سے رونے کا واقعہ

ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تہجد کی نماز میں دعا مانگتے ہوئے روتے ہیں۔ صبح جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ''تیرے رات کے رونے نے اللہ کے فرشتوں کو بھی رلا دیا''۔ اللہ اکبر۔ کیا اخلاص کا رونا تھا۔ (ج1ص141)

محنت کرنے کا مہینہ

میرے دوستو! بقیہ سال تہجد میں جاگنا ہم جیسے کمزور لوگوں کیلئے تو مشکل ہوتا ہے، چلو رمضان المبارک میں روزہ رکھنے کیلئے جاگ ہی جاتے ہیں تو پھر اس میں چند رکعت نفل بھی پڑھ لیا کریں۔ دن کے اوقات میں ہم قرآن پاک کی تلاوت میں وقت گزار دیا کریں۔ ایک مہینہ غیبت چھوڑ دیں، لایعنی چھوڑ دیں، دوستوں کے ساتھ ایک ایک دو دو گھنٹے کی ملاقاتیں چھوڑ دیں، ہم سب سے اجنبی بن جائیں۔ ہم کہیں کہ یہ مہینہ تو اپنی ذات کیلئے محنت کرنے کا مہینہ ہے، کمانے کا مہینہ اس کو کما لیں جتنا کما سکتے ہیں۔ (ج1ص167)

زکوۃ ادا نہ کرنے کی سزا

ہاں اگر اللہ رب العزت کسی کو مال و دولت بھی عطا فرما دے تو وہ اس کو اللہ کے راستے میں خرچ کرے نیکی کمانے میں خرچ کرے۔ عام طور پر دیکھا گیا کہ عورتوں کو جتنا شوق زیور بنانے کا ہوتا ہے اتنا زکوۃ دینے کا نہیں ہوتا۔ غفلت کر لیتی ہیں۔ قیامت کے دن زیورات کو اس کیلئے جہنم کی آگ کے اندر گرم کیا جائے گا۔ سلاخیں بنا دی جائیں گی۔ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ان کی پیشانیوں کو داغا جائے گا پھر ان پہلوؤں کو داغا جائے گا پھر ان کی پیٹھ کو داغا جائے گا اور کہا جائے گا هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ یہ وہ ہے جو تم نے اپنے لئے جمع کر لیا۔ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ پس تم اس کے جمع کرنے کا مزا چکھ لو۔ (ج1ص190)

دن بدلتے دیر نہیں لگتی

میری بہن! تو نماز پڑھ کر اپنے اللہ کو راضی کر لے ورنہ اللہ رب العزت اگر ناراض ہو گئے تو تیرے دن بدلتے ہوئے تجھے پتہ ہی نہیں چلنا۔ تیرے دل کا سکول چھن جائے گا، تیری زندگی کی خوشیاں چھن جائیں گی، تو پھر روتی پھرے گی، تیرے بال بکھرے ہوں گے، چہرے پر اداسی چھائی ہوگی۔ آج اللہ تعالیٰ نے تجھے خوشیاں دیں ہیں تجھے صحت دی ہے آج تجھے اللہ رب العزت نے عزت دی ہے تو آج رب العزت کی فرمانبرداری کر لے۔ اپنے اللہ کو راضی کر لے اسی لئے کسی نے کہا ہے۔

یہ خزاں کی فصل کیا ہے فقط ان کی چشم پوشی　　وہ اگر نگاہ کر دیں تو ابھی بہار آئے

جب اللہ کی رحمت کی نظر ہوتی ہے زندگیوں میں بہار آ جاتی ہے اور جب وہ رحمت کی نظریں ہٹا لیتا ہے زندگی میں خزاں آ جاتی ہے۔ (ج1 ص198)

خلوص ومحبت کے دو آنسو

خلوص ومحبت کے دو آنسو ہی بڑے قیمتی ہوتے ہیں کاش کہ ہمیں بھی نصیب ہو جاتے:

ادھر نکلے ادھر ان کو خبر ہو　　کوئی آنسو تو ایسا معتبر ہو

کاش کہ ان آنکھوں سے دو ایسے آنسو گر جائیں

(ج1 ص141)

سوچنے کی باتیں

سوچنے کی بات ہے اللہ رب العزت نے عورتوں کیلئے اس اجر وثواب کو کتنا آسان کر دیا۔ وہ گھر میں نماز پڑھ لے گی تو مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا ثواب ملے گا۔ اسے گھر میں بچوں کی اچھی تربیت کرنے اور جاگنے کی وجہ سے سرحد پر پہرہ دینے والے مجاہد کے برابر اجر ملے گا۔ اللہ رب العزت نے عورتوں کیلئے کتنی آسانیاں فرما دیں۔ (ج1 ص206)

آسان نیکیاں

بعض روایات میں آتا ہے کہ کسی عورت نے اپنے ماں باپ کے گھر میں یا اپنے خاوند کے گھر میں کوئی ایک چیز جو بے ترتیب پڑی ہوئی ہو اس کو اٹھا کر ترتیب سے رکھ دیا، اس کے بدلے اللہ تعالیٰ ایک نیکی عطا فرماتے ہیں، ایک گناہ معاف فرماتے ہیں، جنت میں ایک درجہ بلند کر دیتے ہیں۔ اب سوچئے کسی کو اس مسئلے کا علم ہو تو عورت دن میں کتنی نیکیاں کما سکتی ہے، کچن کی چیزیں ترتیب سے رکھ سکتی ہے، گھر کے کتنے کپڑے ترتیب سے رکھ سکتی ہے۔ عورت گھر کی کتنی چیزیں ترتیب سے رکھتی ہے مگر ان بیچاریوں کو مسئلے کا علم نہیں ہوتا۔ اللہ رب العزت ہمیں نیکی کا شوق عطا فرمائے۔ آمین (ج 1 ص 206)

اللہ تعالیٰ کی ستاری

یہ تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی مہربانی ہے کہ ہم اپنی مرضی کی زندگی گزارتے ہیں پھر بھی دنیا ہماری تعریفیں کرتی ہے۔ کتاب ''اکمال الشیم'' میں ایک عجیب بات لکھی ہے ''اے دوست جس نے تیری تعریف کی اس نے درحقیقت تیرے پروردگار کی ستاری کی تعریف کی''۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے تیرے گناہوں کو ڈھانپا ہوا ہے تیرے گناہ لوگوں کی نظر سے اوجھل ہیں اس لئے لوگ تیری تعریفیں کرتے ہیں، جو تیری تعریف کر رہا ہے درحقیقت وہ تیرے پروردگار کی ستاری کی تعریف کر رہا ہے جس نے تجھے چھپایا ہوا ہے۔

اے دوست اگر اللہ رب العزت مخلوق کی زبان سے تیری ایسی تعریفیں کروائے جس کا تو مستحق نہیں تو تجھے چاہئے کہ اپنی زبان سے اللہ تعالیٰ کی ایسی تعریفیں کر جس کا وہ مستحق ہے۔ (ج 1 ص 211)

اللہ کی ناراضگی کی نشانی

اللہ تعالیٰ جب انسان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں یعنی اس کی رحمت متوجہ ہوتی ہے تو اس کی پہلی نشانی یہ ہے کہ انسان کو اپنے عیب نظر آنے شروع ہو جاتے ہیں۔

جب اللہ ناراض ہوتے ہیں تو اس کی پہلی نشانی یہ ہے کہ اپنے عیب اپنی نظر سے پوشیدہ ہو جاتے ہیں۔ اس لئے انسان اپنے اوپر نظر ڈالے اپنی کوتاہیاں سامنے ہوں۔ (ج 1 ص 212)

قارون کے دھنسنے کا واقعہ

اللہ رب العزت کو انسان کی توبہ بہت محبوب ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر قارون نے کسی عورت کے ذریعے الزام لگوایا۔ جب حقیقت کھلی تو موسیٰ علیہ السلام کو بڑا دکھ ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اے اللہ! اس نے میرے اوپر ایسا الزام لگایا۔ فرمایا ''اے میرے نبیؑ تو جو بھی حکم دے گا زمین اس کو مانے گی''۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا ''اے قارون! دھنس جا۔'' قارون کچھ دھنس گیا زمین کو پھر کہا قارون پھر دھنس گیا۔ اب قارون رو رہا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام مجھے معاف کر دیجئے۔ مگر موسیٰ علیہ السلام جلال میں تھے تیسری بار پھر فرمایا، اے زمین اسے نگل جا زمین اسے نگل گئی۔ جب زمین نگل چکی تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی۔ میرے پیارے نبی آپ جلال میں تھے آپ نے تین دفعہ حکم دیا زمین نے اسے نگل لیا لیکن میں اپنے عزت وجلال کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر اس وقت قارون میرے سامنے معافی مانگ لیتا اور میں معاملہ کر رہا ہوتا تو میں یقیناً اس کی توبہ کو قبول کر لیتا۔ اللہ رب العزت کو بندے کی توبہ بہت محبوب ہے۔ (ج1ص219)

اللہ تعالیٰ پر ایمان کے فوائد

ایک بندہ اللہ پر یقین رکھتا ہے۔ ایمان رکھتا ہے اب اس پر کتنی ہی بڑی مصیبت کیوں نہ آجائے وہ یہی کہے گا جو اللہ کو منظور۔ جب اس نے کہا جو اللہ کو منظور تو سارا ذہنی بوجھ ختم ہو گیا۔ مثلاً ایک آدمی کے گھر کو آگ لگ جائے، ایک آدمی کے بیوی بچے جل کر مر جائیں یا ایک آدمی کا ایکسیڈنٹ میں سب کچھ تباہ ہو جائے اور اس کے پاس دوسرے لوگ جا کر افسوس کریں تو وہ کہے گا جو اللہ کو منظور۔ جب اس نے یہ الفاظ کہے کہ جو اللہ کو منظور تو سارے کا سارا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا لہٰذا پاگل ہونے سے بچ گیا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پر تصور اور یقین کا فائدہ یہ ہے کہ انسان ایک متوازن زندگی گزارتا ہے۔ نفس اور شیطان سے بچنا اس کیلئے آسان ہو جاتا ہے۔ (ج1ص250)

علم اور معلومات میں فرق

دیکھیں ایک معلومات ہوتی ہے اور ایک علم ہوتا ہے۔ معلومات اور چیز ہیں علم اور چیز ہے۔ غیر مذاہب کے لوگ بھی عربی زبان پڑھتے ہیں، غیر مسلموں کو فقیر نے باہر ملکوں میں دیکھا اتنی پیاری عربی بول رہے ہوتے ہیں کہ انسان ان سے عربی میں گفتگو کرتے ہوئے حیران ہو جاتا ہے۔ یہودی اور عیسائی قرآن پاک کی تفسیر جانتے ہیں اور ترجمہ پڑھتے ہیں۔ جس نے سب سے پہلے قرآن پاک کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔ ''پکتھل'' وہ اس وقت تک غیر مسلم تھا۔ ہمیں تصور نہیں کہ باہر کے ملکوں کی یونیورسٹیوں میں قرآن پاک پر یہودی کتنا وقت دیتے ہیں، کتنی محنت کرتے ہیں۔ مگر وہ معلومات ہوتی ہیں علم نہیں ہوتا۔ کیونکہ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا اسی (قرآن) سے بعض لوگوں کو گمراہی ملتی ہے اور بعض لوگوں کو ہدایت ملتی ہے۔ معلومات ہونا اور چیز ہے اور علم ہونا اور چیز ہے۔ (ج 1 ص 226)

یورپین کے پاگل ہونے کی وجہ

یورپ میں اگر کسی کا کاروبار ٹھپ ہو جاتا ہے تو کئی ایسی مثالیں بھی ہیں کہ وہ اپنا ہاتھ چبا لیتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے ٹھیک فیصلے نہیں کیے۔ میں نے یہ نہیں کیا وہ نہیں کیا۔ بس اس طرح سارے کے سارے نقصان کو اپنے سر لے لیتے ہیں۔ جب وہ بوجھ اپنے سر پر لیتے ہیں تو دماغ تو خراب ہونا ہی ہے۔ آپ حیران ہوں گے کہ نیویارک کے ایک شہر میں سو سے زیادہ پاگل خانوں کی شاخیں ہیں اور ہمارے پورے ملک میں کتنے پاگل خانے ہیں ہمیں پتہ ہی نہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ یہاں لوگوں کے پاگل ہونے کی شرح بہت کم ہے۔ (ج 1 ص 249)

پاگل ہونے کی بنیادی وجہ

پاگل ہونے کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ زندگی میں جو پریشانی آتی ہے اسے اپنے اوپر لے لیتے ہیں۔ مثلاً بیوی طلاق لے کر چلی گئی، بیوی بے وفائی کر گئی، وہ خود پاگل ہو گئے، کاروبار ٹھپ ہوا تو ایسا غم سر پہ سوار ہوا کہ پاگل ہو گئے۔ (ج 1 ص 250)

اچھا سوال

ایک آدمی نے سوال کیا اور اس نے بڑا Critical سوال کیا۔ وہ کمیونسٹ تھا کہنے لگا کہ آپ شیطان کو کیوں مانتے ہیں؟ (ج1 ص250)

اچھا جواب

اگر ہم سوچیں تو بظاہر اس کا جواب ہمیں سمجھ میں نہیں آتا۔ ہم شیطان کو کیوں مانتے ہیں؟ کیا ضرورت ہے شیطان کے ماننے کی۔ وہ کہتا تھا کہ اچھائی برائی ہم خود کرتے ہیں نام شیطان کا لگا دیتے ہیں۔ شیطان کو کیوں مانتے ہیں؟ فقیر نے اسے ایک بات سمجھائی کہ دیکھیں بھئی بالفرض میں چاند پر جاؤں اور چاند پر جا کر مجھے کہیں گلقند پڑی ہوئی نظر آ جائے۔ تو گلقند دیکھ کر میں ایک نتیجہ نکالوں گا کہ یہاں چاند کے اوپر کہیں نہ کہیں گل بھی ہے اور کہیں نہ کہیں قند بھی ہے اور وہ دونوں آپس میں ملے تو گلقند بن گئی۔ گلقند کا وجود گل کے وجود اور قند کے وجود ہونے کی دلیل ہوتا ہے، جہاں بھی مرکب موجود ہوتا ہے وہ عناصر کے موجود ہونے کی دلیل ہوتا ہے عناصر ملے تو مرکب بنا۔ اسی طرح اگر پانی موجود ہے تو یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ یہاں ہائیڈروجن اور آکسیجن موجود ہے۔ پانی کا موجود ہونا ہائیڈروجن اور آکسیجن کے وجود پر دلیل ہے۔ اسی طرح گلقند کا موجود ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ کہیں نہ کہیں کوئی چیز ہے جو سراسر گل ہے اور کہیں نہ کہیں کوئی چیز ہے جو سراسر قند ہے اور جب یہ دونوں چیزیں آپس میں ملیں تو گلقند بن گئی۔ کہنے لگا ہاں بات تو یہ صحیح ہے۔ فقیر نے کہا کہ اگر غور کریں تو انسان خیر اور شر کا مجموعہ ہے۔ اب یہ مجموعہ اس بات کی دلیل ہے کہ کہیں نہ کہیں کوئی ایسی چیز موجود ہو جو سراسر خیر ہو اور کہیں نہ کہیں کوئی ایسی چیز موجود ہو جو سراسر شر ہو۔ جو سراسر خیر ہے اس کو ہم فرشتے کہتے ہیں جو سراسر شر ہے اسے ہم شیطان کہتے ہیں اور جو دونوں کا مجموعہ ہے اسے انسان کہتے ہیں۔ (ج1 ص251)

امریکی غیر مسلم کا واقعہ

مجھے ایک صاحب ملے کہنے لگے میں روزے رکھتا ہوں۔ وہ امریکن تھے میں نے کہا وہ کیوں تم تو غیر مسلم ہو تم کیسے روزے رکھتے ہو؟ کہنے لگا کہ سال میں کچھ وقت انسان پر ایسا گزرنا چاہئے کہ وہ ڈائٹنگ کرے۔ جب ہم کچھ عرصہ کیلئے Digestive system کو فارغ رکھتے ہیں تو جسم کے اندر کچھ رطوبتیں ایسی ہوتی ہیں جو کہ ختم ہو جاتی ہیں۔ بہت سی پیچیدہ قسم کی بیماریاں ختم ہو جاتی ہیں۔ بھوکا رہنے سے Digestive system پہلے سے زیادہ مضبوط ہو جاتا ہے اور بہتر طریقے سے کام کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ میں نے اور میری بیوی نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہم سال میں ایک مہینہ اسی طرح روزہ رکھ کر ڈائٹنگ کیا کریں گے۔ میں نے اسے بتایا کہ یہ سنت ہے کہ ہر مہینے ایام بیض کے تین روزے رکھیں بالخصوص وہ لوگ جو غیر شادی شدہ ہوں وہ زیادہ روزے رکھیں۔ یہ بھوکا رہنا انسان کے اندر ایک ڈسپلن اور صبر و ضبط پیدا کرتا ہے۔ غیر شادی شدہ کو اس کی زیادہ تلقین کی گئی ہے تاکہ اس کی شہوانی قوت مناسب رہ سکے۔ آج کے غیر مسلم اس کے اندر مادی فائدہ دیکھ کر اس کو اپنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ فقیر نے سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں سو سے زیادہ ایسی مثالیں سنت میں دیکھی ہیں کہ جن کو ہو بہو سائنس کی دنیا تسلیم کرتی ہے۔ (ج 1 ص 253)

خاندانی منصوبہ بندی

ہماری نظر کس پر گئی؟ اپنی جیب پر گئی، اللہ کے خزانوں پر نہ گئی۔ ہم نے کہا، آبادی بڑھ جائے گی ہماری جیب کٹ جائے گی۔ اللہ کے بندے! تو جیب پر نظر ڈالتا ہے، اللہ کے خزانوں پر کیوں نہیں ڈالتا۔ آج کل پورا مغرب مسلمانوں سے خوف کھاتا ہے، کیوں؟ کہتا ہے ان کی آبادی اتنی بڑھ گئی کہ کہیں یہ مسلمان ہماری طرف رخ نہ کر لیں۔ الحمد للہ آج دنیا میں اتنے مسلمان ہیں کہ اسرائیل کی طرف منہ کر کے پیشاب کر دیں تو اسرائیل میں Flood (سیلاب) آ جائے۔ وہ تو ہماری آبادی کو کم کرنے کی فکر میں ہیں۔ مسلمانوں کے اندر سازشیں کر رہے ہیں۔ ان کو آپس میں لڑا رہے ہیں۔ اس لئے کہ اگر یہ اتنے بڑھ گئے اور ان میں اتفاق ہو گیا تو یہ باطل کو دنیا سے ختم کر دیں گے۔ (ج 2 ص 72)

خاندانی منصوبہ بندی کا توڑ

آج دنیا کہتی ہے کہ خاندانی منصوبہ بندی پر عمل کریں لیکن میرے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسی عورتوں سے شادی کرو جو زیادہ بچے جننے والی ہوں، میں قیامت کے دن زیادہ امت پر فخر کروں گا۔ ایک صحابیؓ آ کر عرض کرتے ہیں۔ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! میری ایک بیوی ہے مگر رزق کی تنگی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، جا ایک نکاح اور کر لے، چنانچہ ایک نکاح اور کرتے ہیں۔ پھر آتے ہیں، کہتے ہیں، اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! میری دو بیویاں ہیں خرچ میں ذرا تنگی ہے۔ فرمایا، جا ایک نکاح اور کر لے۔ تیسرا نکاح کر لیا پھر خدمت میں آ کر عرض کرتے ہیں، اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! تین بیویاں ہیں خرچہ تھوڑا ہے۔ فرمایا، چوتھا نکاح کر لے، اس نے چوتھا نکاح کر لیا۔ پھر آ کر عرض کی اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! چار بیویاں ہیں، خرچہ تھوڑا ہے۔ فرمایا، حج پر چلا جا۔ ظاہر میں خرچہ زیادہ ہو رہا ہے درحقیقت اللہ تعالیٰ حج کی برکت سے رزق بڑھا رہے ہیں۔ تو نظر اپنی جیب پر رکھنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی ذات پر رکھنی چاہئے۔ یہ اچھی طرح ذہن نشین کر لیں کہ ہم ملکی منصوبہ بندی کے پرزور حامی ہیں تاہم خاندانی منصوبہ بندی کے مخالف ہیں۔ (ج 2 ص 72)

اللہ پر یقین کا مطلب

ہم اللہ کو رب سمجھ کر اللہ کے خزانوں پر نظر رکھیں۔ محترم سامعین! گھر میں آٹا نہ ہو تو پھر سارے رو رو کر دعائیں مانگتے ہیں۔ مزہ تو تب ہے جب گھر میں آٹا بھی پڑا ہو پھر رو رو کر دعائیں مانگیں کہ اے اللہ! رزق دینے والا تو ہی ہے۔ اس کو یقین کہتے ہیں۔

ہماری نظریں جیب پر نہ ہوں، اسباب پر نہ ہوں بلکہ مسبب الاسباب پر ہوں۔ اللہ رب العزت ہمارے لئے اسباب مہیا فرما دیں گے۔ کہاں سے دیں گے وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا جو تقوی کو اختیار کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کیلئے سبیل پیدا فرما دیتے ہیں۔ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ اور اسکو ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے جسکا اسکو وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔ (ج 2 ص 73)

نظر اور خبر کا راستہ

آج کا انسان اپنے مشاہدے اور تجربات پر اپنی زندگی کی بنیاد رکھتا ہے، اس کو نظر کا راستہ کہتے ہیں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کے حکموں پر اپنی زندگی کی بنیاد رکھنے کو خبر کا راستہ کہتے ہیں۔ نظر کا راستہ اور ہے خبر کا راستہ اور ہے۔ جو نظر کے راستے پر چلے گا وہ کھڈے میں گر جائے گا، جو خبر کے راستے پر چلے گا وہ اللہ کی ذات سے مل جائے گا۔ آج ہم نظر کے راستے پر چلتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے کرنا وہ ہے جو ہماری سمجھ میں آئے گا۔ محترم سامعین! اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھ میں آئے یا نہ آئے، ہم نے اس پر عمل کرنا ہے۔ اور اگر اللہ کے حکم سے ہٹ کر ہمیں ظاہری طور پر کامیابی نظر بھی آتی ہو تب بھی وہ راستہ اختیار نہیں کرنا۔ ظاہر میں کامیابی ہو گی لیکن حقیقت میں ناکامی ہو گی۔ جس طرح انسان خود ناقص ہے، اس کے تجربات اور مشاہدات بھی ناقص ہیں اسی طرح ان کے مطابق گزرنے والی زندگی بھی ناقص ہو گی اور جس طرح اللہ تعالیٰ کے احکام کامل ہیں اسی طرح اس کے مطابق گزرنے والی زندگی بھی کامل ہو گی۔ (ج2 ص75)

لمس الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ایک جلیل القدر بدری صحابی ہیں، فرماتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں ایک دعوت پر حاضر ہوا۔ ایک باندی میرے لئے ایک تولیہ لائی تولیہ کافی میلا تھا۔ حضرت انسؓ نے کہا کہ اس کو صاف کر کے لے آؤ۔ وہ باندی بھاگی گئی اور جلتے تندور میں اس تولیے کو ڈالا اور اٹھا کر واپس لے آئی۔ میں نے دیکھا کہ وہ تولیہ بالکل صاف ستھرا میرے سامنے تھا۔ مجھے حیرانگی ہوئی میں نے حضرت انسؓ سے پوچھا کہ اس میں کیا راز ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے تھے۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک دھلوائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہاتھ خشک کرنے کیلئے یہ تولیہ پیش کیا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ مبارک خشک کیے، اس دن سے آگ نے اس تولیے کو

جلانا چھوڑ دیا۔ جب یہ میلا ہو جاتا ہے ہم اسے آگ میں ڈالتے ہیں آگ اس میل کو تو کھا لیتی ہے۔ صاف تولیہ ہم آگ سے باہر نکال لیتے ہیں۔

سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے روٹیاں لگائیں۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی ایک دو بنا کر دیں۔ کافی دیر کے بعد جب سب لگ گئیں تو حیران ہوئیں کہ اس میں سے ایک دو پک ہی نہیں رہیں، اسی طرح آٹے کا آٹا موجود ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، بیٹا! کیا ہوا؟ عرض کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم! دو تین روٹیاں ایسی ہیں جو پک نہیں رہیں۔ فرمایا، ہاں یہ وہی روٹیاں ہوں گی جن پر تیرے والد کے ہاتھ لگ گئے اب آگ اس آٹے پر اثر نہیں کر سکتی۔ تو نبی علیہ السلام جس چیز کو چھو لیتے تھے اس پر یوں اثرات ہو جاتے تھے۔ (ج2ص92)

عشق اور علم کا باہمی تعلق

جہاں سوز عشق ضروری ہے وہاں کیف علم بھی ضروری ہے۔ یہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ چولی دامن کا تعلق رکھتے ہیں۔ اگر فقط عشق ہو تو انسان بدعات کا مرتکب ہو جاتا اور اگر فقط علم ہو تو انسان کبر میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ علم عشق کو متوازن رکھتا ہے جبکہ عشق علم میں تواضع پیدا کرتا ہے۔ دونوں ضروری ہیں ایک چیز ہو گی تو بندہ مار کھا جائے گا۔ (ج2ص119)

صرف عشق بدعات کا ماخذ ہے

صرف عشق ہو گا تو انسان کو بدعات میں مبتلا کر دے گا۔ اسی لئے آپ نے دیکھا ہو گا کہ جو زیادہ عشق کا دعویٰ کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں "علموں بس کریں اویار" اس لئے کہ علم سے ان کا کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔ بیچارے کہہ بیٹھتے ہیں "تہاڈی بج وچ ولیے ساڈی ہر ویلے"۔ استغفر اللہ۔ یہ اندھا عشق ہی ہے جو قبروں کو سجدے کرواتا ہے۔ پیروں کی اتنی اتنی بڑی تصویریں گھروں میں لگواتا ہے اور صبح کے وقت کہلواتا ہے "بابا جی تہاڈا ای دتا کھاندے آں" ایسا کیوں؟ اس لئے کہ عشق کا کچھ حصہ ان کو ملا ہوتا ہے مگر علم سے خالی ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے ایسی باتیں کرتے ہیں۔ جبکہ کامل صوفی وہ ہوتا ہے جس میں عشق بھی ہو اور علم بھی ہو۔ (ج2ص119)

اہل علم حضرات کیلئے مفید مشورہ

اسی لئے اہل علم حضرات سے کہتے ہیں کہ آیئے! ذرا اپنے آپ کو مٹا کر تو دیکھئے۔ کسی کہنے والے نے کیا خوب کہا:

قال رابگور مرد حال شو　　　　پیش مرد کامل پامال شو

کہ تو اپنے قال کو کسی مرد حال کے قدموں پر ڈال دے اور کسی کے سامنے اپنے آپ کو پامال کر دے پھر دیکھنا کہ خوش بختی کس طرح قدم چومتی ہے۔ مگر یہ بہت مشکل کام ہے۔ کیونکہ نفس بہانے ڈھونڈتا ہے، نفس حجتیں بناتا ہے، وہ اپنے اوپر پابندیاں برداشت نہیں کر سکتا حالانکہ اسی نفس کے مٹانے میں ہی انسان کی عافیت ہے۔ اسی تواضع میں انسان کی بلندی ہے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَهُ اللهُ (جو اپنے آپ کو اللہ کیلئے متواضع بنالیتا ہے، اللہ اس کو بلندی عطا فرما دیتے ہیں)۔

جو اہل وصف ہوتے ہیں ہمیشہ جھک کے رہتے ہیں　　　　صراحی سرنگوں ہو کر بھرا کرتی ہے پیمانہ

صراحی سر نہ جھکائے تو کیا پیمانے کو بھر سکے گی؟ نہیں، پیمانے کو بھرنے کیلئے اسے سر جھکانا پڑے گا۔ اسی لئے کہنے والے نے کہا:

تواضع کا طریقہ سیکھ لو لوگو صراحی سے　　　　کہ جاری فیض بھی ہے اور جھکی جاتی ہے گردن بھی

جو گردن کو جھکاتا ہے، اللہ اس کے فیض کو بڑھا دیا کرتا ہے۔ آپ بھی ذرا اللہ تعالیٰ کے سامنے جھک کر دیکھئے، کسی عارف کے سامنے اپنے آپ کو پامال کر کے دیکھئے، پھر دیکھنا اللہ رب العزت کیسے قدر دانی فرماتے ہیں۔ چنانچہ آگے فرمایا:

صد کتاب و صد ورق در نار کن　　　　جان و دل را جانب دلدار کن

سو کتابوں اور سو ورقوں کو تو آگ میں ڈال دے اور جان و دل کو اپنے محبوب کے حوالے کر دے، پھر تمہیں محبوب حقیقی کے وصل کا جام نصیب ہوگا۔

مٹا دے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہیے　　　　کہ دانہ خاک میں مل کر گل و گلزار بنتا ہے

(ج2 ص120)

آتشی النسل بن کر رہنے کی مذمت

اس کے برعکس آگ کو دیکھئے، کہیں بھی ذرا آگ لگے تو ہر بندہ یہ کہے گا، بھاگو بھاگو! اس کمبخت کو بجھاؤ۔ گویا آگ کا اوپر اٹھنا کوئی بھی پسند نہیں کرتا۔ مگر کچھ بندے ایسے ہوتے ہیں جو خاکی النسل بن کر رہنے کی بجائے آتشی النسل بن کر رہتے ہیں۔

ایک صاحب کسی آدمی کے پاس گئے، کہنے لگے "حضرت! تھوڑی سی آگ چاہئے۔ اس نے کہا، میرے پاس نہیں ہے۔ پھر کہنے لگا، حضرت! تھوڑی سی آگ لینے آیا ہوں۔ وہ غصے میں کہنے لگے، ارے! تو سنتا نہیں۔ کہنے لگا، حضرت! میں دھواں تو سلگتا ہوا دیکھ رہا ہوں۔ وہ کہنے لگے، میرے کہنے پر یقین نہیں ہے؟ کہنے لگا، حضرت! تھوڑی تھوڑی آگ جلتی بھی دیکھ رہا ہوں۔ کہنے لگے تو بیوقوف ہے، تجھے میری بات سمجھ میں نہیں آتی؟ کہنے لگا، حضرت! اب تو انگارے بھی بننا شروع ہو گئے ہیں۔ وہ کہنے لگے، نکل یہاں، سے دفع ہو جا۔ کہنے لگا، حضرت! یہی تو آگ تھی جس کی میں آپ کو خبر دینے کیلئے آیا تھا۔ تو یہ غصہ ایک آگ ہوتی ہے۔ جب تھوڑا سا ہوتا ہے تو آگ سلگ رہی ہوتی ہے، جب زیادہ ہوتا ہے تو آگ لگ جاتی ہے اور جب پورا غصہ میں آ گیا تو غصہ کی آگ میں بھڑک اٹھا۔ جس بندہ کو غصہ زیادہ آئے وہ آتشی النسل ہوتا ہے۔ جبکہ یہ سلسلہ تو شیطان تک جا کر ملتا ہے۔ اللہ سے توبہ کر لو، ایسا نہ ہو کہ تمہارا اس کے ساتھ الحاق کر دیا جائے۔ نعوذ باللہ۔ (ج27 ص122)

زندگی گزارنے کے دو انداز

کائنات میں موجود ہر چیز کو دیکھنے اور اس کے متعلق سوچنے کے دو انداز ہوتے ہیں، ایک مثبت انداز اور ایک منفی انداز۔ اسی بنیاد پر زندگی گزارنے کے بھی دو انداز ہیں مثبت انداز زندگی اور منفی انداز زندگی۔ ہر انسان کے اندر مثبت سوچ بھی موجود ہوتی ہے اور منفی سوچ بھی۔ زندگی کے معاملات میں کوئی انسان اپنی مثبت سوچ کے ذریعہ معاملات کے مثبت پہلو پر نگاہ رکھتا ہے اور کوئی اپنی منفی سوچ کے باعث منفی پہلو پر نگاہ رکھتا ہے۔ فرق یہ ہے کہ جو انسان مثبت سوچ رکھنے والا ہوتا ہے وہ مثبت فیصلہ کر کے اچھے اور بہتر نتائج اخذ کر لیتا ہے اور منفی زاویہ سے دیکھنے والا منفی فیصلہ کر کے نقصان اٹھاتا ہے۔ ایک انگلش رائٹر کا مقولہ ہے:

The life is ten percent how to make it, and ninty percent how to take it.

یعنی دس فیصد آپ کی وہ زندگی ہے جسے آپ اپنی محنت اور ہاتھ سے بناتے ہیں اور نوے فیصد زندگی وہ ہے جسے آپ اپنے ماحول اور معاشرے سے قبول کرتے ہیں۔اب انسان ماحول سے نوے فیصد زندگی کس انداز سے قبول کرتا ہے؟ یہ اس کی اپنی سوچ پر منحصر ہے۔چاہے تو مثبت سوچ کے ذریعہ زندگی میں پیش آنے والے معاملات کے مثبت پہلو پر نگاہ رکھے اور فائدہ حاصل کرلے چاہے منفی پہلو پر نگاہ رکھ کر غلط نتائج اخذ کرلے۔(ج2ص133)

قاری حضرات کی خدمت میں

ہمارے ہاں قاری صاحبان تو بچوں کو بہت مارتے ہیں۔ یہ بچوں پر ظلم کرتے ہیں، روز محشر ان سے پوچھ ہوگی۔ مارنے والے ظالم ہیں اور جن کو مارا جارہا ہے وہ مظلوم ہیں۔ قیامت کے دن دونوں ظالم اور مظلوم بن کر پیش کیے جائیں گے۔شریعت میں اس طرح مارنے کی قطعاً اجازت نہیں ہے۔ہم نے بڑے بڑے علماء اور مفتی حضرات سے اس مسئلہ کی تحقیق کی ہے۔البتہ شریعت یہ کہتی ہے کہ اگر بچے کو سزا دینا ضروری بھی ہو تو اوسط درجہ کے تین تھپڑ لگائے جاسکتے ہیں، تین سے زیادہ نہیں اور وہ بھی چہرہ کے علاوہ کسی اور جگہ پر کیونکہ چہرہ پر مارنے کی ممانعت آئی ہے لیکن ہمارے ہاں تو بچہ تھوڑا سا بھول جائے تو ڈنڈا دے ماریں گے۔نہیں دیکھتے کہ سر پر لگ رہا ہے، ناک پر لگ رہا ہے یا کہاں لگ رہا ہے۔ارے اللہ کے بندے! وہ بچہ ہے، تم نہیں بھولتے؟ اگر اسی قاری صاحب سے وہی پارہ سنا جائے تو دس دفعہ بھولیں گے۔اور بچے نے تو بھولنا ہی ہوتا ہے۔اس نے کونسی چوری کرلی ہے یا کوئی اور جرم کرلیا ہے جو اس قدر سزا دی جاتی ہے۔اس طرح تو بچے سنورنے کی بجائے الٹا بگڑ جاتے ہیں اور دین اور مدارس سے باغی ہوجاتے ہیں۔قاری صاحب تو سمجھتے ہیں کہ وہ اچھا کررہے ہیں اور ثواب کا کام ہے لیکن یہ گناہ ہے جس کا جواب آخرت میں دینا پڑے گا۔ دراصل جو لوگ بچوں کو مارتے ہیں عموماً اپنے نفس کی وجہ سے مارتے ہیں اور گویا اپنی شکست تسلیم کرتے ہوئے مارتے ہیں کہ ہم اس بچے کو سمجھانے سے عاجز ہیں، اس کو اچھے طریقہ سے سمجھانے سے قاصر ہیں مگر انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ شریعت اس بات کی قطعاً اجازت نہیں دیتی کہ بچے کی ہڈیاں پسلیاں توڑ دی جائیں۔ (ج2ص140)

مثبت سوچ

اٹلی کا ایک ڈاکٹر بڑا محنتی آدمی تھا۔ وہ عربی جانتا تھا اور اس نے عرب حکماء کی عربی کتابوں کا ترجمہ اطالوی زبان میں کیا۔ اسے اس کام میں دو سال لگے۔ اس کے بعد وہ بیمار ہو گیا۔ ڈاکٹروں نے تشخیص کی کہ کینسر کا مرض ہے اور یہ بھی بتایا کہ زیادہ سے زیادہ دو سال تک یہ زندہ رہے گا۔ دو سال کے بعد اس کی Death (موت) متوقع ہے۔ اب وہ بستر پر آرام کی حالت میں تھا۔ اس کے دل میں یہ آرزو پیدا ہوئی کہ کاش! میں عرب حکماء کی باقی کتابوں کا ترجمہ بھی اپنی اطالوی زبان میں کردوں تا کہ مخلوق کا فائدہ ہو۔ چنانچہ اس نے Decide (فیصلہ) کرلیا کہ ترجمہ کرنا ہے۔ اس نے لائبریری میں سے عرب حکماء کی بہت سی کتابیں منگوالیں جو کہ طب وحکمت سے متعلق تھیں۔ جب ان کی Sorting (چھان بین) کی کہ کونسی کتابیں اہم ہیں جن کا ترجمہ ہونا چاہیئے تو وہ کتابیں اس نے الگ کرلیں اور انہیں گنا تو وہ اسی (80) کتابیں تھیں۔ اب وہ ترجمہ کرنے کیلئے ذہنی طور پر تیار ہو گیا۔ حالانکہ وہ بیمار تھا، کینسر کا شدید مریض تھا، اس سے بڑھ کر یہ کہ اسے موت سر پر منڈلاتی نظر آرہی تھی لیکن اس سب کے باوجود وہ اس عظیم مہم کیلئے بالکل تیار ہو گیا۔ اس نے ترجمہ کرنا شروع کردیا۔ اسے ہر دن وقت کے کم ہونے کا احساس بھی دامن گیر تھا لیکن وہ اپنے کام میں لگا رہا۔ آپ حیران ہوں گے کہ اس نے پورے دو سالوں کے اندر 80 کتابوں کا ترجمہ اطالوی زبان میں مکمل کرلیا۔ (ج2 ص146)

ڈاکٹر کی ذمہ داری

یورپی ممالک میں ڈاکٹر صاحب قریب الموت لوگوں میں یوں وقت کا احساس پیدا کردیتے ہیں۔ لیکن ہمارے ہاں Third World (تیسری دنیا) میں Death expected (قریب الموت) مریضوں کو بتاتے ہی نہیں کہ اتنے دنوں میں اس کی موت واقع ہو جائے گی۔ بلکہ اس سے یہ بات چھپائی جاتی ہے یہ بات ٹھیک نہیں ہے۔ یورپ میں تو

بالکل کھلے لفظوں میں بتا دیتے ہیں تاکہ مریض ذہنی طور پر اس کیلئے تیار ہو سکے اور جن سے لین دین وغیرہ کرنا ہے وہ کرلے اور گھر والوں کو نصیحت وصیت کر سکے۔ اسی طرح یہاں بھی ڈاکٹروں کو چاہئے کہ بتا دیا کریں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ اللہ توبہ کرلے اور اس کی برکت سے ایمان کی حالت میں چلا جائے اس لئے کہ مؤمن کا عقیدہ ہے کہ یہاں کا مقام عارضی ہے اور ایک دن تو مرنا ہی ہے اس لئے اگر بتا دیا جائے کہ اتنے وقت تک Death ہو جائے گی تو وہ نصیحت وصیت کر سکے گا، لین دین نمٹا لے گا اور کچھ اللہ توبہ کر کے راضی برضا ہو کر تیار ہو جائے گا۔ اس میں زیادہ فائدہ ہے۔ اسی لئے حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ مرتے وقت کوئی نیک آدمی پاس ہونا چاہئے تاکہ وہ اسے ذکر و اذکار کی ترغیب دے۔ ویسے بھی عمر جتنی بھی کم ہو حساب کم دینا پڑے گا۔ حدیث پاک میں کہیں نہیں آیا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے درازی عمر کیلئے دعا فرمائی ہو۔ یہ دعائیں تو فرمائی ہیں کہ علم میں اضافہ فرما، صحت و عافیت کیلئے دعا مانگی لیکن یہ دعا نہیں مانگی ہوگی کہ عمر طویل ہو۔ شاید ایک آدھ مرتبہ عمر میں برکت کی دعا فرمائی ہو۔

حضرت خواجہ بایزید بسطامیؒ کو جب کسی کی موت کی خبر ملتی تو فرماتے، اچھا ہوا چھوٹ گیا۔ یعنی اچھا ہوا جو آزاد ہو گیا۔ کیونکہ دنیا تو مؤمن کیلئے قید خانہ ہے اور قید خانے سے رہائی ہوتے ہوئے غم نہیں ہوتا بلکہ خوشی ہوتی ہے۔ جو دنیا کی اس جیل سے آزاد ہو کر اپنے اصلی گھر آخرت میں پہنچ گیا وہ رہائی پا گیا۔ (ج2 ص147)

بلند ہمتی......اللہ کی مدد کا محور!!!:

لیکن اس قید خانہ سے رہائی پانے کیلئے انسان کو بلند ہمتی سے رہنا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ بلند ہمتی کو پسند فرماتے ہیں، بلند ہمت انسان کے ساتھ اللہ کی مدد ہوتی ہے بلکہ خود اللہ تعالیٰ بلند ہمت مرد مؤمن کے ساتھ ہوتے ہیں۔

God helps those who help themselves.

(خدا ان کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں)

جب انسان بلند ہمتی کا مظاہرہ کرتا ہے تو پھر بدر میں مٹھی بھر جماعت مسلح لشکر جرار کو

خاک آلود کردیا کرتی ہے، سینکڑوں من وزنی دروازہ ایک نیزہ کی نوک سے اکھڑ جایا کرتا ہے، نعرہ تکبیر کی گونج سے قیصر وکسری کے بلند وبالا قلعے زمین بوس ہوجایا کرتے ہیں۔ جب مرد مجاہد اللہ کی مدد کے ساتھ اٹھتا ہے تو دریاؤں اور طوفانی موجوں کو راستہ دینا پڑتا ہے۔ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے سپاہیوں کیلئے درندوں کو بھی جنگل خالی کرنا پڑا۔ حضرت شرحبیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دبلے پتلے صحابی ہیں۔ ایک جنگ کے موقع پر ایک قلعہ کئی دن سے فتح نہیں ہورہا تھا۔ ایک دن اس مرد قلندر کا جذبہ ایمانی جوش میں آتا ہے، اپنا گھوڑا دوڑا کرا کیلے اس قلعہ کے پاس جاتے ہیں اور تین مرتبہ بلند آواز سے نعرہ تکبیر بلند کرتے ہیں اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر! پورے کا پورا قلعہ زمین بوس ہوجاتا ہے۔ یہ قلبی جمعیت تھی، تعلق باللہ تھا، قوت ایمانی تھی کہ قوی ہیکل اور ناقابل تسخیر قلعہ بھی مجاہد کے نعرہ تکبیر کے سامنے نہ ٹھہر سکا۔ جی ہاں ایسا ہوتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ بندہ کی طرف سے قوت ایمانی کے ساتھ ساتھ ہمت، عزم وارادہ اور محنت بھی ہو۔ (ج2ص148)

لمحۂ فکریہ

ہمارے اکابرین نے جو کتابیں پڑھیں، آج کا طالب علم بھی وہی کتابیں پڑھتا ہے۔ وہی بخاری شریف، وہی مسلم شریف، وہی ترمذی شریف، وہی ابوداؤد شریف، وہی تفسیر کی جلالین شریف مگر آج کا ہر طالب علم قاسم نانوتویؒ کیوں نہیں بنتا؟ رشید احمد گنگوہی کیوں نہیں بنتا؟ اشرف علی تھانوی کیوں نہیں بنتا؟ علامہ کشمیری کیوں نہیں بنتا؟ کتابیں وہی ہیں، پڑھنے والوں کے اندر فرق ہے، طلب میں فرق ہے، ادب میں فرق ہے جس کی وجہ سے وہ کمالات حاصل نہیں ہو پاتے۔ حالانکہ وہی الفاظ پڑھتے ہیں مگر ان کے معارف حاصل نہیں ہو پاتے۔ آج اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم وہ تقوی، وہ علم اور اپنے اسلاف کے اخلاق اپنے اندر پیدا کریں تاکہ وہی کمالات اللہ تعالیٰ ہمارے اندر بھی پیدا کردے۔ (ج2ص201)

دل کی گرہ کیسے کھلتی ہے

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ تصوف اضطراب کا دوسرا نام ہے۔ اضطراب نہ رہا تو تصوف ختم ہو گیا۔ جو آدمی اپنے قلب میں اللہ رب العزت کی محبت کی حرارت محسوس نہیں کرتا وہ سمجھ لے کہ مجھے ابھی طریقت سے کچھ حاصل نہیں ہوا۔ یہ ممکن نہیں کہ اللہ والوں کے ساتھ نسبت بھی ہو پھر اس کے دل میں محبت کی چنگاری نہ بھڑکے، یہ کیسے ممکن ہے؟ اللہ والوں نے ایسے اوراد و وظائف متعین کر دیئے ہیں کہ جیسے ہی انسان سلسلۂ عالیہ میں داخل ہوتا ہے اور مراقبہ کرنا شروع کر دیتا ہے تو اللہ رب العزت اس کے دل کی گرہ کو کھول دیتے ہیں۔ (ج2ص152)

محبت والوں کی راتیں

سلف صالحین کے حالات زندگی میں لکھا ہوا ہے کہ وہ رات کے اندھیرے کا اس طرح انتظار کرتے تھے جس طرح کوئی دولہا اپنی دلہن سے ملنے کیلئے رات کے اندھیرے کا منتظر ہوا کرتا ہے۔ یہ انتظار کس لئے ہوتا تھا؟ اس لئے کہ ہم اللہ کے ساتھ بیٹھ کر راز و نیاز کی باتیں کریں گے۔ وہ اللہ کی محبت میں سسکیاں لے لے کر روتے تھے۔ آج ایسے چہرے بہت کم نظر آتے ہیں جو رات کے آخری پہر میں اٹھیں اور اللہ کی محبت میں سسکیاں لے لے کر رو رہے ہوں، ان کے دل میں محبت الٰہی اتنی رچ بس چکی ہو کہ انہیں یاد الٰہی کے سوا اور کسی چیز کے اندر لطف اور سکون ہی نہ آتا ہو۔ (ج2ص155)

سید عطاء اللہ شاہ کی حاضر جوابی

خطابت کے میدان میں سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے تہلکہ مچا دیا۔ ان کی تقریر سن کر ہندو بھی مسلمان ہو جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ذہانت ایسی دی تھی کہ حاضر جواب بہت تھے۔ ایک دفعہ ایک صاحب کہنے لگے، حضرت! آپ تو انگریز کو

Show (تماشہ) دکھاتے ہیں۔فرمایا بھئی! میں انگریز کو Show نہیں دکھاتا، میں تو انگریز کو shoe (جوتا) دکھاتا ہوں۔

ایک دفعہ ایک صاحب حضرت بخاری سے ملے اور کہنے لگے، حضرت! زندگی کیسی گزری؟ فرمایا، بھئی! اپنی آدھی ریل میں گزری اور آدھی جیل میں گزری۔

ایک دفعہ سید ابوالاعلیٰ مودودی کے ساتھ شاہ جیؒ کی ملاقات ہوئی تو ابوالاعلیٰ مودودی فرمانے لگے، شاہ صاحب! آپ کی جماعت کو تقریر کا بڑا ہیضہ ہے۔ شاہ جیؒ نے جواب دیا، جیسے آپ کی جماعت کو تحریر کا ہیضہ ہے۔

ایک جلسہ گاہ میں ہندوؤں اور مسلمانوں کا مجمع ہے۔ شاہ جیؒ نے چاہا کہ میں مسلمانوں اور ہندوؤں سے کچھ پوچھوں۔ چنانچہ حساب کا چھوٹا سا سوال پوچھا۔ ہندوؤں نے تو جواب دے دیا مگر مسلمان نہ دے سکے۔ اب مسلمانوں کی ہونی تو سب کی تھی مگر شاہ جی فرمانے لگے، واہ مسلمانو! تم یہاں بھی بے حساب ہو جبکہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آگے بھی بے حساب والا معاملہ فرمائے گا۔ ماشاء اللہ۔

ایک شخص کہنے لگا، شاہ جی! کیا مردے سنتے ہیں یا نہیں؟ شاہ جیؒ نے فرمایا بھئی! ہماری تو زندہ بھی نہیں سنتے ہم مردوں کی کیا بات کریں۔

ایک دفعہ علی گڑھ پہنچے۔ بعض طلباء نے پروگرام بنایا ہوا تھا کہ تقریر نہیں کرنے دینی۔ شاہ جیؒ سٹیج پر آئے تو طلباء تو اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور شور مچانا شروع کر دیا کہ بیان نہیں کرنے دینا۔ شاہ جیؒ نے کہا، بھئی! ایک بات سنو، میں اتنا سفر کر کے آیا ہوں، اگر اجازت ہو تو میں ایک رکوع پڑھ لوں۔ اب طلباء میں اختلاف ہو گیا۔ کچھ کہنے لگے، جی تلاوت میں کیا حرج ہے اور کچھ کہنے لگے یہ بھی نہیں سننی۔ حتیٰ کہ تلاوت کی تائید کرنے والے غالب آ گئے۔ انہوں نے کہا، جی آپ رکوع سنا دیں۔ شاہ جیؒ نے رکوع پڑھا۔ پھر فرمایا عزیز طالب علمو! اگر اجازت ہو تو اس کا ترجمہ بھی پیش کر دوں۔ طلباء پر تلاوت کا ایسا اثر تھا کہ سب خاموش رہے چنانچہ شاہ جیؒ نے تقریباً دو گھنٹے تقریر فرمائی۔ (ج2ص195)

عورت کی گواہی آدھی ہونے میں حکمت

اسی طرح گواہی کے معاملہ میں کہتے ہیں کہ عورت کی گواہی آدھی ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ لوگ اپنی آنکھوں کے سامنے قتل ہوتے دیکھتے ہیں لیکن گواہ نہیں بنتے کس لئے؟ کہ جی کون مصیبت میں پڑے؟ کون گواہیاں بھگتے؟ کون چکر لگائے عدالتوں کے؟ اور پھر قاتلوں کے ساتھ دشمنی کون لے؟ دیکھنے میں بھی آیا ہے کہ لوگ تو عدالت کے اندر گواہوں کو قتل کر دیا کرتے ہیں۔ ان کی جان، مال، عزت، آبرو ہر چیز خطرہ میں ہوتی ہے۔ گویا گواہی دینا ایک بوجھ ہے، اسی لئے کئی لوگ اس بوجھ کو ادا کرنے سے کتراتے ہیں اور دیکھنے کے باوجود خاموش ہو جاتے ہیں کسی کو کچھ نہیں کہتے۔ جہاں مرد نے گواہی دینی تھی تو حکم دیا کہ تمہاری گواہی پوری گواہی ہوگی، تمہارے سر پر پورا بوجھ رکھا جائے گا۔ عورت نے گواہی دینی تھی تو فرمایا ہم پورا بوجھ تمہارے اوپر نہیں رکھتے تم دو عورتیں آدھا آدھا بوجھ مل کر اٹھا لو تا کہ اگر کوئی تمہارے ساتھ دشمنی کرے گا تو وہ ایک خاندان کے ساتھ نہیں بلکہ دو خاندانوں کے ساتھ دشمنی لے رہا ہوگا۔ تمہارے اوپر جو بوجھ آئے گا وہ آدھا بوجھ ہوگا۔ گویا عورت کے ساتھ نرمی کر دی گئی۔ ورنہ اگر عورت کو کہہ دیا جاتا کہ آپ نے پوری گواہی دینی ہے تو یہ پھر روتی پھرتی کہ جی اتنی بڑی ذمہ داری میرے سر پر ڈال دی۔ اللہ تعالیٰ نے عورت کے ساتھ نرمی کا معاملہ کیا کہ گواہی دینے کا وقت آیا، بوجھ اٹھانے کا وقت آیا تو کہا کہ اب دو خاندان مل کر یہ بوجھ اٹھا لیں تا کہ عورت کو تحفظ زیادہ مل سکے۔ اس کی جان، مال، عزت، آبرو کی زیادت حفاظت ہو سکے۔ اگر ان دو مسائل پر غور کریں تو صاف طور پر واضح ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے عورت کے ساتھ نرمی کا معاملہ کیا ہے۔ (ج2ص210)

عشق کی آگ

بعض سلف صالحین جب اذان دینے کیلئے مینارہ پر چڑھتے، اللہ اکبر کہتے اور اللہ کی جلالت شان سے مرعوب ہو کر اسی وقت گرتے اور اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دیتے تھے۔ آج اللہ اکبر کی آواز ہم بھی سنتے ہیں لیکن ہمارے دلوں پر اس کا اثر نہیں ہوتا۔ کیوں؟ اس لئے کہ محبت کا وہ جذبہ بیدار نہیں ہے، وہ آگ اندر ابھی لگی نہیں ہے۔ کاش! وہ آگ لگ جائے۔ (ج3ص45)

محبت والوں کی نمازیں

اس کے برعکس سلف صالحین اپنی نمازوں پر محنت کرتے تھے اسی لئے جب بھی زمین پران کا سر پڑتا تھا تو اللہ تعالیٰ ان کے حق میں فیصلے فرمادیتے تھے۔ کچھ ایسے لوگ بھی تھے کہ جب اذان کہتے تھے تو پہاڑ بھی پارے کی طرح کانپتے تھے۔ شاعر نے کہا:

سنی نہ مصر و فلسطین میں اذاں میں نے دیا تھا جس نے پہاڑوں کو رعشہ سیماب

سبحان اللہ کتنے خلوص سے سجدے کرتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ وہی عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں قابل قبول ہے جو انسان خالصتاً اللہ کی رضا کیلئے کرتا ہے۔ وہ جانتے تھے کہ لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ کہ حضور قلب کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ شاعر نے آگے آج کے نمازیوں کی حالت بھی بیان کردی، فرمایا:

وہ سجدہ روح زمیں جس سے کانپ جاتی تھی اسی کو آج ترستے ہیں منبر و محراب

(ج 3 ص 49)

محبت الٰہی پیدا کرنے کے ذرائع

اللہ رب العزت نے فرمایا: اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا دوست ہے۔ ولایت کا یہ ابتدائی درجہ ہے جو کلمہ پڑھنے والے ہر بندے کو نصیب ہوتا ہے مگر اس کو اور بڑھانے کی ضرورت ہے۔ اس کو بڑھانے کیلئے دو چیزوں کی ضرورت ہے: ایک ذکر اللہ اور دوسری صحبت اولیاء اللہ۔ شیخ عبداللہ انصاریؒ فرماتے ہیں مَنْ لَّا وَرْدَ لَہٗ لَا وَارِدَ لَہٗ جس کے ورد و وظائف نہیں ہوں گے اس کے اوپر واردات و کیفیات نہیں ہوں گی۔ نیز فرمایا کرتے تھے کہ کوئی نقشبندی ہے، کوئی چشتی ہے، کوئی قادری ہے، کوئی سہروردی ہے، اگر دل میں ایک خدا کی یاد ہے تو تم سب کچھ ہو ورنہ تم کچھ بھی نہیں ہو۔

میرے دوستو! یہ محبت الٰہی کا جذبہ درد دل کی بات ہے، یہ مشینوں کے پاس بیٹھ کر، دکانوں پر بیٹھ کر، سڑکوں اور بازاروں میں بیٹھ کر بیدار نہیں ہوگا بلکہ اس کیلئے تو اہل دل کے پاس آنا پڑتا ہے۔

تمنا درد دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

کیوں؟ اس لئے کہ (ج 3 ص 58)

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی عقیدت ہو تو دیکھ ان کو ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

مہلک مرض

حدیث پاک میں کچھ مہلکات (ہلاک کردینے والی) اور کچھ منجیات (نجات دینے والی) باتیں بتائی گئی ہیں۔ مہلکات میں ایک بڑی چیز جو انسان کو ہلاکت میں ڈالتی ہے وہ عجب ہے۔ اسی لئے فرمایا وَاَعْجَابِ الْمَرْءِ بِنَفْسِہٖ اور انسان کا اپنے نفس کے اندر عجب پیدا کرلینا اس کی ہلاکت کا سبب ہوتا ہے۔ آج ہم سب اس کے مریض ہیں اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہُ، عجب اور تکبر کو تو ہم برائی ہی نہیں سمجھتے۔ ہمیں تو ہر وقت "میں" دکھانے کی فکر رہتی ہے۔ (ج3 ص127)

تین زمانے

ایک وہ زمانہ تھا جب حضرات کچھ عمل کرتے تھے اور اسے چھپا لیتے تھے۔ پھر وہ زمانہ آیا کہ عمل کرتے تھے اور بتا دیتے تھے۔ اور آج وہ زمانہ ہے عمل کرتے بھی نہیں اور بتاتے بھی پھرتے ہیں کہ جی میرا ارادہ حج کرنے کا ہے، جی میرا ارادہ کتاب لکھنے کا ہے، جی میرا ارادہ ایک مدرسہ بنانے کا ہے۔ ابھی ذہنوں میں سوچ ہوتی ہے اور تشہیر پہلے ہی کر رہے ہوتے ہیں تاکہ لوگ اس کا تذکرہ آگے کریں اور ہمارا نفس موٹا ہو۔ ہم نفس کو پالنے میں مشغول ہیں اور نفس ہمیں جہنم میں دھکا دینے میں مشغول ہے۔ ہمارا بنے گا کیا؟ (ج3 ص127)

دنیاوی مال واسباب

عصری علوم حاصل کرنے والے دنیا کما کر دنیاوی ضروریات پوری کر رہے ہیں۔ آخرت کی ضرورتیں تو دنیا کے پیسے سے پوری نہیں ہوسکتیں۔ اگر انہوں نے مال کما بھی لیا تو اس مال سے وہ زندگی کی ہر ضرورت تو پوری نہیں کرسکتے۔ مال سے آپ عینک تو خرید سکتے ہیں بینائی تو نہیں خرید سکتے، مال سے آپ کتابیں تو خرید سکتے ہیں علم تو نہیں خرید سکتے، مال سے آپ اپنے لئے نرم بستر تو خرید سکتے ہیں میٹھی نیند تو نہیں خرید سکتے، مال سے آپ اپنے لئے دوائیں تو خرید سکتے ہیں مگر اچھی صحت تو نہیں خرید سکتے، مال سے آپ اچھا لباس تو خرید سکتے ہیں مگر حسن وجمال تو نہیں خرید سکتے، مال سے آپ کسی کی خوشامد تو کرسکتے ہیں مگر دل کی محبت تو نہیں خرید سکتے اور مال سے آپ خضاب تو خرید سکتے ہیں مگر شباب نہیں خرید سکتے۔ پس معلوم ہوا کہ مال سے ہر کام نہیں ہوسکتا۔ (ج3 ص176)

سب سے بڑی بیماری

دل ایک برتن کی مانند ہے اس میں دو میں سے ایک چیز سما سکتی ہے۔ محبت الٰہی یا محبت دنیا۔ حدیث پاک میں فرمایا گیا حُبُّ الدُّنْیَا رَأسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ دنیا کی محبت ہر خطا کی جڑ ہے۔ یٰلَیْتَ لَنَا مِثْلَ مَا اُوْتِیَ قَارُوْنُ، اے کاش! ہمارے پاس وہ کچھ ہوتا جو قارون کے پاس تھا۔ قارون کے دور کے لوگ بھی یہی کہتے تھے۔ اس لئے کہ اِنَّہٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ (بے شک وہ بڑے نصیب والا ہے)۔

عجیب بات یہ ہے کہ آج ہم باقی سب گناہوں سے توبہ کر لیتے ہیں مگر دنیا کی محبت کے گناہ سے توبہ نہیں کرتے۔ آپ نے کبھی دیکھا ہے کہ آدمی اس بات پر بیٹھا رو رہا ہو کہ اے اللہ! میرے دل سے دنیا کی محبت نکال دے اور میرے اس گناہ کو معاف فرما دے۔ عالم بھی، جاہل بھی، عام بھی خاص بھی، باقی سب گناہوں سے توبہ کریں گے، مگر شاید حب دنیا کو گناہ ہی نہیں سمجھتے اس لئے اس سے توبہ نہیں کرتے حالانکہ یہ گناہوں میں سے بڑا گناہ ہے۔ اللہ کی نیک بندی رابعہ بصریہ تہجد کے وقت اٹھ کر دو دعائیں خاص طور پر مانگتی تھیں۔ ایک تو یہ کہ اے اللہ! رات آ گئی، ستارے چمک رہے ہیں، دنیا کے بادشاہوں نے اپنے دروازے بند کر لئے، تیرا دروازہ اب بھی کھلا ہے میں تیرے سامنے دامن پھیلاتی ہوں۔ اور دوسری دعا یہ مانگتی تھیں کہ اے وہ ذات جس نے آسمان کو زمین پر گرنے سے روکا ہوا ہے، دنیا کی محبت کو میرے دل میں داخل ہونے سے روک دے۔ (ج 3 ص 155)

امام شافعیؒ کا فتویٰ

امام شافعیؒ نے فتویٰ دیا کہ اگر کوئی آدمی وصیت کر جائے کہ میرے مرنے کے بعد میری جائیداد اس بندے کو دی جائے جو انسانوں میں سب سے زیادہ عقلمند ہو تو میں فتویٰ دیتا ہوں کہ زاہد انسان دنیا میں سب سے زیادہ عقلمند انسان ہوتا ہے۔ لہٰذا اسے اس کی جائیداد کا وارث بنا دیا جائے کیونکہ اس نے دنیا کی حقیقت کو دیکھ لیا ہوتا ہے اور اس کے دل سے دنیا کی محبت نکل چکی ہوتی ہے۔ (ج 3 ص 167)

دنیا ایک دن کی ہے

ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ ایک حدیث میں ہے اَلدُّنْیَا یَوْمٌ وَلَنَا فِیْھَا صَوْمٌ کہ دنیا ایک دن کی ہے اور ہم نے اس ایک دن میں روزہ رکھا ہوا ہے۔ تو مؤمن اس دنیا میں روزہ دار کی مانند ہے جو کہ حدود و قیود میں زندگی گزارتا ہے۔ عیش و آرام کی جگہ آخرت ہے۔ (ج3ص167)

قرآن سننے کیلئے فرشتوں کا نزول

ایک صحابیؓ اپنے گھر کے اندر تہجد میں قرآن مجید پڑھ رہے تھے۔ طبیعت ایسی مچل رہی تھی کہ جی چاہتا تھا کہ ذرا جہر (اونچی آواز) سے پڑھیں مگر قریب ہی ایک گھوڑا بندھا ہوا تھا اور چار پائی پر بچہ لیٹا ہوا تھا۔ محسوس کیا کہ جب اونچا پڑھتا ہوں تو گھوڑا بدکتا ہے۔ لہٰذا دل میں خوف پیدا ہوا کہ گھوڑا کہیں بچے کو نقصان نہ پہنچا دے۔ پھر آہستہ پڑھنا شروع کر دیتے۔ ساری رات یہی معاملہ ہوتا رہا۔ جب تہجد مکمل کی اور دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے تو کیا دیکھتے ہیں کہ کچھ ستاروں کی مانند روشنیاں ہیں جو ان کے سر کے اوپر آسمان کی طرف واپس جا رہی ہیں۔ یہ ان روشنیوں کو دیکھ کر حیران ہوئے۔

صبح ہوئی تو وہ صحابیؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کیا کہ اے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے رات کو تہجد اس انداز سے پڑھی کہ بچے کے خوف کی وجہ سے آہستہ پڑھتا تھا اور جی چاہتا تھا کہ ذرا آواز کے ساتھ پڑھوں مگر دعا کے وقت میں نے کچھ روشنیاں آسمان کی طرف جاتے دیکھیں۔ اللہ رب العزت کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ رب کریم کے فرشتے تھے جو تمہارا قرآن سننے کیلئے عرش رحمان سے نیچے اتر آئے تھے۔ اگر تم اونچی آواز سے قرآن پڑھتے رہتے تو آج مدینہ کے لوگ اپنی آنکھوں سے فرشتوں کو دیکھ لیتے۔ سبحان اللہ، سبحان اللہ۔ (ج3ص216)

دنیا میں علماء کی ضرورت

ان مدارس کو محبت کی نظر سے دیکھا کریں۔ اہل مدارس کو محبت کی نظر سے دیکھا کریں۔ جوان مدارس کی خدمت کر رہے ہیں ان سے محبت رکھا کریں۔ جب آپ پیدا ہوتے ہیں تو یہی حضرات آپ کے کانوں میں اللہ کا نام پہنچاتے ہیں۔ جب آپ زندگی کیلئے کوئی ساتھی تلاش کرتے ہیں تو یہی خطبہ پڑھ کر اسے آپ کیلئے حلال بناتے ہیں۔ جب اس دنیا سے جانا ہوتا ہے تب بھی یہی علماء آپ کے جنازے کی نماز پڑھاتے ہیں۔ اور پھر آپ کو دفن کر دیا جاتا ہے۔ (ج 3 ص 197)

طالب علم کیلئے نصیحت

شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریاؒ فرماتے تھے کہ میرے والد مولانا یحییٰؒ فرمایا کرتے تھے کہ طالب علم کتنا ہی کند ذہن کیوں نہ ہو اگر اسے دوستی لگانے کا مرض نہیں تو وہ کبھی نہ کبھی منزل پر پہنچ جائے گا۔ اور کوئی طالب علم کتنا ہی ذہین کیوں نہ ہو، اگر اسے دوستی لگانے کا مرض ہے تو وہ کبھی بھی منزل پر نہیں پہنچ سکے گا۔ اسی طرح انسان دیکھے کہ وہ کن لوگوں کے ساتھ اپنا وقت گزار رہا ہے۔ (ج 3 ص 204)

تفسیر بالرائے

اپنی رائے سے قرآن مجید کی کسی آیت کا کوئی مفہوم ٹھہرا لینا تفسیر بالرائے کہلاتا ہے اور تفسیر بالرائے کے بارے میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے "مَنْ فَسَّرَ الْقُرْآنَ بِرَأْيِهٖ فَقَدْ كَفَرَ" (جس نے اپنی رائے سے قرآن مجید کی تفسیر کی اس نے کفر کیا) بلکہ علماء نے لکھا ہے اگر کسی آدمی کو تفسیر معلوم نہ تھی اور اس نے اپنی عقل سے معانی سوچ لئے اور وہ معانی ٹھیک بھی نکلے مگر اس نے کہا کہ میرے خیال میں یہ تفسیر ہے تو اس کلام میں بھی اس نے غلطی کر دی اس نے تفسیر اپنی طرف منسوب کیوں کی۔ ہم کون ہوتے ہیں کہنے والے کہ میرے نزدیک ایسا ہے۔ (ج 4 ص 15)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان

کائنات میں جتنی بھی ہستیاں آئیں اگر ان کے حالات زندگی پڑھتے ہیں تو وہ ہمیں اپنے بچپن اور لڑکپن میں کسی نہ کسی استاد کے سامنے بیٹھے تعلیم پاتے نظر آتے ہیں، اپنے وقت کے بہترین تعلیمی اداروں کے اندر ہمیں ایک طالب علم بن کر جاتے ہوئے نظر آتے ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ ان تمام ہستیوں نے پہلے مروجہ تعلیم حاصل کی اور پھر اس کو بنیاد بنا کر انہوں نے اپنی زندگیوں میں کچھ اچھے کام کر دکھائے۔ لیکن دنیا میں فقط ایک ہستی ایسی نظر آتی ہے کہ جس کی زندگی کی تفصیلات کو دیکھا جائے تو وہ پوری زندگی کسی کے سامنے شاگرد بن کر بیٹھی نظر نہیں آتی۔ وہ ہستی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یہ وہ ہستی ہیں جنہوں نے دنیا سے علم نہیں پایا بلکہ دنیا کو ایسا علم دیا کہ اس جیسا علم نہ پہلے کسی نے دیا اور نہ بعد میں کوئی دے گا۔ (ج4ص47)

اللہ تعالیٰ کی محبوبیت

محترم جماعت! اللہ رب العزت ہی وہ ہستی ہے کہ کائنات میں جتنی اس سے محبت کی گئی اتنی کسی اور سے نہیں کی گئی، جتنا اللہ رب العزت کی تعریفیں کی گئیں کسی اور کی اتنی تعریفیں نہیں کی گئیں، جتنا دنیا میں اس کے سامنے فریادیں کی گئیں اتنا کسی اور کے سامنے فریادیں نہیں کی گئیں، جتنا اس کی چوکھٹ کو پکڑ کر رویا گیا اتنا کسی اور سخی کے در پر نہیں رویا گیا، جتنا اپنی پریشانیوں میں اللہ کو پکارا گیا کائنات میں کسی اور کو نہیں پکارا گیا۔ جب بے سہاروں کے سہارے نہیں رہتے تب اس کو ایک سہارا نظر آتا ہے۔ وہ اللہ رب العزت کی ذات ہوتی ہے، جب امید کی شمعیں گل ہو جاتی ہیں تو پھر صرف ایک کرن باقی ہوتی ہے، وہ اللہ رب العزت کی ذات ہوتی ہے، جب انسان ساری مخلوق کی بے وفائی سے ناامید ہو جاتا ہے تب اسے وفا والی ایک ہی ذات نظر آتی ہے، جب اسے کوئی فائدہ دینے والا نظر نہیں آتا تو اسے پروردگار عالم کی ذات نظر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا نظارہ کرنے والے انسان کے دل پر جب اللہ تعالیٰ کی عظمت ثبت ہو جاتی ہے تو انسان کی توجہ اپنے پروردگار کی طرف رہتی ہے۔ جس کی وجہ سے اسے گناہ کرنے کی جرأت ہی نہیں ہوتی کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اگر میں نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی تو رب کریم مجھ سے ناراض ہوں گے۔ (ج4ص169)

گناہوں سے بچنے کی اہمیت

سنئے اور دل کے کانوں سے سنئے۔ ہم سب نے کلمہ پڑھ کر اقرار کیا کہ اے پروردگار! ہم تیرے حکموں کی فرمانبرداری کریں گے۔ اسی لئے ہمیں مخاطب کرتے ہوئے اللہ رب العزت نے بار بار فرمایا یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اے ایمان والو! مطلب یہ ہے کہ ہم نے تسلیم کرلیا ہے کہ اے پروردگار! اب ہماری زندگی تیرے حکموں کے مطابق گزرے گی۔ ہمیں ایسا قدم اٹھانا ہے جس کی وجہ سے گناہوں سے بچ جائیں اور ہماری زندگی معصیت سے خالی ہو جائے۔ یاد رکھئے کہ جو انسان اپنے علم اور ارادے سے گناہ کرنا چھوڑ دیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس بندے کی دعاؤں کو رد کرنا چھوڑ دیتا ہے۔

جب انسان گناہ کرتا ہے تو پروردگار عالم ناراض ہوتے ہیں۔ یہ بات اس سے زیادہ پسندیدہ ہے کہ بندہ نفلی اعمال کم کرے مگر گناہ کرنا چھوڑ دے۔ اگر کوئی آدمی نفلی عبادات زیادہ نہیں کرسکتا، تسبیحات زیادہ نہیں کرسکتا، بہت زیادہ وظیفے نہیں کرسکتا تو کوئی بات نہیں مگر اس کو گناہوں سے مکمل بچنا چاہئے۔ کوئی کام ایسا نہ کرے جو معصیت ہو۔ اسی لئے مشائخ وضاحت کرتے ہیں کہ جو بندہ عبادت کی کثرت کرتا ہے مگر اس کے ساتھ زبان سے گناہ کرتا ہے، آنکھ سے گناہ کرتا ہے، دل و دماغ سے گناہ کرتا ہے وہ اس درجے کو نہیں پاسکتا جس کو وہ انسان پالیتا ہے جو عبادات تو زیادہ نہیں کرتا مگر اپنے آپ کو گناہوں سے بچاتا ہے۔ (ج 4 ص 104)

شر کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدابیر

یاد رکھنا کہ ظاہر میں بندہ دین کا کام کر رہا ہوتا ہے لیکن اندر سے وہ دین سے محروم ہو رہا ہوتا ہے۔ چنانچہ شر کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدابیر کی چند علامتیں سن لیجئے۔

☆۔ ایسے بندے کو اللہ تعالیٰ دین کا علم دیتے ہیں مگر عمل کی توفیق سلب کر لیتے ہیں۔

☆۔ عمل کی توفیق دے دیتے ہیں مگر اخلاص سے محروم کر دیتے ہیں۔

☆۔ اس کو اولیاء کی صحبت تو دے دیتے ہیں مگر اولیاء کا ادب اور ان کی عقیدت دل سے نکال لیا کرتے ہیں۔ یعنی ظاہراً دین کا کام کر رہا ہوگا مگر حقیقت میں کچھ بھی پلے نہیں ہوگا۔ (ج 4 ص 113)

علم اور معلومات میں فرق

علم اور معلومات میں فرق ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ نے طلباء سے پوچھا، علم کسے کہتے ہیں، کسی نے کہا، جاننا۔ کسی نے کہا پہچاننا۔ کسی نے کچھ کہا کسی نے کچھ۔ حضرت خاموش رہے۔

طلباء نے عرض کیا، حضرت! آپ ہی بتا دیجئے۔ حضرت نے فرمایا! علم وہ نور ہے جس کے حاصل ہونے کے بعد اس پر عمل کئے بغیر چین نہیں آتا۔ کیونکہ وہ تمام خبریں جو انسان کے دماغ میں تو موجود ہیں مگر عمل میں نہیں، تو وہ معلومات کہلائیں گی۔ اسی لئے شریعت مطہرہ نے علم نافع مانگنے کا حکم دیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دعائیں مانگتے تھے کہ "اے اللہ! مجھے علم نافع (نفع دینے والا علم) عطا فرما"۔ علم نافع وہی ہوتا ہے جس پر عمل کیا جائے اور اگر فقط معلومات ہوں تو یہ وبال بن جاتی ہیں۔ (ج4 ص127)

دل ہلا دینے والا مذاق

دیہاتیوں کے اندر علم نہیں تھا، کئی ایسی مساجد بھی دیکھیں جہاں لوگوں نے جبہ رکھا ہوتا ہے، ایک پگڑی رکھی ہوتی ہے اور ایک داڑھی بنی ہوئی پڑی ہوتی ہے۔ امام صاحب سوٹ پینٹ میں آتے ہیں اور مصلے پر کھڑا ہونے سے پہلے جبہ پہن لیتے ہیں اور پگڑی بھی باندھ لیتے ہیں۔ اور یہ بات کہتے ہوئے دل پانی پانی ہوتا ہے کہ مسجد میں پڑی ہوئی داڑھی اٹھا کر لگا لیتے ہیں اور اس حال میں امامت کرواتے ہیں۔ آپ نے سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا مذاق کبھی نہیں سنا ہوگا۔ (ج4 ص144)

خراج تحسین

اللہ رب العزت ہمارے حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ یقین کیجئے کہ اگر ہم ان کے جوتے سر پر رکھیں تو بھی ان کا ادب نہیں کر سکتے۔ ہمارے علمائے ہمارے سینوں پر پاؤں رکھ کر آگے گزر جائیں تو پھر بھی ہمیں اس کا دکھ نہیں ہوگا۔ انہوں نے اپنا فرض منصبی پورا

کر کے دکھا دیا۔ اس لئے آج کوئی بھی چیز دین کے خلاف ہو اگر چہ کہیں بھی ہو تو دنیا میں پاکستان ہی ایسا ملک ہے کہ جہاں کے علماء سب سے پہلے اس کی نشاندہی کرتے ہیں۔ اس ملک کی قدر باہر جا کر آتی ہے۔ یہاں رہتے ہوئے تو اقتصادی حالات کی وجہ سے ہر بندہ شکوے کر رہا ہوتا ہے لیکن خدا کے بندو! تمہارا دین اور ایمان یہاں رہتے ہوئے محفوظ ہے تم نے اس کی کوئی قیمت بھی نہیں ڈالی۔ اگر باہر جا کر تمہیں چند ٹکے مل جاتے ہیں تو کیا وہ ایمان کی قیمت بن سکتے ہیں؟ نہیں بن سکتے۔ یورپ میں جتنے مسلمان ہیں ان سب کو پیٹ بھر کر کھانے پینے کو ملتا ہے۔ اور جب کھانے پینے کو ملے تو بندہ پیٹ بھرا ہوتا ہے اور اس سے معصیت کی طرف میلان بڑھتا ہے۔ (ج4 ص144)

تقریر اور تحریر کا فیض

اس دین پر کام تقریر کے ذریعے سے بھی کیا گیا اور تحریر کے ذریعے سے بھی۔ محدثین نے درس دیئے، مفسرین نے درس دیئے، مشائخ عظام نے درس دیئے اور اپنے اپنے وقت میں لوگوں کے دلوں کو گرمایا۔ یہ بھی ایک بڑا کام تھا مگر تحریر کا کام اس سے بھی بڑا کام ہے جس کی عمر ہزاروں سال ہوا کرتی ہے۔ اس لئے کہہ سکتے ہیں کہ تحریر کا فیض تقریر کے فیض سے ہمیشہ زیادہ ہوتا ہے۔ (ج4 ص146)

امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو خاص نشانیاں

امت مسلمہ کی جہاں اور بہت ساری خوبیاں ہیں وہاں اس امت کی ایک خوبی تورات وانجیل میں یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ اس امت کے علماء دین اسلام پر بہت زیادہ کتابیں لکھیں گے، اس سے پہلے کسی امت نے دین پر اتنی کتابیں نہیں لکھی ہوں گی۔ اور دوسری خوبی یہ بیان فرمائی گئی کہ یہ امت اللہ کے ذکر کیلئے اللہ کے نام پر آپس میں مل بیٹھا کرے گی اور سب اللہ کو یاد کریں گے۔ گویا یہ دو نشانیاں خاص طور پر اس امت میں موجود ہوں گی۔ (ج4 ص149)

عہد حاضر میں علماء کی خدمات

آپ دیکھئے کہ پورے پاکستان میں چند شخصیتیں ایسی نمایاں ہیں جو واقعی ٹھوس بنیادوں پر کام کررہی ہیں اور دین کے بارے میں کسی نہ کسی عنوان پر کچھ نہ کچھ لکھتے چلے جا رہے ہیں۔ حضرت مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم، حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مفتی رشید احمد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات قابل صد آفرین ہیں۔ دیکھیں کہ اگر ان جیسے علماء ہوں تو بتائیں کہ کوئی پینٹ کوٹ والا ان حضرات کی بے ادبی کر سکتا ہے۔ آپ جو یہ کہتے ہیں کہ آج انگریزی دان لوگ علماء کی قدر نہیں کرتے تو آپ ذرا ایسے عالم بن کر تو دکھائیں پھر یہ انگریزی دان آپ کے جوتے اٹھاتے پھریں گے۔ یہ آپ کے سامنے بچھتے پھریں گے۔ مگر ان کے سامنے ایسی شخصیتیں تو ہوں۔ (ج4ص159)

دل کی سختی کو دور کرنے کا طریقہ

محترم جماعت! آپ میں سے بعض لوگ آکر بتاتے ہیں کہ ہمارے دل سخت ہو چکے ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ ہم تنہائیوں میں بیٹھ کر روتے نہیں۔ اگر ہمیں اللہ تعالیٰ کے عشق میں رونا آئے، قرآن سن کر رونا آئے، اپنے گناہوں کو یاد کر کے رونا آئے تو اس نے رونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ دلوں کی سختی کو دور کر دیا کرتے ہیں۔ یاد رکھئے کہ پتھر کتنا سخت ہوتا ہے۔ اس کے اوپر پانی کا ایک ایک قطرہ گرتا رہے تو پانی کا وہ قطرہ اس پتھر میں راستہ بنا لیتا ہے۔ بالکل اسی طرح مؤمن جب اپنے گناہوں کو یاد کر کے روتا ہے تو اس کے آنسوؤں کا پانی اس کے دل کے پتھر میں بھی راستہ بنالیا کرتا ہے...... یہی سیکھنے کیلئے تو خانقاہوں میں آنا ہوتا ہے، اللہ والوں کی محفل میں آنا ہوتا ہے۔ یہ دل کاروبار میں لگنے سے نرم نہیں ہوتے، گھر میں بیٹھنے سے نرم نہیں ہوتے، یہ من پسند کھانا کھانے سے نرم نہیں ہوتے، یہ آرام کی نیند سونے سے نرم نہیں ہوتے، یہ چین کی بنسی بجانے سے نرم نہیں ہوتے، بلکہ یہ خشیت الٰہی کی وجہ سے رونے سے نرم ہوتے ہیں۔ (ج4ص193)

جہنم کی آگ کی شدت

ارشادنبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے مَنْ بُکٰی مِنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ جوکوئی رو پڑا اللہ کی خشیت سے حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ النَّارِ۔ اللہ تعالیٰ اس پر جہنم کی آگ حرام فرما دیتے ہیں۔ جہنم کی آگ کو دنیا کی آگ کی طرح مت سمجھنا۔ جہنم کی آگ دنیا کی آگ سے ستر گنا زیادہ سخت اور گرم ہے۔ جہنم کی آگ میں اتنی شدت ہے کہ اس آگ کا ایک ذرہ اگر طلوع آفتاب کی جگہ پر رکھ دیا جائے اور کوئی بندہ غروب آفتاب کی جگہ پر موجود ہو تو اس آگ کی شدت اور گرمی سے وہ بندہ وہاں پر بھی جل جائے گا۔ دوزخیوں کے پسینے کے قطرے اس قدر گرم ہوں گے کہ اگر ان کو احد پہاڑ کے اوپر ڈال دیا جائے تو وہ پہاڑ بھی پگھل جائے۔ اسی لئے حدیث پاک میں آیا ہے نَارُکُمْ ھٰذِہٖ اَحَدًا وَ سَبْعُوْنَ جَزَاءً مِنْ نَارِ جَھَنَّمَ یہ تمہاری دنیا کی آگ جہنم کی آگ کے حصوں میں سے اکہتر واں حصہ بنتی ہے۔ (ج4ص164)

پلکوں کے بال کی گواہی

محترم جماعت! قیامت کے دن ایک آدمی اپنے گناہوں پر نادم ہوگا مگر اس کی شفاعت کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔ پھر اس آدمی کی پلکوں کا ایک بال گواہی دے گا۔ حدیث پاک میں آیا ہے۔ فَتَشْھَدَ تِلْکَ الشَّعْرِ پلکوں کا وہ بال اس بندے کیلئے گواہی دے گا کہ اِنَّہٗ قَدْ بُکٰی فِی الدُّنْیَا مِنْ خَوْفِ رَبِّہٖ اے اللہ! یہ بندہ دنیا میں آپ کے خوف کی وجہ سے رویا تھا فَیُغْفَرُ لَہٗ وَ یُنَادِی مُنَادٍ اس کی بخشش کردی جائے گی۔ اور ایک اعلان کرنے والا فرشتہ یہ اعلان کرے گا کہ اے لوگو! ھٰذَا عَتِیْقُ اللّٰہِ تَعَالٰی بِشَعْرِہٖ یہ وہ بندہ ہے جس کی پلکوں کے بال کی گواہی کو قبول کرکے اللہ تعالیٰ نے اسے جہنم کی آگ سے بری فرما دیا۔ سبحان اللہ۔ (ج4ص190)

دل کی سختی

انسان کے دل کی مثال زمین کی مانند ہے۔ جس زمین کو بے کار چھوڑ دیا جائے اور محنت نہ کی جائے تو کچھ عرصہ بعد وہ زمین سخت ہو جاتی ہے اور کاشت کے قابل نہیں رہتی۔ اسی طرح جب کوئی انسان اپنے دل پر محنت نہ کرے اور دل کی زمین کو ایک عرصہ تک خالی چھوڑے رکھے تو یہ بھی بنجر ہو جاتی ہے، یہ بھی سخت ہو جاتی ہے، اس میں بھی پھر نیکی کے پھول پودے نہیں اُگتے۔ قرآن پاک سے اس کی دلیل ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کے بارے میں فرماتے ہیں فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ ان پر غفلت کی ایک طویل مدت گزر گئی۔ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ان کے دلوں کو سخت کر دیا گیا۔ (ج4ص193)

محفل کے گناہگاروں کی بخشش

بیہقی شریف کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ وعظ فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وعظ سن کر ایک صحابی رو پڑے۔ ان کے رونے کی آواز بلند ہوگئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے رونے کی آواز سنی تو فرمایا کہ اس گنہگار کا رونا اللہ تعالیٰ کو اتنا پسند آیا ہے کہ آج اس محفل میں جتنے لوگ موجود ہیں اللہ تعالیٰ نے سب کی بخشش فرما دی ہے۔ (ج4ص196)

عالم بیداری میں زیارت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا نسخہ

آج دنیا کہتی ہے کہ جی ایسا وظیفہ بتاؤ کہ جس سے خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہو جائے۔ میرے محسن! میرے دوست! میں تجھے وہ وظیفہ نہ بتاؤں کہ تو بیداری کی حالت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کیا کرے۔

مشائخ فرماتے ہیں کہ جو انسان اپنی رفتار میں، اپنی گفتار میں، اپنے کردار میں، لیل و نہار میں، معاشرت میں، حتیٰ کہ اپنی زندگی کے ہر کام کاج میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے میں کمال پیدا کر لیتا ہے اللہ رب العزت اسے جیتے جاگتے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کروا دیا کرتے ہیں۔ سوتے میں دیکھتے ہو، جاگتے میں کیوں نہیں دیکھتے؟ (ج4ص203)

ماں باپ کی دعاؤں کا مقام

ماں باپ کی دعاؤں کو کیا سمجھتے ہو؟ یاد رکھنا کہ یہ ماں ہی ہے کہ جب کبھی ہاتھ اٹھا دیا کرتی ہے تو اس کی دعا سیدھی عرش پہ جاتی ہے، آسمان کے دروازے کھلتے چلے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے اور اس دعا کے درمیان کوئی حجاب نہیں رہتا اور دعا کو پروردگار کے حضور پہنچا دیا جاتا ہے۔ (ج 4 ص 207)

شعبان کا معنی

بعض علماء نے لکھا ہے کہ شعبان کا لفظ ''شعبہ'' سے نکلا ہے۔ یہ لفظ اردو میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ کام کے کسی ایک حصے کو شعبہ کہتے ہیں۔ شعبان کا لفظ بنا ہی اسی لئے ہے کہ اس مہینے میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل کے خاص شعبہ جات کام کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر جب ملک کے اندر الیکشن ہونے ہوتے ہیں تو کئی شعبہ جات کام کرنا شروع کر دیتے ہیں جو عام حالات میں کام نہیں کر رہے ہوتے یا تھوڑا کام کر رہے ہوتے ہیں۔ مگر ان دنوں میں ان کا کام بڑھا دیا جاتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل کا کام تو ہر وقت ہو رہا ہے مگر رجب، شعبان اور رمضان میں ان شعبہ جات کے کام کو پھیلا دیا جاتا ہے۔ (ج 4 ص 208)

انفاق فی سبیل اللہ

حضرت خواجہ عبدالمالک صدیقی ؒ کا یہ حال تھا کہ جب کبھی اخراجات کرتے کرتے پیسے کم ہو جاتے تو جو رہ جاتے تھے ان کو بھی جلدی سے صدقہ کر دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ جب جیب خالی ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ خود جیب کو بھر دیتے ہیں۔ اور ہماری یہ حالت ہے کہ جو بچ جائے اس کو ہم سنبھال سنبھال کر رکھتے ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ دل پیسوں سے لگا ہوا ہے۔ (ج 4 ص 215)

ایک عجیب نکتہ

دعا مانگنے کے بارے میں ایک نکتہ سمجھ لیجئے کہ جب ہم دعا مانگتے ہیں کہ اے اللہ! ہمیں نیک بنادے تو اس دعا کے مانگنے کا ایک فائدہ تو کم از کم یہ ہے کہ کل قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ پوچھیں گے کہ اے میرے بندے! تو نیک کیوں نہ بنا؟ تو وہ بندہ کہہ سکے گا کہ اے میرے پروردگار! میں آپ سے دعا تو مانگتا تھا۔ جب نامہ اعمال میں دعا موجود ہوگی تو اللہ تعالیٰ اسی دعا کو عذر بنا کر اس بندے کی مغفرت فرمادیں گے کہ ہاں بھئی ہم سے دعا مانگتا تو تھا کہ اے اللہ، مجھے نیک بنادے۔ اس لئے سب سے پہلی دعا یہ مانگئے کہ اے اللہ! مجھے نیک بنادے۔ (ج4ص223)

ذرا سنبھل کر قدم اٹھانا

ایک بزرگ کی والدہ فوت ہوگئیں۔ اللہ تعالیٰ نے الہام فرمایا، اے میرے پیارے! جس کی دعائیں تیری حفاظت کرتی تھیں وہ ہستی اب اس دنیا سے اٹھ گئی ہے، اب ذرا سنبھل کر قدم اٹھانا۔ (ج4ص207)

شکوے ہی شکوے

آج اکثر جگہوں پر دیکھا گیا ہے کہ اقتصادی اور معاشی مسائل کی وجہ سے ہر مرد اور ہر عورت کی زبان سے شکوے سننے میں آتے ہیں۔ کسی کو اولاد کا شکوہ، کسی کو مال کا شکوہ، کسی کو کاروبار کا شکوہ، الا ماشاء اللہ۔ کوئی بندہ سینکڑوں میں نظر آتا ہوگا کہ جو کہے کہ اللہ نے مجھے جس حال میں رکھا ہوا ہے میں راضی ہوں۔ ہر ایک کہے گا کہ میں بڑا پریشان ہوں باقی ساری دنیا سکھی زندگی گزار رہی ہے۔ اگر وہ جس کو یہ سکھی سمجھتا ہے اس کے غم لے کر اس کو دے دیئے جائیں تو یہ پہلے سے بھی زیادہ پریشان ہوجائے۔ تو اللہ رب العزت نے جس کو جس حال میں رکھا ہے ہمیں چاہیئے کہ ہم اس کا شکر ادا کریں۔ (ج5ص20)

اللہ کی طرف سے بیمار پرسی

کسی بزرگ کا قول ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام سے ان کی بیماری کے ایام کے بعد پوچھا گیا کہ حضرت! یہ صحت کا زمانہ اچھا ہے یا وہ بیماری کا زمانہ اچھا تھا۔ فرمانے لگے کہ صحت بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، بیماری بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، لیکن ایک بات عجیب ہے کہ جب میں بیمار تھا اور صبح ہوتی تھی تو اللہ رب العزت پوچھتے تھے کہ ایوب تیرا کیا حال ہے؟ مجھے اس بات سے اتنی لذت ملتی تھی کہ پورا دن مجھے تکلیف نہیں ہوتی تھی۔ جب شام ہوتی تو اللہ تعالیٰ پھر عیادت فرماتے کہ ایوب! تیرا کیا حال ہے؟ اس سے ساری رات مجھے تکلیف محسوس نہیں ہوتی تھی۔ بیماری تو چلی گئی لیکن اللہ رب العزت کی عیادت کرنے کا لطف اور مزہ مجھے آج بھی یاد آتا ہے۔ (ج5 ص58)

پرنم آنکھوں کا بدلہ

حضرت عبداللہ ابن سلامؓ فرماتے ہیں کہ قیامت کا دن ہوگا۔ حساب کتاب ابھی قائم نہیں ہوگا کہ ایک منادی اعلان کرے گا کہ جن لوگوں کا اللہ تعالیٰ پر حق ہے وہ اپنا حق لے لیں۔ اور مخلوق حیران ہوگی کہ اللہ تعالیٰ پر کس کا حق ہے تو وہ پوچھے گی کہ اللہ تعالیٰ پر حق کس کا ہے؟ تو فرشتہ کہے گا کہ جس بندے کو دنیا میں کوئی غم پہنچا جس کی وجہ سے اس کی آنکھیں پرنم ہو گئیں اب اس بندے کا اللہ پر حق ہے کہ یہ ان پرنم آنکھوں کا بدلہ اپنے پروردگار سے لے لے۔ چنانچہ لوگ کھڑے ہو جائیں گے کہ مجھے بھی غم ملا تھا، مجھے بھی غم ملا، میں بھی رویا تھا، میں بھی رویا تھا۔ یوں ان کو اللہ رب العزت اپنی شان کے مطابق اجر دیں گے جوان کے گناہوں کی بخشش کیلئے کافی ہو جائے گا۔ (ج5 ص64)

ایک زریں اصول

ایک اصول یاد رکھئے کہ استاد اگر کافر ہوگا تو وہ شاگرد کو قرآن پڑھا کر بھی کافر بنا دیگا اور اگر استاد مسلمان ہوگا تو وہ انجیل پڑھا کر بھی شاگرد کو مسلمان بنا دیگا۔ یہ استاد پر منحصر ہے۔ (ج5 ص106)

اللہ کی طرف سے معذرت

بعض بزرگوں نے لکھا ہے کہ قیامت کے دن اللہ رب العزت ایک بندے کو کھڑا کریں گے۔ یہ وہ بندہ ہوگا کہ جس کا رزق دنیا میں تھوڑا ہوگا، تنگ ہوگا، اور وہ تنگی کے اوپر صبر اور شکر کے ساتھ وقت گزارے گا۔ اللہ رب العزت اپنے اس بندے سے اس طرح معذرت کریں گے جس طرح دوست اپنے دوست سے معذرت کیا کرتا ہے۔ یوں معذرت فرمائیں گے کہ میرے بندے میں نے دنیا میں تمہیں تھوڑا رزق دیا تھا کوئی بات نہیں، اچھا میں تجھے آج اپنی نعمتیں دیتا ہوں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ ان کو اپنی جنتیں عطا فرمائیں گے۔ (ج5 ص64)

زمانۂ حاضر

ایک وقت تھا کہ جب تہجد کے فوت ہونے پر لوگ رویا کرتے تھے۔ پھر ایک وقت ایسا آیا کہ تکبیر اولیٰ کے فوت ہونے پر رویا کرتے تھے۔ لیکن آج وہ وقت آچکا ہے کہ فرض کی جماعت بھی حاصل نہیں۔ حتیٰ کہ نماز بھی اگر قضاء ہوگئی تو کوئی انسان اس پر غم کرنے والا نظر نہیں آتا۔ آج کا زمانہ فتنے کا زمانہ ہے۔ فتنے سواری پر سوار ہو کر آرہے ہیں اور ہماری حالت یہ ہے کہ ہم پہلے سے کمزور ہوتے چلے جارہے ہیں۔ (ج5 ص117)

کیمیائے احمر

شیطان نے ہر طرف اندھیرا پھیلایا ہوا ہے۔ خواہشات نفسانی کا غلبہ ایسا ہے کہ باہر بھی اندھیرے ہیں اور من میں بھی اندھیرے ہیں۔ اب ایسے میں اگر کوئی ایسا شیخ مل جائے جو آپ کو سلوک سکھانے کیلئے محنت کرنے والا ہو، اخلاص کے ساتھ سلوک کے راستے پر چلانے والا ہو تو بقول حضرت مجدد الف ثانیؒ اس کو کیمیائے احمر سے کم نہ سمجھنا چاہیے اس لئے کہ جس دور میں لوگ کم ہوں پھر اس دور میں جو بھی ہوتے ہیں اللہ رب العزت ان کی قدر و قیمت کو بڑھا دیا کرتے ہیں۔ (ج5 ص124)

تہجد سے محرومی کا علاج

حسن بصریؒ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا، حضرت! مجھے رات جاگنے کی توفیق نہیں ہوتی۔ فرمایا کہ اے دوست! تو دن کے وقت میں اپنے آپ کو گناہوں سے محفوظ کر لے اللہ تعالیٰ تجھے رات کے اعمال کی توفیق نصیب فرمادیں گے۔ اگر ہم دن میں گناہوں سے بچ جائیں تو اللہ تعالیٰ ہمیں رات کو تہجد کی توفیق عطا فرمادیں گے۔ (ج 5 ص 129)

انمول عناصر

ایک بزرگ سے موت کے قریب پوچھا گیا آپ کی زندگی کی کوئی آخری تمنا ہے تو بتائیں۔ فرمانے لگے، میرے دل میں ایک ہی تمنا ہے کہ ایک لمبی سردیوں کی رات ہوتی جسے میں اپنے رب کے حضور اسے منانے میں گزار دیتا۔ سبحان اللہ۔ (ج 5 ص 128)

خشیت الٰہی کی پہچان

جب ایک آدمی کو اللہ تعالیٰ خشیت عطا فرمادیتے ہیں تو اس کی پہچان یہ ہوتی ہے کہ وہ آدمی گناہوں سے بچ جایا کرتا ہے۔ یاد رکھنا ہر چیز کی کوئی دلیل ہوتی ہے اگر کوئی پوچھے کہ اس کو خشیت الٰہی حاصل ہے یا نہیں تو اس کی دلیل یہ ہوگی کہ اس نے اپنی زندگی میں گناہوں کو ترک کر دیا ہے یا نہیں۔ اگر گناہوں کو ترک کر چکا ہے پھر اسے خشیت کی وہ کیفیت حاصل ہے۔ گناہوں کو ترک کر دینا یہ مؤمن کی زندگی کا مقصد ہے۔ اس لئے کہ گناہوں کی لذت ابتداء میں شہد کی مانند ہوتی ہے مگر گناہوں کا انجام زہر کی کرواہٹ کی طرح ہوا کرتا ہے۔ (ج 5 ص 134)

روز محشر اللہ تعالیٰ کا اعلان

عبداللہ بن انیسؓ فرماتے ہیں کہ روز محشر اللہ تعالیٰ پکار کر فرمائیں گے کہ میں منصف بادشاہ ہوں، کوئی جنتی جنت میں اور کوئی دوزخی دوزخ میں اس وقت تک نہیں جا سکتا جب تک کہ اہل حقوق کے حقوق ان کو نہ دلا دیئے جائیں۔ (ج 5 ص 234)

امام اعظم کی شرم وحیاء

ہم اپنے اسلاف کی زندگیوں کو دیکھیں تو یہ چیزیں ہمیں ان میں عجیب وغریب نظر آتی ہیں۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ ایک مرتبہ تشریف لے جارہے تھے۔ ایک جگہ ایک آدمی حمام سے نہا کر نکلا تو اس نے ایسا تہبند باندھا ہوا تھا کہ اس کے گھٹنوں سے اوپر تھا یعنی جسم کا وہ حصہ جو مرد کیلئے چھپانا ضروری ہے وہ ننگا تھا۔ تو آپ نے اپنی آنکھوں کو فوراً بند کرلیا۔ وہ آدمی قریب آیا اور کہنے لگا، اے نعمان! آپ کب سے اندھے ہوئے؟ آپ نے فرمایا: جب سے تجھ سے حیاء رخصت ہوئی تب سے میں اندھا ہوگیا ہوں۔ (ج5ص169)

ایمان کی حلاوت کا طریقہ

ہمیں چاہئے کہ ہم جب راستوں پر چل رہے ہوں تو اپنی نگاہوں کو نیچے رکھیں۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ جو بندہ اپنی نگاہوں کو غیر محرم سے محفوظ کرلیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس کو ایمان کی حلاوت عطا فرمادیتے ہیں۔ بعض احادیث میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس کو عبادات میں لذت عطا فرمادیتے ہیں۔ اب آج نماز کا سرور کیوں حاصل نہیں؟ سجدے کے اندر کیوں مزہ نہیں آتا؟ تلاوت قرآن میں کیوں لطف نصیب نہیں ہوتا؟ اس لئے کہ نگاہیں پاک نہیں ہوتیں۔ (ج5ص171)

قبولیت دعا کا لمحہ

ایک جگہ پر عجیب بات لکھی ہوئی تھی کہ جب آدمی کسی گناہ پر قادر ہوتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کے ڈر کی وجہ سے وہ گناہ نہیں کرتا، اس لمحے وہ جو بھی دعا مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو قبول فرمالیتے ہیں۔ تجربے والی بات ہے، آپ اسے آزما کر دیکھ لیجئے کہ آپ کہیں جارہے ہوں، جی چاہتا ہے کہ نگاہ اٹھا کر دیکھیں کہ سامنے کون ہے مگر آپ اپنے نفس کے خلاف کرتے ہوئے اپنی نگاہوں کو نیچا کرتے ہیں تو اس وقت آپ اللہ تعالیٰ سے جو بھی مانگیں گے، اپنی زندگی میں اسے اپنی آنکھوں سے پورا ہوتے ہوئے دیکھیں گے۔ (ج5ص171)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا شرم وحیاء

اللہ تعالیٰ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو عجیب حیاء عطا فرمایا تھا۔ ایک دفعہ چاند کی پہلی تاریخ تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں آپ کی بیٹی فاطمہؓ تشریف لائی تھیں۔ پوچھا، فاطمہ! کیا تم نے چاند دیکھا ہے؟ عرض کیا، اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے چاند نہیں دیکھا۔ فرمایا، بیٹی تم نے کیوں نہ دیکھا؟ وہ خاموش ہو گئیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ پوچھا، اس کی کیا وجہ تھی؟ سیدہ فاطمہؓ نے جواب دیا، اے ابا جان! میرے دل میں خیال آیا کہ آج پہلی کا چاند ہے، سب لوگ چاند کی طرف دیکھ رہے ہوں گے، اگر میں بھی دیکھوں گی تو میری نگاہیں اور غیر محرم مردوں کی نگاہیں چاند کے اوپر اکٹھی ہوں گی، میں نے اس بات کو شرم وحیاء کے خلاف پایا، اس لئے میں نے آج چاند نہیں دیکھا۔ سبحان اللہ، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسی بیٹیاں عطا کرے جن میں ایسی حیاء ہو اور اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسی زندگی عطا فرمائیں کہ ہماری زندگی سے گناہ نکل جائیں۔ (ج 5 ص 193)

عقل کی زکوٰۃ

مؤمن جب ان باتوں کو سامنے رکھتا ہے تو پھر اس کے اندر حلم پیدا ہو جاتا ہے۔ حلم کہتے ہیں دوسرا نادانی سے کوئی بات کر بھی لے تو بندہ اسے معاف کر دے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ فرماتے تھے کہ نادانوں کی بات پر تحمل مزاجی انسان کی عقل کی زکوٰۃ ہوا کرتی ہے۔ لکھے پڑھے عقل مند لوگوں کو چاہیئے کہ چھوٹی چھوٹی باتوں کے اوپر دلوں میں روگ نہ پال لیا کریں۔ دوسرے کی غلطی کو معاف کر دینا اور تکلیف برداشت کر لینا انسان کی عقل کی زکوٰۃ ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے عقل مند بنایا ہے تو عقل کی زکوٰۃ بھی تو دیا کرو۔ مگر آج دیکھا گیا ہے کہ آدمی خود تو چاہتا ہے کہ میرے بڑے بڑے قصوروں کو معاف کر دیا جائے مگر دوسروں کی چھوٹی چھوٹی غلطی کو بھی معاف کرنے کیلئے تیار نہیں ہوتا۔ (ج 5 ص 238)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت

سائیں توکل شاہ انبالوی بڑے بزرگ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ظاہر میں بھی بہت دیا تھا۔ یہ دنیا اللہ والوں کے قدموں میں آتی ہے۔ لوگ حسد کرتے ہیں کہ ایسا کیوں ہے۔ لیکن وہ اس سے رخ پھیر لیتے ہیں لیکن یہ پھر بھی پیچھے آتی ہے۔ ان کا دسترخوان بڑا وسیع تھا اور اعلان تھا کہ جو آدمی غریب ہو، نادار ہو، مسافر ہو، لاچار ہو وہ ان کے دسترخوان پر آ کر کھانا کھائے۔ سینکڑوں لوگ روز کھانا کھاتے تھے۔ خانقاہ چل رہی تھی۔ لوگوں کے مزے تھے لوگ آتے، کھانا کھاتے۔ بہت عرصہ ان کا یہ معمول رہا۔

ایک مرتبہ ان کو خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی تو بڑی خوشی ہوئی مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ توکل شاہ! تم اللہ تعالیٰ کی دعوت تو روزانہ کرتے ہو اور ہماری دعوت تم نے کبھی نہیں کی۔ آنکھ کھلی تو بڑے پریشان ہوئے۔ کئی دن تک اللہ رب العزت کے حضور روتے رہے، مانگتے رہے کہ پروردگار! اس کی تاویل کیا ہے؟ بالآخر اللہ تعالیٰ نے دل میں بات ڈالی کہ میں نے جو یہ دسترخوان کھلا رکھا یہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کیلئے اللہ کے واسطے کہ اے اللہ! تیرے بندے ہیں کوئی غریب ہے اور کوئی بے روزگار ہے، تیری نسبت سے لوگ آتے ہیں، کھاتے ہیں لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ورثاء تو عالم، حفاظ اور قراء ہوتے ہیں۔ میں نے ان کی کبھی دعوت نہیں کی اس لئے مجھے یہ فرمایا گیا۔ چنانچہ انہوں نے پورے شہر کے علماء حفاظ اور قراء کی دعوت کی گویا یہ دعوت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوگئی۔ (ج5ص204)

بنی اسرائیل کو تنبیہ

بنی اسرائیل میں سات سال تک قحط رہا۔ حتیٰ کہ لوگوں نے مردار اور بچے بھی کھا لئے۔ پہاڑوں پر جاتے اور گڑگڑا کر التجا کرتے لیکن دعا قبول نہ ہوتی۔ آخرکار حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی کہ انہیں کہہ دو کہ اگر وہ عبادت کرتے کرتے خشک کوڑے کی مانند ہو جائیں تو بھی میں ان کی دعا قبول نہ کروں گا جب تک کہ لوگوں کے حقوق واپس نہ کریں گے۔ (ج5ص234)

موت کے بعد انسان کے پانچ حصے

علماء نے لکھا ہے کہ موت کے بعد انسان کے پانچ حصے بن جاتے ہیں، ایک تو روح جس کو ملک الموت لے کر چلا جاتا ہے، دوسرا انسان کا جسم کہ اسے کیڑے کھا جاتے ہیں، تیسرے اس کا مال کہ یہ اس کے وارث لے جاتے ہیں، چوتھا اس کی ہڈیاں کہ جن کو مٹی کھا جاتی ہے اور پانچواں اس کی نیکیاں کہ جن کو اس کے حق دار لے جاتے ہیں۔ لہٰذا حسرت ہے اس انسان پر کہ قیامت کے دن نیکیوں کے انبار لائے گا مگر اپنی بداحتیاطیوں کی وجہ سے نیکیاں دے بیٹھے گا اور گناہوں کے پہاڑ سر پر لینے پڑ جائیں گے۔ (ج5ص246)

انسانی زندگی میں وزن

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ انسانوں کے حساب کا دن قریب آ گیا وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ اور وہ اپنی غفلت میں روگردانی کرتے پھر رہے ہیں۔ انسانی زندگی کے تین دن بڑے اہم ہوتے ہیں۔ ایک وہ دن جب انسان اس دنیا میں آتا ہے، اس دن اس کے بارے میں چند باتیں طے کر دی جاتی ہیں۔

اسے دنیا میں کتنا رہنا ہے، کتنا رزق پانا ہے، وہ شقی ہو گا یا سعید۔ اللہ رب العزت اپنے ازلی علم کی وجہ سے اس کو پہلے ہی لکھوا دیتے ہیں۔ اللہ کرے کہ وہ دن زندگی کا اچھا دن ہو کہ ہر آنے والا بچہ اچھے نصیب لے کر دنیا میں آئے۔ دوسرا دن وہ ہے جب انسان اس دنیا سے قبر میں جائے گا، روئے زمین سے زیر زمین چلا جائے گا۔ وہ دن انسان کی زندگی کا بڑا اہم دن ہے۔ تیسرا وہ دن ہے جب انسان اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہو گا یعنی قیامت کا دن۔ اللہ تعالیٰ اس دن کو ہماری زندگی کے دنوں میں سے بہترین دن بنا دے۔ اس لئے حضرت عیسیٰ نے یہ دعا مانگی۔

وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا. (ج5ص277)

برے لوگوں کی نشانی

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں وہ شخص نہ بتاؤں جو سب سے زیادہ برا ہو۔ عرض کیا گیا، اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! ضرور بتایئے۔ ارشاد فرمایا کہ جو اکیلا کھائے اور اپنے غلام کو مارے۔ اکیلا کھانے سے مراد یہ کہ مل جل کے رہنے کی عادت نہ ہو اور اپنے ماتحتوں پر سختی کرنے والا ہو۔ پھر اس کے بعد فرمایا کہ میں تمہیں ایک شخص بتاؤں جو اس سے بھی برا ہو۔ عرض کیا گیا، اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! وہ بھی بتا دیجئے۔ ارشاد فرمایا، کہ جو آدمی لوگوں سے بغض رکھے اور لوگ اس سے بغض رکھیں ایسا آدمی اس سے بھی برا ہے۔ پھر فرمایا کہ میں تمہیں ایک شخص بتاؤں جو اس سے بھی زیادہ برا ہو۔ عرض کیا گیا، اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! بتا دیجئے۔ فرمایا کہ، ایسا بندہ کہ نہ اس سے نیکی کی امید ہو اور نہ اس کے شر سے بندے کو امن ہو۔ پھر اس کے بعد فرمایا کہ میں تمہیں ایک اور ایسا بندہ بتاؤں جو اس سے بھی زیادہ برا ہو۔ عرض کیا گیا، اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! کون ہے؟ فرمایا کہ جو کسی کی لغزش سے درگزر نہ کرے اور کسی بھی بندے کی معذرت کو قبول نہ کرے۔ یہ معاملہ تو پروردگار نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔ اگر انسانوں کے بس میں بات ہوتی تو یہ تو جیتے جاگتے بندے کو جہنم میں پھینک دیتے۔ (ج5ص280)

علمائے دیوبند کا مقام

اس عاجز کو اللہ رب العزت نے 40 سے زائد ممالک میں سفر کرنے کا موقع عطا کیا۔ مشرق بھی دیکھا، مغرب بھی دیکھا، امریکہ بھی دیکھا، افریقہ بھی دیکھا، ایسی جگہ پر بھی گیا جہاں حکومت وقت نے لکھا ہوا تھا کہ یہ دنیا کا آخری کنارہ ہے۔ ایسے علاقوں میں بھی حاضر ہوا جہاں چھ مہینے دن اور چھ مہینے رات ہوا کرتی ہے۔ اتنا سفر کرنے کی توفیق ملی مگر ایک بات مشاہدے میں آئی کہ ہر جگہ جہاں پر عاجز پہنچا کوئی نہ کوئی علمائے دیوبند کا روحانی فرزند بیٹھا کام کرتا نظر آیا۔ (ج6ص82)

خیر خواہی

ایک مرتبہ دو حضرات نے آپس میں کوئی شراکت سے کام کیا۔ ایک بوڑھے تھے اور دوسرے نوجوان تھے۔ جب وہ اپنی چیزوں کو تقسیم کرتے تو ان میں سے دونوں دیکھتے کہ ہر بندے کا حصہ جتنا ملا ہوتا وہ تھوڑے دنوں بعد اس سے زیادہ ہوتا۔ وہ بڑے حیران ہوتے کہ حصہ تو مجھے تھوڑا ملا یہ زیادہ کیسے ہو گیا؟ وقت گزرنے کے ساتھ پتہ چلا کہ جو نوجوان تھے وہ حصہ ملنے کے بعد اپنے حصے میں سے اپنے دوسرے بھائی کے حصے میں کچھ شامل کر دیتے کہ اس کے اہل و عیال زیادہ ہیں، عمر زیادہ ہے، اس کو زیادہ مال پیسے کی ضرورت ہے۔ جب کہ بوڑھا آدمی اپنے مال میں سے کچھ لے کر اس نوجوان کے مال میں شامل کر دیتے اور ان کی نیت یہ ہوتی کہ اس کی عمر تھوڑی ہے، اس نے زیادہ عرصہ دنیا میں زندگی گزارنی ہے، میں تو بوڑھا ہو کر مر کھپ جاؤں گا لہٰذا میرا بھائی اس کا زیادہ حق دار ہے۔ جوان بوڑھے کے مال میں پیسے شامل کر دیتا اور بوڑھا جوان کے مال میں پیسے شامل کر دیتا۔ ان دونوں کا ایک دوسرے کے اکرام کا یہ معاملہ تھا۔ کیسی خیر خواہی اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے دلوں میں بھری ہوئی تھی۔ (ج5 ص292)

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان کا وزن

بیہقی شریف کی روایت ہے کہ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ اگر پوری امت کے ایمان کو ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان کے ساتھ تولا جائے تو ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایمان بڑھ جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسا ایمان عطا فرما دیا تھا۔ (ج6 ص69)

فاقوں کے مزے

ایک دفعہ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ فاقوں کی فضیلت بیان کر رہے تھے۔ ایک آدمی نے کہا، حضرت! آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ بھوک اور فاقے بھی کوئی فضیلت والی چیزیں ہیں۔ فرمایا، اے بھائی! تمہیں ان کی قدر کا کیا پتہ، ہم سے پوچھو جنہوں نے بلخ کی بادشاہی دے کر ان فاقوں کو خریدا ہے۔ (ج6 ص129)

علم کا اجر اور ذکر کا اجر

یہاں ایک نکتہ سمجھ لیجئے۔ علماء اور طلباء یہ سمجھتے ہیں کہ ہم کتابوں کا مطالعہ کرتے رہتے ہیں اس لئے ہمیں ذکر کا وقت نہیں ملتا۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات معصومیہ میں لکھتے ہیں کہ جب کوئی طالب علم مطالعہ کرنے کیلئے بیٹھے تو بیٹھنے سے چند لمحے پہلے وہ اپنی توجہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف یکسو کر لے۔ اس کے بعد جتنا وقت مطالعہ کرے گا وہ علم کا اجر بھی پائے گا اور اسے ذکر کا اجر بھی دیا جائے گا۔ (ج6 ص139)

تینوں گناہوں کا انجام

ان تینوں گناہوں کا انجام دیکھ لیجئے۔ شہوت کی وجہ سے جو گناہ کئے جائیں گے وہ جلدی معاف کر دیئے جائیں گے۔ اس لئے کہ جب شہوت غالب ہوتی ہے اس وقت عقل کام کرنا چھوڑ دیتی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اِنَّمَا التَّوْبَۃُ عَلَی اللّٰہِ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَہَالَۃٍ . (ان لوگوں کی توبہ کو قبول کرنا اللہ رب العزت کے ذمے ہے جو جہالت کی وجہ سے گناہ کا کام کر بیٹھتے ہیں) یہاں مفسرین نے لکھا ہے کہ جب کسی کے اوپر جذبات اور خواہشات کا غلبہ ہوگا تو اس آدمی کو اس وقت جاہل کہا جائے گا۔ اس لئے جو شہوات کی وجہ سے گناہ ہوں گے اگر انسان توبہ کرے گا تو اللہ رب العزت بہت جلدی ان گناہوں کی معافی عطا فرما دیں گے۔

غضب کی وجہ سے سرزد ہونے والے گناہ چونکہ حقوق العباد سے متعلق ہوتے ہیں اس لئے فقط معافی مانگنے سے یہ گناہ معاف نہیں ہوں گے بلکہ جن کے حقوق کو پامال کیا ان لوگوں سے بھی معافی مانگنی پڑے گی یا ان کے حقوق کو ادا کرنا پڑے گا پھر وہ گناہ معاف ہوں گے۔

اور ہوا پرستی کے گناہ ناقابل معافی ہوں گے۔ اس لئے جو انسان کفر اور شرک کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہوگا قیامت کے دن اس کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (ج6 ص145)

عام عورتوں میں یہود کی تین صفات

علماء نے لکھا ہے کہ عام عورتوں میں تین باتیں یہودیوں والی ہوتی ہیں۔

ا۔پہلی بات یہ کہ خود ظلم کرتی ہیں مگر لوگوں کے سامنے مظلوم بن جاتی ہیں۔زیادتی ان کی اپنی ہوتی ہے مگر کہانی ایسی بنالیتی ہیں کہ فریادی نظر آتی ہیں۔

۲۔دوسری بات یہ کہ مجرم ہوتی ہیں مگر دوسروں کی یقین دہانی کیلئے جھوٹی قسمیں کھاتی رہتی ہیں۔

۳۔تیسری بات یہ کہ کسی بات کیلئے دل سے آمادہ ہوتی ہیں مگر زبان سے ناں ناں کر رہی ہوتی ہیں۔خود اپنا بھی دل چاہ رہا ہوتا ہے کہ خاوند یہ کام کرلے مگر زبان سے نہیں نہیں کہتی رہیں گی۔اس لئے کہ اگر کام ٹھیک ہوگیا تو میں خاموش رہوں گی اور اگر کام الٹ ہوگیا تو کہوں گی کہ دیکھا میں نے مشورہ نہیں دیا تھا۔

یہ تینوں باتیں یہودیوں میں پائی جاتی تھیں جو آج کل کی عام عورتوں میں آچکی ہیں۔(ج6ص150)

ایک عجیب بات

فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عجیب بات لکھی ہے کہ جو عورت نماز پڑھے لیکن وہ نماز میں اپنے خاوند کیلئے دعا نہ مانگے اس کی نماز اللہ رب العزت کی بارگاہ میں شرف قبولیت ہی نہیں پاتی۔گویا دوسرے لفظوں میں یوں کہنا چاہتے تھے کہ جو عورت نماز پڑھے گی اور اس نماز میں اپنے خاوند کیلئے دعا مانگے گی اللہ رب العزت اس کی نماز کو قبول فرمالیں گے۔(ج6ص152)

ستر سال کے گناہ معاف

حدیث پاک میں آیا ہے کہ جو مرد اپنے اہل خانہ کیلئے کوئی چیز خریدتا ہے اور لا کر اپنے گھر کے اندر رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اتنے خوش ہوتے ہیں کہ اس کے ستر سال کے گناہ معاف فرمادیتے ہیں۔(ج6ص153)

برکت یا کثرت

آج کا عام انسان اس غلط فہمی کا شکار ہے کہ میرے مسائل کا حل کثرت میں ہے۔ کوئی حکومت والا ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ عوام کی کثرت میرے ساتھ ہوگی تو مسئلے حل ہو جائیں گے، کوئی مال والا ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ مال کی شرح آمدن زیادہ ہوگی تو مسئلے حل ہو جائیں گے کوئی فیکٹری والا ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ پروڈکشن زیادہ ہوگی تو مسئلے حل ہو جائیں گے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ کثرت سے مسائل حل نہیں ہوتے بلکہ برکت سے مسائل حل ہوا کرتے ہیں۔ اچھی طرح سمجھ لیں کہ ہمارے مسائل کا حل برکت میں ہے۔ مال کی برکت، رزق کی برکت، عمر کی برکت، وقت کی برکت، علم میں برکت غرض جس چیز میں بھی اللہ تعالیٰ برکت دے دیں گے وہ چیز اس کی ضرورت سے زیادہ ہو جائے گی۔ چنانچہ ہمارے ایک بزرگ تھے ان کے بیٹے نے کہا کہ ابا جی! برکت کا لفظ تو بڑا سنتے رہتے ہیں مجھے وضاحت سے سمجھائیں کہ یہ برکت ہے کیا؟ فرمانے لگے کہ ادھر آؤ۔ چنانچہ وہ اسے لے گئے اور اپنے گھر کا گیزر دکھایا۔ فرمانے لگے کہ یہ برکت ہے۔ وہ گیزر دیکھ کے بڑا حیران ہوا، کہنے لگا ابا جی! یہ برکت کیسے ہوگئی۔ وہ کہنے لگے کہ بیٹا! آپ کی عمر بیس سال ہے اور آپ کی پیدائش سے پہلے میں نے یہ گیزر لگوایا تھا۔ آج تک اس میں خرابی نہیں آئی۔ اسی کو رزق میں برکت کہتے ہیں۔ تیس تیس سال تک چیزیں خراب ہی نہیں ہوتیں، ڈاکٹر کے پاس جانا بندے کو یاد ہی نہیں ہوتا، کبھی سر میں بھی درد نہیں ہوتا۔ یہ رزق کی برکت ہوتی ہے۔ (ج 6 ص 160,184)

گناہوں کا ارتکاب

گناہوں کا ارتکاب کرنا اتنا معمولی سا نظر آتا ہے جیسے کسی تنکے کو توڑ دینا۔ حیرت کی بات ہے کہ اگر دو چار سال کا بچہ بھی پاس ہو تو کوئی نوجوان فحش حرکات نہیں کرے گا لیکن جب محسوس کرے گا کہ تنہا ہوں تو معلوم نہیں کہ کیا کیا حرکات کرنے لگ جائے گا۔ اللہ رب العزت نے اپنے ایک پیارے بندے کی طرف الہام فرمایا کہ اے میرے پیارے! لوگوں سے کہہ دو کہ جب تم گناہ کرنے لگتے ہو تو تم ان تمام دروازوں کو تو بند کر لیتے ہو جن دروازوں سے مخلوق دیکھتی ہے اور اس دروازے کو بند نہیں کرتے جہاں سے میں پروردگار دیکھتا ہوں۔ کیا اپنی طرف دیکھنے والوں میں سے سب سے کم درجے کا تم مجھے سمجھتے ہو۔ (ج 6 ص 246)

آخر خوف کب تک

جب تک مؤمن پل صراط سے پار نہیں ہو جاتا تب تک وہ خوف سے امن میں نہیں ہے۔ یہ مسئلہ باقاعدہ طور پر علماء نے لکھا ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا جو کوئی بھی تم میں سے ہے اس کو جہنم کے اوپر سے گزرنا ہے ہے كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا یہ تیرے رب کے نزدیک حتمی اور فیصلہ شدہ بات ہے ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا پھر ہم متقی لوگوں کو نجات دے دیں گے۔ وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا اور جو ظالم گنہگار ہوں گے ان کو اوندھے منہ جہنم میں گرادیں گے۔ ثابت یہ ہوا کہ جب تک انسان پل صراط سے نہیں گزرے گا وہ خوف سے امن میں نہیں ہوگا۔ البتہ جس لمحے پل صراط سے گزر جائے گا پھر خوف ہمیشہ کیلئے ختم ہو جائے گا اور ہمیشہ کیلئے خوشی کا دور شروع ہو جائے گا۔ (ج6ص247)

پریشانیوں کی بارش

یوں سمجھئے کہ پریشانیوں کی بارش ہو رہی ہے اور اللہ رب العزت کی رحمت کی چادر نے ہمیں پریشانیوں کی اس بارش سے بچایا ہوا ہے۔ لیکن جب ہم گناہ کرتے ہیں تو اس چادر میں ایک سوراخ ہو جاتا ہے۔ جتنے گناہ کرتے ہیں اتنے سوراخ ہوتے جاتے ہیں۔ اتنے سوراخوں سے پریشانیاں ہمارے اوپر آتی ہیں۔ کئی لوگوں نے تو اس کو چھلنی بنایا ہوا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ پریشانیوں کی بارش بڑی تیز ہے۔ حضرت! اللہ تعالیٰ ہماری دعا سنتا نہیں، پریشانیوں کے اندر ہم تو ہر وقت ڈوبے پڑے ہیں۔ (ج6ص187)

رحمان کا بسیرا

اللہ رب العزت بھی حیران ہوتے ہوں گے کہ اے میرے بندے! میں نے تیری وجہ سے شیطان کو تیرے گھر یعنی جنت سے نکال دیا، کیا تو میری وجہ سے شیطان کو میرے گھر یعنی اپنے دل سے نہیں نکال سکتا؟ جب شیطان دل سے کوچ کر جائے گا تو پھر اس میں رحمان کا بسیرا ہوگا۔ (ج7ص22)

شیطان کے داؤد سے بچنے کا طریقہ

شیطان کے داؤ سے بچنے کیلئے ہمارے پاس سب سے بڑی چیز "اللہ کا ذکر" ہے۔ ذکر کریں گے تو شیطان کے ہتھکنڈوں سے بچ جائیں گے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَامَسَّھُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَکَّرُوْا ۔ بے شک جو پرہیزگار اور متقی لوگ ہیں، جب شیطان کی ایک جماعت ان کے اوپر حملہ آور ہوتی ہے تو وہ اللہ رب العزت کو یاد کرتے ہیں اور اللہ رب العزت انہیں شیطان کے ہتھکنڈوں سے محفوظ فرما لیتے ہیں۔

ایک مثال سنئے کہ ابرہہ نے اپنے لشکر کے ساتھ بیت اللہ پر حملہ کرنا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کی حفاظت کیلئے ابابیلوں کو بھیج دیا۔ انہوں نے کنکریاں برسائیں اور ابرہہ کے پورے لشکر کا بھوسہ بنا کر رکھ دیا۔ بالکل اسی طرح یہ دل بھی اللہ رب العزت کا گھر ہے۔ اے بندے! یہ شیطان جب ابرہہ بن کر تیرے دل کے گھر پر قبضہ کرنا چاہتا ہے تو تو بھی لا الہ الا اللہ کی ضربیں لگا، یہ وہ کنکریاں بن جائیں گی جو شیطان ابرہہ کے لشکر کو برباد کر کے رکھ دیں گے۔ (ج 7 ص 21)

شیطان کیلئے خطرناک ہتھیار

ایک عام دستور ہے کہ جب آدمی اپنے دشمن پر قابو پا لیتا ہے تو وہ اس سے سب سے پہلے وہ چیز چھینتا ہے جو سب سے زیادہ خطرناک ہوتی ہے مثلاً جب فوجی کسی دشمن کو قابو کریں تو اسے کہتے ہیں "ہینڈز اپ" ہینڈز اپ کا یہ مطلب ہے کہ تمہارے ہاتھ میں خطرناک چیز ہوگی، تم ہاتھ اوپر کر لو تا کہ میں اس خطرے کی چیز سے بچ جاؤں۔ قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان بھی جب کسی بندے پر غالب آتا ہے تو اس کو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کر دیتا ہے کیونکہ انسان کے پاس شیطان سے بچنے کیلئے سب سے بڑا ہتھیار اللہ تعالیٰ کی یاد ہے۔ ارشاد فرمایا: اِسْتَحْوَذَ عَلَیْھِمُ الشَّیْطٰنُ فَاَنْسٰھُمْ ذِکْرَ اللّٰہِ. شیطان ان پر چڑھ آیا اور اس نے ان کو اللہ کی یاد سے بھلا دیا۔ اس نے ان سے وہ ہتھیار چھینا جو سب سے زیادہ خطرناک تھا۔ (ج 7 ص 22)

شیطان کا فرائض پر حملہ

جب شیطان انسان کو اللہ کی یاد سے بھلا کر اپنے قدم آگے بڑھاتا ہے تو پھر انسان کی نمازیں اور دوسرے فرائض بھی چھوٹ جاتے ہیں۔ اسی لئے اللہ رب العزت نے قرآن پاک میں ذکر کا تذکرہ نماز سے بھی پہلے فرمایا، مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَۃَ وَالْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ وَیَصُدَّکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَعَنِ الصَّلٰوۃِ۔ دیکھیں کہ یہاں نماز کا تذکرہ بعد میں اور ذکر کا تذکرہ پہلے کیا کیونکہ اس کا پہلا وار ہی ذکر پر ہوتا ہے۔ جب شیطان انسان کو ذکر سے غافل کر دیتا ہے تو گویا پہلی باؤنڈری لائن ٹوٹ جاتی ہے اس کے بعد دوسری چوٹ انسان کے فرائض اور عبادات پر پڑتی ہے۔ اس لئے جو انسان اپنی نمازوں کو بچانا چاہے کہ وہ اللہ کی یاد کے ذریعے ان فرائض کے گرد ایک حصار قائم کر لے کیونکہ عقلمند انسان وہی ہوتا ہے جو اپنے دشمن کو اپنی باؤنڈری سے دور ہی رکھے۔ (ج 7 ص 23)

لا الہ الا اللہ کا ذکر

ہمارے سلسلہ عالیہ میں ایک بزرگ تھے ان کے پاس ایک آدمی آیا۔ اس نے کہا، لا الہ الا اللہ کا ذکر کسی حدیث میں نہیں ملتا۔ حضرت نے اسے فرمایا، قریب آؤ۔ جب وہ قریب آیا تو حضرت نے فرمایا، کیا یہ بات حدیث پاک میں ہے کہ جب کوئی آدمی مرنے لگے تو تلقین کرنے کی غرض سے اس کے پاس لا الہ الا اللہ اونچی آواز سے پڑھا جائے تاکہ وہ بھی سن کر پڑھ لے۔ اس نے کہا، جی ہاں یہ تو حدیث پاک میں آیا ہے اس پر انہوں نے فرمایا کہ میں اپنے نفس کو مرنے کے قریب پاتا ہوں اس لئے ہر لمحہ اسے تلقین کرنے کی نیت سے لا الہ الا اللہ کہتا ہوں۔ (ج 7 ص 33)

حضرت مفتی زین العابدین کا ارشاد

اس عاجز نے حضرت مفتی زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ سے یہ بات رائیونڈ کے سالانہ اجتماع میں خود سنی اور یہ عاجز کم وبیش انہی الفاظ میں نقل کر رہا ہے۔ اور اس جگہ پر بیٹھ کر کوئی آدمی جھوٹ بولنے کا بوجھ اپنے سر پہ نہیں لے سکتا۔ فرمایا "جب تک تم سیکھ کر ذکر نہیں کرو گے، اس وقت تک تمہیں تبلیغ میں جوتیاں چٹخانے کے سوا کچھ نہیں ملے گا"۔ معلوم ہوا کہ ذکر کے ساتھ اس کام کی برکت بڑھ جاتی ہے اور اللہ رب العزت کی نصرت شامل حال ہو جاتی ہے۔ (ج 7 ص 38)

ایک الہامی بات

ہماری یہ حالت ہے کہ ہمیں اگر کوئی تھوڑی سی بھی تنگی اور پریشانی آئے تو اسی وقت ہم پروردگار کے شکوے کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ رب العزت نے الہام فرمایا کہ میرے ان بندوں سے کہہ دو کہ اگر ان کو رزق میں ذرا تنگی آتی ہے تو یہ فوراً اپنے دوستوں کی محفل میں بیٹھ کر میرے شکوے کرنا شروع کر دیتے ہیں اور تمہارے نامہ اعمال روزانہ گناہوں سے بھرے ہوئے آتے ہیں لیکن میں فرشتوں میں بیٹھ کر تمہارے شکوے تو نہیں کیا کرتا۔ (ج7ص40)

مسجد میں داخل ہونے کا قرآنی اصول

آیئے، قرآن کی طرف رجوع کیجئے۔ قرآن مجید نے ہمیں ایک اصول بتایا ہے، فرمایا: نیک لوگ جب مسجدوں میں داخل ہوتے ہیں تو اُولٰٓئِکَ مَا کَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ۔ کہ ان کو نہیں زیب دیتا کہ مسجدوں میں داخل ہوں مگر خوفزدہ ہو کر۔ ایسے محسوس کریں کہ جیسے کسی شہنشاہ کے دربار میں داخل ہو رہے ہیں۔ تو قرآن مجید تو ہمیں بتا رہا ہے کہ ہم مسجد میں اس انداز سے داخل ہوں کہ ہمارے دل اللہ کی عظمت شان کی وجہ سے مرعوب ہو رہے ہوں۔ لیکن ہم ننگے سر آ رہے ہوتے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ۔ شعائر اللہ کا ادب کرنا حقیقت میں دل کے تقویٰ کی دلیل ہے۔ ادب کرنا بہت ضروری ہے کیونکہ باادب بانصیب ہے بے ادب بے نصیب ہے۔ آج کے زمانے میں علم پڑھنے سے زیادہ ادب سیکھنے کی ضرورت ہے کیونکہ زندگیوں سے ادب نکلتا جا رہا ہے۔ (ج7ص44)

ذکر الٰہی کا مقصود

حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ذکر کا منتہائے مقصود یہ ہے کہ انسان کے رگ رگ اور ریشے ریشے سے گناہوں کا کھوٹ نکل جائے۔ ہم نے فقط تسبیح ہی نہیں پڑھنی ایسا

نہ ہو کہ اوپر سے تسبیح اور اندر سے میاں کسی۔ اوپر سے لا الہ اور اندر سے کالی بلا، ایسی تسبیح کو ہم نے کیا کرنا ہے۔ ہمارے پاس ذکر کا پیمانہ یہ ہے کہ ہماری زندگی شریعت وسنت کے بالکل مطابق ہو جائے اور ہم اللہ رب العزت کی معصیت کو چھوڑ دیں۔ جب ایسی زندگی بن جائے گی تو گویا ہمیں ذکر کی برکات نصیب ہو جائیں گی۔ اس لئے ہمارے مشائخ فرماتے ہیں کہ دوستو! نہ ہم نے رونا ہے، نہ رلانا ہے، نہ اڑانا ہے، ہم نے تو فقط روٹھے یار (اللہ) کو منانا ہے۔ (ج7ص54)

دل کی صفائی کی ذمہ داری

یہاں ایک سوال ذہن میں پیدا ہوتا ہے کہ جب دل اللہ تعالیٰ کا گھر ہے اور اللہ تعالیٰ چاہتے بھی ہیں کہ دل صاف ہو تو وہ خود ہی دل کو صاف کیوں نہیں فرما دیتے؟ علماء نے اس کا جواب لکھا ہے کہ یہ دل اللہ رب العزت کا گھر ہے۔ ہم میزبان ہیں اور اللہ رب العزت مہمان ہیں لہٰذا گھر کی صفائی کی ذمہ داری میزبان پر ہوا کرتی ہے مہمان پر نہیں۔ اس لئے یہ بندے کی ذمہ داری ہے کہ وہ دل کو صاف کرے تاکہ مہمان اس میں تشریف لا سکے۔ (ج7ص22)

نبی علیہ السلام کی بھول...... ایک رحمت

ایک مرتبہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ظہر یا عصر کی نماز میں چار رکعت کی نیت باندھی اور دو رکعتیں پڑھنے کے بعد سلام پھیر دیا۔ صحابہ کرامؓ کے اندر اتنا ادب تھا کہ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے چار رکعتوں کی بجائے دو رکعتیں پڑھیں بلکہ یوں پوچھا، اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آج کے بعد اس نماز کی دو رکعتیں ہو گئی ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نہیں چار رکعتیں ہی ہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا، اے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے تو دو رکعتوں کے بعد سلام پھیرا ہے۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لَا نَسِیْتُ بَلْ نُسِّیْتُ کہ میں بھولا نہیں بلکہ بھلایا گیا ہوں۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے اس لئے بھلایا ہے کہ اس بھول کی وجہ سے امت کیلئے سجدہ سہو کا مسئلہ واضح ہو جائے۔ سبحان اللہ، جس محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا بھول جانا بھی امت کیلئے رحمت ہو اس محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا حالت ہوش اور بیداری میں ہونا امت کیلئے کتنی بڑی رحمت ہوگا۔ (ج7ص60)

مجاہد کا مقام

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا جب لوگوں کی روح قبض کرنے کا وقت آتا ہے تو ان کی روح کو ملک الموت قبض کرتے ہیں، لیکن جب مجاہد کے شہید ہونے کا وقت آتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنا ضابطہ بدل لیتے ہیں اور ملک الموت کو ارشاد فرماتے ہیں، اے ملک الموت! میرا یہ بندہ میرے نام پر اپنی جان دے رہا ہے، اب اس کی روح لینے کا وقت ہے، اب تو پیچھے ہٹ جا، اس کی روح میں خود لوں گا۔ چنانچہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجاہد کی روح کو خود جسم سے جدا کرتے ہیں...... اصول تو یہ تھا کہ ولی ہو، ابدال ہو، قطب ہو یا کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو، اگر وہ فوت ہو جائے تو چونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہونا ہے اس لئے اس کو نہلا دیا جائے، پہلے کپڑے اتار دیئے جائیں اور کفن کے کپڑے پہنا دیئے جائیں تاکہ یہ ایک یونیفارم میں اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہو۔ لیکن جب مجاہد کا معاملہ آیا تو پروردگار عالم نے اس کی محبت کے صدقے اپنے ضابطے بدل دیئے اور فرمایا کہ اس کو نہلانا بھی نہیں کیونکہ یہ تو اب خون میں نہا چکا ہے، اب اسے پانی سے نہلانے کی کیا ضرورت ہے؟ اسے کفن پہنانے کی بھی ضرورت نہیں، اس کے کپڑوں پر جو خون کے داغ لگے ہیں یہ تو مجھے پھولوں کی طرح محبوب ہیں، میں چاہتا ہوں کہ قیامت کے دن یہ انہی خون آلود کپڑوں میں میرے سامنے کھڑا کر دیا جائے۔ سبحان اللہ۔ (ج7ص65)

نور نسبت کا ادراک

ذکر کرنے والے بندے کی ذات میں اللہ تعالیٰ ذکر کی تاثیر رکھ دیتے ہیں۔ آپ دیکھئے کہ اگر کوئی لطیف طبیعت والا آدمی کسی سگریٹ پینے والے کے قریب سے گزر جائے تو اس کو فوراً ادراک ہو جاتا ہے کہ یہ آدمی سگریٹ پینے والا ہے۔ اگر سگریٹ پینے والے بندے کے قریب سے گزرتے ہوئے اس کا احساس ہو جاتا ہے تو اسی طرح نور نسبت کی ایسی تاثیر ہوتی ہے کہ قریب سے گزرنے والے بندے کو بھی اس کا ادراک ہو جاتا ہے۔ (ج7ص106)

میراث آدم علیہ السلام سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قصہ

محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ قیامت کے دن تمام انسانوں کی (120) ایک سو بیس صفیں ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ ان میں سے (80) اسی صفیں میری امت کی بنائیں گے اور (40) چالیس صفیں باقی انبیاء کی امتوں کی بنیں گی۔ سبحان اللہ، دیکھیں کہ جب باپ کی میراث تقسیم ہوتی ہے تو دو حصے بیٹے کو اور ایک حصہ بیٹی کو ملتا ہے۔ اسی طرح جب حضرت آدم علیہ السلام کی میراث تقسیم ہوئی تو سب انبیاء کو ملنے والا حصہ دختری حصہ بنا اور محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو پسری حصہ ملا۔ (ج 7 ص 79)

جنت میں حضرت آدم علیہ السلام کی کنیت

حدیث پاک میں آیا ہے کہ قیامت کے دن اس نسبت کی برکت کی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام کی چاہت ہوگی کہ مجھے آدم کی بجائے ان (نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم) کی نسبت سے پکارا جائے۔

چنانچہ علماء نے لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو جنت میں ''ابو محمد صلی اللہ علیہ وسلم'' کی کنیت سے پکارا جائے گا۔ سبحان اللہ، ان کے دل کی تمنا ہوگی کہ میری اولاد میں سے جس کی نسبت کی برکت سے میری توبہ قبول ہوئی مجھے جنت میں اسی کے نام کے ساتھ پکارا جائے۔ (ج 7 ص 116)

ایمان کی حفاظت کا نسخہ

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ سے پوچھا گیا کہ فتنے اور ظلمت کے دور میں ایمان کی حفاظت کیلئے کونسا نسخہ اکسیر ہے؟ حضرتؒ نے فرمایا اولیاء اللہ کے احوال و واقعات کا پڑھنا، یہ اللہ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے، ہر دور اور ہر زمانے میں پڑھنے والوں کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔ (ج 7 ص 142)

لمس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات

ایک مرتبہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا تنور میں روٹیاں لگا رہی ہیں۔ اسی اثناء میں نبی علیہ السلام ان کے گھر تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی صاحبزادی سے بہت محبت تھی۔ بیٹیاں تو ویسے ہی لخت جگر ہوتی ہیں۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیکھا تو فرمایا، فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا! ایک روٹی میں بھی بنادوں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی آٹے کی ایک روٹی بنادی اور فرمایا کہ تنور میں لگادو۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وہ روٹی تنور میں لگادی۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب روٹیاں لگا کر فارغ ہوگئیں تو کہنے لگیں، ابو جان! سب روٹیاں پک گئی ہیں مگر ایک روٹی ایسی ہے کہ جیسے لگائی گئی تھی ویسے ہی لگی ہوئی ہے۔ اس پر آگ نے کوئی اثر نہیں کیا۔ نبی علیہ السلام مسکرائے اور فرمایا کہ جس آٹے پر میرے ہاتھ لگ گئے ہیں اس پر آگ اثر نہیں کرے گی۔ سبحان اللہ۔

ایک صحابیؓ کہتے ہیں کہ میں حضرت انسؓ کے گھر گیا۔ میں کھانا کھا رہا تھا۔ انہوں نے اپنی باندی سے کہا کہ تولیہ لاؤ۔ جب وہ تولیہ لائیں تو دیکھا کہ میلا کچیلا تھا۔ حضرت انسؓ نے اس کو غصے کی نظر سے دیکھا اور کہا کہ جاؤ اسے صاف کر کے لاؤ۔ فرماتے ہیں کہ وہ بھاگ کر گئی اور جلتے ہوئے تنور کے اندر تولئے کو پھینک دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے وہ تولیہ تنور سے باہر نکالا تو بالکل صاف ستھرا تھا۔

وہ گرم گرم تولیہ میرے پاس لائی۔ میں نے ہاتھ تو صاف کر لئے مگر حضرت انسؓ کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ مسکرائے اور کہنے لگے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر دعوت پر تشریف لائے تھے۔ میں نے یہ تولیہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو ہاتھ مبارک صاف کرنے کیلئے دیا تھا۔ جب سے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ مبارک صاف کیے آگ نے اس تولیے کو جلانا چھوڑ دیا ہے، جب یہ تولیہ میلا ہو جاتا ہے تو ہم اسے تنور میں ڈال دیتے ہیں، آگ میل کچیل کو کھا لیتی ہے، اور ہم صاف تولیے کو باہر نکال لیتے ہیں۔ سبحان اللہ۔ (ج 7 ص 110)

دورِ حاضر کی نعمتیں

مادی اعتبار سے اللہ رب العزت کی جتنی نعمتیں آج ہیں اتنی اس سے پہلے نہیں تھیں۔ آج کا عام بندہ بھی پہلے وقت کے بادشاہوں سے کئی معاملات میں بہتر زندگی گزار رہا ہے۔ پہلے وقت کے بادشاہوں کے گھروں میں گھی کے چراغ جلتے تھے جبکہ آج کے غریب آدمی کے گھر میں بھی بجلی کا قمقمہ جلتا ہے۔ ایسی روشنی پہلے وقت کے بادشاہوں کو بھی نصیب نہیں تھی۔ بادشاہوں کے خادم ان کو ہاتھ سے پنکھا کیا کرتے تھے جبکہ آج کے غریب آدمی کے گھر میں بھی بجلی کا پنکھا موجود ہے۔ جو ٹھنڈا پانی آج ایک عام آدمی کو حاصل ہے وہ پہلے وقت کے بادشاہوں کو بھی حاصل نہیں تھا۔ اس پر قیاس کرتے جائیے کہ پہلے وقت کے بادشاہ اگر سفر کرتے تھے تو ان کو گھوڑوں پر سفر کرنا پڑتا تھا اور انہیں ایک ایک مہینہ سفر میں لگ جاتا تھا۔ آپ گھوڑے پر سوار ہو کر پشاور سے کراچی چلیں تو یہ ایک مہینے کا سفر بنے گا۔ لیکن آج کا ایک عام انسان اگر ریل گاڑی پر بیٹھ کر کراچی جانا چاہے تو یہ ایک دن سوار ہوگا اور دوسرے دن سورج ڈوبنے سے پہلے کراچی پہنچ چکا ہوگا۔ پہلے وقت کے بادشاہوں کو صرف موسم کے پھل ملتے تھے جبکہ آج ایک عام غریب آدمی کو بھی بے موسم کے پھل نصیب ہیں۔ پہلے علاقائی پھل ملا کرتے تھے جبکہ آج آدمی کو دوسرے ملکوں کے پھل بھی حاصل ہو جاتے ہیں اور وہ مزے سے کھا رہا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی کمزوری کو دیکھتے ہوئے یہ نعمتیں عام کر دی ہیں۔ (ج 8 ص 19)

ناشکری میں اضافہ

گویا مادی اعتبار سے نعمتوں کی جتنی بارش آج ہے اتنی پہلے کبھی نہیں تھی لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کی جتنی ناشکری آج ہے، اس سے پہلے کبھی نہیں تھی۔ جس کی زبان سے سنو، اسی کی زبان پر ناشکری ہے۔ ہر بندہ کہے گا کہ کاروبار اچھا نہیں، گھر میں مشکلات ہیں اور صحت خراب ہے ہزاروں میں سے کوئی ایک بندہ ہوگا کہ جس سے بات کریں تو وہ اللہ تعالیٰ کا شکر کرے گا۔ (ج 8 ص 19)

شکوے کی پٹی

رابعہ بصریہ ایک مرتبہ کہیں کھڑی تھیں۔ان کے قریب سے ایک نوجوان گزرا۔اس نے اپنے سر پر پٹی باندھی ہوئی تھی۔انہوں نے پوچھا، بیٹا! کیا ہوا؟ اس نے کہا، اماں! میرے سر میں درد ہے جس کی وجہ سے پٹی باندھی ہوئی ہے، پہلے تو کبھی درد نہیں ہوا۔انہوں نے پوچھا، بیٹا! آپ کی عمر کتنی ہے؟ وہ کہنے لگا، جی میری عمر تیس سال ہے۔یہ سن کر وہ فرمانے لگیں، بیٹا! تیرے سر میں تیس سال تک درد نہیں ہوا تو نے شکر کی پٹی تو کبھی نہ باندھی، تجھے پہلی دفعہ درد ہوا ہے تو تو نے شکوے شکایت کی پٹی فوراً باندھ لی ہے۔ہمارا حال بھی یہی ہے کہ ہم سالہا سال اس کی نعمتیں اور سکون کی زندگی گزارتے ہیں، ہم اس کا تو شکر ادا کرتے اور جب ذراسی تکلیف پہنچتی ہے تو فوراً شکوے کرنا شروع کر دیتے ہیں۔(ج 8 ص 46)

علمی مسائل پوچھنا

حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے۔کہ اَلْعِلْمُ خَزَائِنُ فَسْئَلُوْا یَرْحَمُکُمُ اللّٰہُ فَاِنَّہٗ یُؤجَرُ فِیْہِ اَرْبَعَۃٌ تم سوال پوچھا کرو، اللہ تم پر رحم فرمائے، اس لئے کہ علم کا سوال پوچھنے پر چار قسم کے بندوں کی مغفرت ہوا کرتی ہے۔اَلسَّائِلُ وَالْمُعَلِّمُ وَالسَّامِعُ وَالْمُحِبُّ لَھُمْ پہلا وہ بندہ جو سوال پوچھنے والا ہوتا ہے، دوسرا وہ شخص جو سوال کا جواب دے رہا ہوتا ہے، تیسرا وہ شخص جو پاس بیٹھا ہوا ور ان دونوں کے سوال و جواب سن رہا ہو اور چوتھے وہ لوگ جو اس سائل اور معلم سے محبت کرنے والے اور ان کا تعاون کرنے والے اپنے گھروں میں بیٹھے ہوتے ہیں اللہ ب العزت محبت کے صدقے ان کی بھی مغفرت فرما دیتے ہیں۔(ج 8 ص 100)

عالم اور عاصی کی توبہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے اللہ تعالیٰ ایک عالم کی توبہ پر ں کے چالیس گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں جبکہ عام آدمی کے اسی طرح توبہ کرنے پر ف ایک گناہ معاف کرتے ہیں۔(ج 8 ص 109)

قول وفعل میں مطابقت

آپ حیران ہوں گے کہ دنیا میں پورا ملک دو صحابہ کرامؓ کے دکان بنالینے سے مسلمان ہوگیا۔ وہ کیسے؟...... دو صحابہ کرامؓ انڈونیشیا میں گئے وہاں جا کر انہوں نے اپنی دکان بنالی، وہ دن میں پانچ مرتبہ دکان بند بھی کرتے اور جمعہ کے دن چھٹی بھی کرتے۔ جب وہ دکان سے چلے جاتے تو لوگ ان کے انتظار میں کھڑے رہتے اور قطاریں بھی لگی رہتیں لوگ کہتے کہ ہم نے یہاں معاملات کی صفائی دیکھی ہے لہٰذا ہم تو سودا انہی سے لیں گے۔ جب طبیعتیں مانوس ہوگئیں تو لوگوں نے ان سے پوچھا بھئی! کیا بات ہے کہ آپ درمیان میں دکان بند کر کے چلے جاتے ہیں اور لوگ پھر بھی آپ سے سودا لینا پسند کرتے ہیں۔ آپ کو دکانداری کے یہ اصول کس نے بتائے ہیں؟

لوگوں کے پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ ہم مسلمان ہیں اور ہمارے پیغمبر علیہ السلام نے ہمیں تجارت کے یہ اصول بتائے ہیں۔ جب ان لوگوں کو اس بات کا پتہ چلا تو انہوں نے کہا کہ ہم بھی مسلمان بننا چاہتے ہیں۔ چنانچہ لوگ مسلمان ہونا شروع ہوگئے حتیٰ کہ ان دو صحابہ کرامؓ کی برکت سے پورے ملک کے لوگ مسلمان ہوگئے۔ سبحان اللہ

غور کیجئے کہ آج کل تو لوگ تقریروں اور خطبوں سے مسلمان نہیں ہوتے مگر صحابہ کرامؓ کی دکانداری سے لوگ مسلمان ہوجاتے تھے۔ یہ ہوتی ہے قول اور فعل میں مطابقت۔ (ج8 ص120)

تعلیم نسواں کی اہمیت

آج نوجوان نسل کو دین پہنچانے کا سب سے بہترین طریقہ اپنی بیٹیوں کو دینی تعلیم دلوانا ہے۔ یہ عاجز ذمہ داری سے کہتا ہے کہ اگر کسی بندے کے دو بچے ہوں، ایک بیٹا ہو اور ایک بیٹی ہو اور اس کے وسائل اتنے ہوں کہ وہ ان دو میں سے کسی ایک کو پڑھا سکتا ہو تو اس کو چاہئے کہ بیٹی کو دین کی تعلیم پہلے دلوائے، اس لئے کہ "مرد پڑھا فرد پڑھا، عورت پڑھی خاندان پڑھا"

جب ایک بچی دین کی تعلیم حاصل کر لیتی ہے تو پھر پورے گھر کے ماحول پر اس کا اثر ہوا کرتا ہے۔ (ج8 ص175)

آزمائش کو خندہ پیشانی سے قبول کیجئے

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم ہر بندے کو آزمائیں گے تا کہ کھرے اور کھوٹے کی پہچان ہو جائے۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے رہیں۔ ہم کمزور ہیں، آزمائش کے قابل نہیں ہیں لیکن اگر کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی آزمائش آجائے تو گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ پروردگار، جو بوجھ سر پر رکھتا ہے پھر اسے اٹھانے کی توفیق بھی عطا فرمادیتا ہے۔ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا اللہ تعالیٰ کسی کی ہمت سے زیادہ اس پر بوجھ نہیں ڈالتا۔ کیا ہم ایک بچے کے اوپر ایک من کا بوجھ کبھی ڈالیں گے؟ نہیں ڈالیں گے ناں۔ بلکہ کسی بچے کو کچھ وزن اٹھوانا بھی ہو تو پہلے دیکھیں گے کہ یہ بچہ اتنا وزن اٹھا بھی سکے گا یا نہیں۔ جب ہم جیسے لوگ بھی اس بات کو دیکھتے ہیں کہ اتنا بوجھ بچے پر ڈالنا مناسب نہیں تو اللہ رب العزت بھی ہمت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے۔ بلکہ سچی بات یہ ہے کہ سر پر بوجھ بعد میں ڈالتے ہیں اور اسے اٹھانے کی ہمت پہلے دے دیتے ہیں۔ اس لئے اگر کوئی آزمائش آ بھی جائے تو اسے خندہ پیشانی کے ساتھ قبول کیجئے اور دل میں کہیئے۔

تیرا غم بھی مجھ کو عزیز ہے　　　کہ یہ تیری دی ہوئی چیز ہے

اس لئے آزمائش پہ ثابت قدم رہیئے۔ یہ امتحان پہلے بھی ہوئے اور آئندہ بھی ہوتے رہیں گے۔ (ج 8 ص 135)

ابوجہل کو دعوت اسلام

کتابوں میں لکھا ہے کہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! ابوجہل کے گھر تین ہزار مرتبہ چل کر تشریف لے گئے۔ ایک مرتبہ بارش اور طوفان تھا، لوگ ڈر کے مارے گھروں میں دبکے پڑے تھے۔ ابوجہل کے دروازے پر دستک ہوئی۔ دستک سن کر ابوجہل نے اپنی بیوی سے کہا، لگتا ہے کہ آج کوئی بڑا ہی ضرورت مند اس برے موسم میں ہمارے گھر کا دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے، اچھا پتہ کرتا ہوں کہ کون ہے؟ میں اس کا سوال پورا کردوں گا۔ ابوجہل باہر نکلا تو دیکھا کہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے تھے۔ اس نے پوچھا، آپ اس وقت میں آئے......!!!! اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے کہ میرے دل میں یہ بات آئی کہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے دل کو اب دین کیلئے موم کردیا ہو (ج 8 ص 165)

دوگنا انعام

نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی طرح اللہ کے وعدے پر بھروسہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو دوگنا انعام دیں گے۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا: اے اللہ کے نبی! دوگنا انعام کیسا؟ فرمایا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو دیکھو کہ وہ اپنے ہی بیٹے کو دودھ پلاتی تھی اور اسے خزانے سے تنخواہ بھی ملا کرتی تھی۔ (ج8 ص141)

محبت ہو تو ایسی

حضرت عمرؓ کی وفات پر حضرت صہیب رومیؓ شدت غم کی وجہ سے اونچی آواز میں رو پڑے اور کہنے لگے وَاعُمَرَاہُ، وَاحَبِيبَاہُ، وَا اَخَاہُ دوسرے صحابی نے انہیں صبر کی تلقین کرتے ہوئے کہا، جی صبر کریں، ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ انہوں نے جواب میں فرمایا کہ میں عمر کی موت پر نہیں رو رہا بلکہ میں اسلام کے ضعف پر رو رہا ہوں۔ (ج8 ص213)

مؤمن کو خوش کرنے کی فضیلت

ایک روایت میں ہے کہ جس نے کسی مؤمن کے دل کو خوش کیا اللہ تعالیٰ اس خوشی سے ایک فرشتہ پیدا فرماتے ہیں۔ وہ فرشتہ قیامت تک اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرتا رہتا ہے اور اس کے ذکر کا ثواب اس بندے کے نامہ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میرے کسی امتی کی حاجت پوری کی تاکہ اس کا دل خوش کرے تو اس نے مجھے خوش کیا اور جس نے مجھے خوش کیا اس نے اللہ کو خوش کیا اور جس نے اللہ تعالیٰ کو خوش کیا اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمائے گا۔

ان احادیث کے پڑھنے کے بعد ہم اپنے اوپر بھی غور کریں کہ کیا ہم نے کبھی کوئی کام فقط اس لئے کیا ہے کہ میرے مؤمن بھائی کا دل خوش ہو جائے۔ (ج8 ص246)

مصیبت پر صبر

تجھ پر کوئی بھی مصیبت اور پریشانی آئے تو تو اس پر صبر کر اور تو جان لے کہ کوئی بھی انسان ہمیشہ رہنے والا نہیں بنا اور تو صبر کر کہ جیسا کہ اکرام اور بزرگی والے لوگ صبر کرتے رہے اس لئے کہ مصیبت اگر آج آتی ہے تو بالآخر کل یہ چلی جائے گی اور اے مخاطب! اگر تجھ پر کوئی ایسی مصیبت آ جائے جس کی وجہ سے منہ کھلا کا کھلا رہ جائے تو یاد کر اس مصیبت کو جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی وجہ سے (صحابہ کو) پیش آئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کے غم سے بڑا کوئی غم بھی مومن کو پیش نہیں آ سکتا۔ (ج 8 ص 218)

آخرت سے غفلت

امام غزالیؒ نے یہ بات بڑے اچھے انداز میں سمجھائی۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی جا رہا تھا۔ ایک شیر اس کے پیچھے بھاگا۔ اس کے قریب کوئی درخت بھی نہیں تھا کہ جس پر وہ چڑھ جاتا۔ اسے ایک کنواں نظر آیا۔ اس نے سوچا کہ میں کنویں میں چھلانک لگا دیتا ہوں، جب شیر چلا جائے گا، تو میں بھی کنویں سے باہر نکل آؤں گا۔ جب اس نے نیچے چھلانگ لگانے کیلئے دیکھا تو اسے کنویں میں پانی کے اوپر ایک کالا ناگ تیرتا ہوا نظر آیا۔ اب پیچھے شیر تھا اور نیچے کنویں میں کالا ناگ تھا۔ وہ اور زیادہ پریشان ہو کر سوچنے لگا کہ اب میں کیا کروں۔ اسے کنویں کی دیوار پر کچھ گھاس اُگی ہوئی نظر آئی۔ اس نے سوچا کہ میں اس گھاس کو پکڑ کر لٹک جاتا ہوں، نہ اوپر رہوں کہ شیر کھا جائے اور نہ نیچے جاؤں کہ سانپ ڈسے، میں درمیان میں لٹک جاتا ہوں جب شیر چلا جائے گا تو میں بھی باہر نکل آؤں گا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے دیکھا کہ ایک کالا اور ایک سفید چوہا دونوں اسی گھاس کو کاٹ رہے ہیں جس گھاس کو پکڑ کر وہ لٹک رہا تھا۔ اب اسے اور زیادہ پریشانی ہوئی۔ اس پریشانی کے عالم میں جب اس نے اِدھر اُدھر دیکھا تو اسے قریب ہی شہد کی مکھیوں کا ایک چھتہ نظر آیا۔ اس پر مکھیاں تو نہیں تھیں مگر وہ شہد سے بھرا ہوا تھا۔ یہ چھتہ دیکھ کر اسے خیال آیا کہ ذرا دیکھوں تو سہی کہ اس میں کیسا شہد ہے۔ چنانچہ اس نے ایک ہاتھ سے گھاس کو پکڑا اور دوسرے ہاتھ کی انگلی پر جب شہد لگا کر چکھا

تو اسے بڑا مزہ آیا۔ اب وہ اسے چاٹنے میں مشغول ہو گیا۔ نہ اسے شیر یاد رہا نہ ناگ یاد رہا اور نہ ہی اسے چوہے یاد رہے، سوچیں کہ اس کا انجام کیا ہو گا۔

یہ مثال دینے کے بعد امام غزالیؒ فرماتے ہیں: اے دوست! تیری مثال اسی انسان کی سی ہے۔

ملک الموت شیر کی مانند تیرے پیچھے لگا ہوا ہے،

قبر کا عذاب اس سانپ کی صورت میں تیرے انتظار میں ہے،

کالا اور سفید چوہا، یہ تیری زندگی کے دن اور رات ہیں،

گھاس تیری زندگی ہے جسے چوہے کاٹ رہے ہیں، اور یہ شہد کا چھتہ دنیا کی لذتیں ہیں جن سے لطف اندوز ہونے میں تو لگا ہوا ہے، تجھے کچھ یاد نہیں، سوچ کہ تیرا انجام کیا ہو گا۔

واقعی بات یہی ہے کہ انسان دنیا کی لذتوں میں پھنس کر اپنے رب کو ناراض کر لیتا ہے۔ کوئی کھانے پینے کی لذتوں میں پھنسا ہوا ہے اور کوئی اچھے عہدے اور شہرت کی لذت میں پھنسا ہوا ہے، یہی لذتیں انسان کو آخرت سے غافل کر دیتی ہیں۔ اس لئے جہاں ترک دنیا کا لفظ آئے گا اس سے مراد ترک لذات ہو گا۔ (ج 9 ص 21)

ایک بچے کی عملی نصیحت

ایک بزرگ کی خدمت میں ایک آدمی اپنے بیٹے کو لایا اور عرض کیا، حضرت! اس کیلئے دعا فرما دیں...... یہ ایک اچھی عادت ہے۔ پہلے زمانے میں بھی لوگ اپنی اولاد کیلئے اللہ والوں سے دعا کرواتے تھے۔ اللہ کرے کہ ہمیں بھی اللہ والوں کی دعا لگ جائے۔ یہ اور بات ہے کہ کئی مرتبہ لوگ اپنے بیٹوں کو لے کر دعائیں کروانے کیلئے آتے ہیں مگر باپ کی اپنی حالت ایسی ہوتی ہے کہ پہلے اس کیلئے دعا کرنے کو دل کرتا ہے کہ اللہ اس کو ہدایت دے..... خیر، ان اللہ والوں نے اس کے بیٹے کیلئے دعا کر دی۔ ان کے پاس جیب میں کوئی میٹھی چیز تھی۔ انہوں نے نکال کر اس بچے کو دینا چاہی۔ جب انہوں نے وہ چیز بچے کی طرف بڑھا تو بچے نے تو منہ پھیر لیا اور اپنے والد کی طرف دیکھنا شروع کر دیا۔ حالانکہ بچپن میں بچے کے اندر میٹھی چیز کھانے کا شوق شدید ہوتا ہے۔ ان بزرگوں نے پھر ارشاد فرمایا،

لے لو۔ بچے نے پھر اس چیز سے نظریں ہٹا کر اپنے باپ کی طرف دیکھنا شروع کر دیا۔ اس کے والد نے اسے کہا، بیٹا! حضرت آپ کو چیز دے رہے ہیں لے لو۔ جب باپ نے اجازت دے دی تو بچے نے ہاتھ بڑھایا اور وہ چیز لے لی۔

جب بچے نے وہ چیز لے لی تو ان بزرگوں کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ آدمی حیران ہو کر پوچھنے لگا، حضرت! آپ کیوں روئے؟ وہ فرمانے لگے کہ ہم سے تو یہ بچہ اچھا ہے کہ میں نے اس کو ایسی چیز دی جس کی طلب اس کے اندر شدید ہے لیکن اس نے اس چیز کو نہیں دیکھا بلکہ آپ کی طرف دیکھا کہ میرا ابا مجھے کیا کہتا ہے، اے کاش! ہم جو گلیوں میں چلتے ہیں اور ہماری نظروں کے سامنے بھی جاذب نظر شخصیتیں ہیں، ہم بھی ادھر سے نظر پھیر کر دیکھتے کہ رب تعالیٰ ہمیں کیا کہتے ہیں۔ (ج9ص28)

شیطان سے دشمنی

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے دلوں میں شیطان کے ساتھ دشمنی پیدا کرنی تھی تو قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ شیطان تمہارا دشمن ہے۔

كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ ۔ (الاعراف:۲۷)

(جیسے اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکلوایا) اور دوسری جگہ پر فرمایا:

يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا. (الاعراف:۲۷) (اتروائے ان سے ان کے کپڑے)

شیطان کے ساتھ دشمنی پیدا کرنے کا یہ ایک اچھوتا انداز ہے۔ یہی بات آپ کو ایک مثال سے سمجھاتا ہوں تاکہ بات سمجھ میں آ جائے۔ فرض کریں کہ آپ کے والدین کسی کے گھر میں ہوں اور کوئی بندہ آ کر گھر والوں سے کہتا ہے کہ ان کو باہر نکال دو اور آپ کو پتہ چلے کہ فلاں نے تو میرے ماں باپ کو گھر سے دھکے دلوا کے باہر نکلوا دیا ہے تو سن کر آپ کو کتنا غصہ آئے گا۔ اور اس سے بھی زیادہ غصہ اس بات پر آتا ہے کہ اگر کسی کے ماں باپ کو کوئی پکڑے اور کوئی بندہ آ کر ان سے کہے کہ ان کو بے لباس کر دو، اب اگر کسی کو بتایا جائے کہ تیرے ماں باپ کو دشمن نے پکڑا تو تھا لیکن اس آدمی نے مشورہ دیا تھا کہ ان کا لباس بھی اتار دو تو بتائیں کہ اس کے بارے میں اس کو کتنا غصہ آئے گا۔ ان آیات میں اللہ رب العزت نے دونوں باتیں بتلا دیں تاکہ معلوم ہونے پر طبیعت میں غصہ کی لہر دوڑ جائے اور میرے بندے میرے بن کر رہیں اور شیطان کے قریب بھی نہ جائیں۔ (ج9ص79)

شیطان کی رسیاں

حدیث پاک میں آیا ہے:

اَلنِّسَاءُ حَبَّائِلُ الشَّیْطَان. (عورتیں شیطان کی رسیاں ہیں)

عورتیں شیطان کا ایسا جال ہیں جس میں آدمی پھنس ہی جاتا ہے۔ بعض کتابوں میں شیطان کا قول نقل کیا گیا ہے کہ عورت میرا وہ تیر ہے جو کبھی خطا نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ شیطان نے مردوں کو عورتوں کے ذریعے تباہ کر رکھا ہے اور عورتوں کو مال کے ذریعے۔ تزکیہ نفس نہ ہو تو نوجوان اور بوڑھے سب بدنظری کے مریض ہوتے بلکہ فاسق و فاجر قسم کے لوگ تو یہاں تک کہتے ہیں اولاد تو اپنی اچھی لگتی ہے مگر بیوی دوسرے کی اچھی لگتی ہے۔ (العیاذ باللہ) ہمارے اسلاف عورت کے فتنہ سے بہت بچتے تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ کے بارے میں آتا ہے کہ جب وہ بوڑھے ہو گئے اور بال بھی سارے سفید ہو گئے تو اس وقت بھی یہ دعا مانگتے تھے، اے اللہ! مجھے قتل اور زنا سے محفوظ فرمانا۔ کسی نے دعا سنی تو پوچھا۔ آپ اس بڑھاپے میں بھی ایسی دعا مانگ رہے ہیں؟ فرمانے لگے کہ میرا شیطان ابھی تک میرے ساتھ موجود ہے ابھی پیچھے ہٹا تو نہیں ہے۔

ہمارے سلسلے کے ایک بزرگ حضرت خواجہ عبدالمالکؒ چوک قریشیاں والے ایک مرتبہ کسی مرید کے گھر تشریف لے گئے۔ مرید کی بیوی نے حضرت سے پردہ نہ کیا۔ حضرت نے مرید کو بلا کر ڈانٹا اور کہا کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں میرا شیطان تو بوڑھا نہیں ہوا۔ لہٰذا مرید کو یہ بات سن کر عقل آئی اور پردے کا انتظام کیا۔ (ج 9 ص 102)

صحابہ کرامؓ کی سب سے بڑی کرامت

حضرت اقدس تھانویؒ نے ایک عجیب بات لکھی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ عامۃ المسلمین تو یہ سمجھتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا لشکر دریا میں بحفاظت گزر گیا مگر اہل علم کے نزدیک صحابہ کرامؓ کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ ان کے سامنے فتوحات کے دروازے کھلے تو دنیا کا دریا بہنے لگا اور وہ اپنے ایمان کو اس دنیا کے دریا سے بحفاظت بچا کر لے گئے۔ (ج 9 ص 33)

تکبیر اولیٰ اور مسواک کی پابندی

حدیث پاک میں آیا ہے کہ جو انسان تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز کی پابندی کرتا ہے اور مسواک کی پابندی کرتا ہے اس کے پاس موت کے وقت اللہ تعالیٰ جب ملک الموت کو بھیجتے ہیں تو ملک الموت تین کام کرتا ہے۔

۱۔شیطان کو مار کر اس بندے سے دور بھگا دیتا ہے۔

۲۔اس بندے کو بتا دیتا ہے کہ اب تیرے مرنے کا وقت قریب ہے۔

۳۔اسے کلمہ یاد دلا دیتا ہے۔

چنانچہ وہ بندہ کلمہ پڑھتا ہے اور ملک الموت اس کی روح کو قبض کر کے لے جاتے ہیں۔حدیث پاک میں ہے۔مَنْ کَانَ آخِرِ کَلَامِہٖ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دَخَلَ الْجَنَّۃَ.

(جس کا آخری کلام لا الہٰ الا اللہ ہوگا وہ جنت میں داخل ہوگا)

اس لئے ہمیں چاہئے کہ ہم یہ دعا مانگا کریں کہ اے اللہ! ہمیں اپنے اوپر کوئی بھروسہ نہیں ہے فقط تیری ذات پر بھروسہ ہے، موت کے وقت تو ملک الموت کو فرما دینا کہ وہ ہمیں کلمہ یاد کرا دے۔(ج 9 ص 118)

شیطان کے ہتھکنڈے

شیطان مختلف طریقوں سے فتنہ میں ڈالتا ہے۔

۱۔علماء نے لکھا ہے کہ یہ سب سے پہلے انسان کو طاعات سے روکتا ہے۔یعنی انسان کے دل سے طاعات کی اہمیت نکال دیتا ہے۔جس کی وجہ سے بندہ کہتا ہے کہ اچھا، میں نماز پڑھ لوں گا، حالانکہ دل میں پڑھنے کی نیت نہیں ہوتی۔

۲۔اگر انسان شیطان کے کہنے سے بھی نیکی سے نہ رکے اور وہ نیت کر لے کہ میں نے یہ نیکی کرنی ہے تو پھر وہ دوسرا ہتھیار استعمال کرتا ہے کہ وہ اس نیک کام کو ٹالنے کی کوشش کرتا ہے۔مثلاً کسی کے دل میں یہ بات آئی کہ میں توبہ کر لیتا ہوں تو یہ اس کے دل میں ڈالتا ہے کہ اچھا، پھر کل

سے توبہ کرلینا، کسی کے دل میں یہ بات آئی کہ میں نماز پڑھوں گا تو وہ کہتا ہے کہ کل سے نماز شروع کردینا۔ یوں شیطان اسے نیکی کے کام سے ٹالنے کی کوشش کرتا ہے۔ یوں شیطان اسے نیکی کے کام سے ٹالنے کی کوشش کرتا ہے۔ یاد رکھیں کہ جو کام ٹال دیا جاتا ہے وہ کام ٹل جایا کرتا ہے۔

۳۔ اگر کوئی بندہ شیطان کے اکسانے پر بھی نیک کام کرنے سے نہ ٹلے اور وہ کہے کہ میں نے یہ کام کرنا ہے تو پھر وہ دل میں ڈالتا ہے کہ جلدی کرلو۔ مثلاً کسی جگہ پر کھانا بھی کھانا ہو اور نماز بھی پڑھنی ہو تو دل میں ڈالتا ہے کہ جلدی سے نماز پڑھ لے پھر تسلی سے کھانا کھالینا۔ نہیں بھئی نہیں، بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ بھئی! جلدی جلدی کھانا کھالو، پھر تسلی سے نماز پڑھیں گے۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ پانچ چیزوں میں جلد بازی جائز ہے اور ان پانچ چیزوں کے علاوہ باقی چیزوں میں جلدی شیطان کی طرف سے ہوتی ہے۔

☆ جب لڑکی جوان ہو جائے تو جتنا جلدی اس کا رشتہ مل سکے اتنا اچھا ہے، جب مل جائے تو پھر اس کی شادی میں جلدی کرنی چاہئے۔

☆ جب کوئی بندہ فوت ہو جائے تو اس مردہ کو دفن کرنے میں جلدی کرنی چاہئے۔

☆ جب کوئی مہمان آجائے تو اس کی مہمان نوازی میں جلدی کرنی چاہئے۔ اس لئے ہم نے وسط ایشیا کی ریاستوں میں دیکھا کہ جیسے ہی مہمان گھر میں آتا ہے تو وہ فوراً کم از کم پانی تو ضرور ہی مہمان کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔ اس کے بعد مشروبات اور کھانے پیش کئے جاتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ پانی پلانا بھی مہمان نوازی میں شامل ہے لہٰذا جس نے مہمان کے سامنے پانی کا کٹورا بھر کر رکھ دیا اس نے گویا مہمان نوازی کرلی۔

☆ جب کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اس سے توبہ کرنے میں جلدی کرو ان پانچ چیزوں کے علاوہ باقی سب چیزوں میں جلدی کرنا شیطان کی طرف سے ہوتی ہے۔

۴۔ اگر کوئی آدمی جلدی میں کوئی نیک کام کرلیتا ہے تو پھر وہ اس میں ریاء کرواتا ہے۔ اور یوں وہ ریاء کے ذریعے اس کے کئے ہوئے عمل کو برباد کروا دیتا ہے۔ وہ دل میں سوچنے لگتا ہے کہ ذرا دوسرے بھی دیکھ لیں کہ میں کیسا نیک عمل کر رہا ہوں۔

۵۔ اگر اس میں کام کرتے وقت ریاء پیدا نہ ہو تو وہ اس کے دل میں عجب ڈال دیتا

ہے اور وہ سوچتا ہے کہ میں دوسروں سے بہتر ہوں۔ مثلاً یہ کہتا ہے کہ میں تو پھر بھی نمازیں پڑھ لیتا ہوں لیکن فلاں تو نمازیں ہی نہیں پڑھتا۔ وہ سمجھتا ہے کہ میں تو آخر پڑھا لکھا ہوں، حافظ ہوں، قاری ہوں، عالم ہوں اور میں نے اتنے حج کیے ہیں۔ جب اس طرح اس میں ہوا بھر جاتی ہے تو یہی عجب اس کی بربادی کا سبب بن جاتا ہے۔

۶۔ اگر اس کے دل میں عجب بھی پیدا نہ ہو تو وہ آخری حربہ یہ استعمال کرتا ہے کہ وہ اس کے دل میں شہرت کی تمنا پیدا کر دیتا ہے۔ وہ زبان سے شہرت پسند کی باتیں نہیں کرے گا بلکہ اس کے دل میں یہ بات ہوگی کہ لوگ میری تعریفیں کریں اور جب لوگ اس کی تعریفیں کریں گے تو وہ خوش ہوگا۔

شیطان ان چھ ہتھکنڈوں سے انسان کے نیک اعمال کو برباد کر دیتا ہے۔ (ج9 ص124)

شیطان کے ہتھکنڈوں سے بچنے کے طریقے

شیطان کے ان ہتھکنڈوں سے بچنے کے تین طریقے ہیں۔

۱۔ ہمارے مشائخ نے مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ اگر ایک آدمی اپنے دوست کو ملنے کیلئے جائے اور اس کے صحن میں ایک پالتو کتا ہو اور وہ بھونکے اور بندے کو کاٹنے کیلئے آئے تو اس سے بچنے کیلئے تین طریقے ہیں۔

☆ ایک تو یہ کہ وہ واپس اپنے گھر کو آجائے۔ اس طرح اسے اپنے دوست کا وصل بھی حاصل نہ ہوگا۔

☆ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کتے کے ساتھ لڑنا جھگڑنا شروع کر دے۔ اس سے بھی وہ نقصان اٹھائے گا۔

☆ تیسرا طریقہ یہ ہے کہ اس وقت اپنے دوست کو پکارے کہ ذرا کتے کو آواز دے دیں۔ جب اس کا دوست کتے کو اشارہ کر دے گا تو وہ دبک کر کونے میں بیٹھ جائے گا۔

ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ شیطان اسی کتے کی مانند ہے۔ اگر ہم شیطان سے الجھ پڑیں گے تو ہم اپنا وقت برباد کریں گے۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ اس کے مالک کو پکاریں کہ اے پروردگار! اس مردود سے ہمیں محفوظ فرما۔ اللہ رب العزت کا اشارہ ہوگا تو یہ مردود دبک

کر کونے میں بیٹھ جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس کے شر سے محفوظ فرمادیں گے۔ اس لئے اس کے فتنوں سے بچنے کیلئے روزانہ دعا کیا کریں ہمارے مشائخ کا یہ معمول تھا کہ وہ عشاء کی نماز کے بعد دو رکعت نفل پڑھ کر اپنے ایمان کی حفاظت کیلئے روزانہ دعا مانگا کرتے تھے کہ اے اللہ! ہم عاجز اور مسکین ہیں، تو ہمارے ایمان کی حفاظت فرما دینا۔

۲۔ اس کے ہتھکنڈوں سے بچنے کا دوسرا طریقہ یہ ہے سنت کی اتباع کرے۔ اس لئے کہ جب انسان ہر کام سنت کے مطابق کرتا ہے تو شیطان کو دخل اندازی کرنے کا موقع ہی نہیں ملتا۔ گویا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہر وہ کام کیا جس سے شیطان کے راستوں کو بند کیا جا سکتا ہے۔ اس کے برعکس آپ جہاں بھی سنت چھوڑیں گے آپ وہاں پر شیطان کو دخل اندازی کا موقع دیں گے۔ اس لئے سر کے بالوں سے لے کر پاؤں کے ناخنوں تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک سنت کو اپنا لینا شیطان کے راستے کو بند کر دیتا ہے۔

۳۔ اس کے فتنوں سے بچنے کا تیسرا طریقہ ذکر اللہ کی کثرت کرنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ ذکر اللہ کی کثرت کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ شیطان سے حفاظت فرما دیتے ہیں۔ (ج9ص127)

دوزخ کے ساتھ

آج تو یہ حالت ہو چکی ہے کہ نوجوان کزنوں سے اور اجنبی عورتوں سے بات کرنے کے مواقع ڈھونڈ رہے ہوتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم صرف بات ہی کرتے ہیں۔ یہ شیطان کا بڑا دھوکہ اور اس پر جلتی کا کام Cell phone نے کر دیا ہے۔ آج کل کے ماں باپ بچوں اور بچیوں کو خود خرید کر دیتے ہیں اور وہ ہر وقت اپنے پاس رکھتے ہیں۔ میں نے کئی ملکوں میں بچوں کے پاس سیل فون دیکھے ہیں۔ میں انہیں کہتا ہوں کہ تمہارے پاس Cell phone نہیں بلکہ تمہارے پاس Hell phone ہے کیونکہ غیر محرموں سے بے تکلفانہ بات چیت کرنا دوزخ کے ساتھ بات چیت کرنا ہے۔ (ج9ص168)

ایک پیاری بات

ایک بزرگ بہت ہی پیاری بات ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ مجھے وہ بات بہت اچھی لگتی ہے۔ فرماتے تھے کہ اے دوست! جس نے تیری تعریف کی اس نے درحقیقت تیرے پروردگار کی ستاری کی تعریف کی جس نے تجھے چھپایا ہوا ہے اور تیری گندگیوں کے باوجود لوگ تیری تعریفیں کرتے پھرتے ہیں۔ لہٰذا جو ہماری تعریفیں کر رہا ہوتا ہے۔ وہ ہماری تعریفیں نہیں کر رہا ہوتا بلکہ وہ اس پروردگار کی صفت ستاری کی تعریفیں کر رہا ہوتا ہے۔ یہ تو پروردگار کی رحمت ہے کہ اس نے پردے ڈالے ہوئے ہیں۔ ہمیں چاہئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے فائدہ اٹھائیں اور قبل اس کے کہ یہ مہلت ختم ہو جائے اپنے نفس کی اصلاح کرلیں۔ ورنہ جو صاحب نظر ہوتے ہیں وہ بندے کی باطنی کیفیت کو محسوس کرلیتے ہیں۔ (ج9ص233)

اصلاح نفس کا آسان طریقہ

ہمارے مشائخ فرماتے ہیں کہ نفس کی اصلاح کا آسان طریقہ یہ ہے کہ چونکہ نفس لذتوں کا خوگر ہے اس لئے تم اپنے نفس کو عبادت کی لذتوں سے آشنا کردو۔ یہ خود بخود سنور جائے گا۔ جی ہاں، عبادت کی اپنی ایک لذت ہوتی ہے گو ہم اس سے واقف نہ ہوں۔ جس طرح دستر خوان پر پڑی ہوئی چیزوں کا اپنا اپنا مزہ ہوتا ہے اسی طرح ذکر کا مزہ اور ہے، تلاوت قرآن کا مزہ اور ہے، تہجد کا مزہ اور ہے، اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کا مزہ اور ہے، اللہ کے راستے میں نکل کر دعوت دینے کا مزہ اور ہے، نبی علیہ السلام پر درود پاک پڑھنے کا مزہ کچھ اور ہے۔ رات کے آخری پہر میں اپنے گناہوں کو یاد کر کے رونے کا مزہ کچھ اور ہے لیکن ہر بندہ ان مزوں سے واقف نہیں ہوتا۔ اور جو واقف ہوتے ہیں وہ عشا کے وضو سے فجر کی نمازیں پڑھا کرتے ہیں۔ ان کیلئے یہ سب کچھ آسان ہو جاتا ہے۔ ذرا آپ اس طرح کر کے تو دکھائیں۔ (ج9ص236)

نام اور کام میں تضاد

آج کی اس محفل میں ہم دل میں پکا عہد کریں کہ ہم نے اپنے نفس کی خواہشات کو توڑنا ہے، عبادات کا بوجھ اس پر زیادہ ڈالنا ہے اور اس کو شریعت کی لگام دے کر رکھنا ہے۔

ورنہ کئی مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ☆ نام پوچھو تو ابراہیم اور اگر تکبر دیکھو تو نمرود سے بڑھ کر۔

☆ نام پوچھو تو موسیٰ اور ظلم دیکھو تو فرعون سے بڑھ کر۔

☆ نام پوچھو تو غلام رسول اور عمل دیکھو تو ابوجہل سے بڑھ کر۔ (ج 9 ص 248)

نیکیوں کی چیک بک

آپ رمضان المبارک کی مثال یوں سمجھیں جیسے بنک کی چیک بک ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے گویا ہمیں تیس چیک والی چیک بک دی ہے کہ تم اس کے اندر جتنی چاہو رقم لکھ لو۔ وہ تمہارے لئے آخرت میں جمع ہوتی جائے گی۔ کچھ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے خالی چیک بھیج دیئے اور کچھ بھی نہیں لکھا، ان کے دن ایسے ہی گئے، کئی ایسے ہوں گے جو ایک لاکھ لکھیں گے، کئی ایک ملین لکھیں گے اور کئی بلین لکھیں گے، ہر کوئی اپنی اپنی پسند اور نصیب کے مطابق لکھے گا۔ ہمارے بیس چیک جمع ہو چکے ہیں اور دس چیک باقی ہیں۔ ان چیکوں پر لکھنا ہمارا کام ہے۔ جتنی رقم لکھیں گے آخرت کے خزانے میں اتنی ہی نیکیاں جمع ہوتی جائیں گی۔ (ج 9 ص 270)

امام جعفر صادق کی تحقیق

قزوینی کی کتاب عجائب المخلوقات میں ایک عجیب بات لکھی ہے کہ امام جعفر صادق ؒ فرماتے تھے کہ ہر رمضان المبارک کا جو پانچواں دن ہوتا ہے وہ آنے والے رمضان المبارک کا پہلا دن ہوتا ہے۔ انہوں نے یہ ایک قانون بتا دیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس بات کو پچاس سال تک ہر رمضان المبارک میں دیکھا گیا اور اسے ٹھیک پایا گیا۔ آج دنیا سائنس دان بنتی پھرتی ہے، دیکھیں ہمارے مشائخ نے کیسی کیسی باتیں بتا دیں۔ آپ بھی اس چیز کو آزما کر دیکھ لیجئے کہ اس رمضان المبارک کا جو پانچواں دن تھا وہی آئندہ رمضان المبارک کا پہلا دن ہوگا۔ (ج 9 ص 254)

عبادت کا مفہوم

ایک صحابیؓ نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ! میرا دل چاہتا ہے کہ میں سب سے زیادہ عبادت گزار انسان بن جاؤں۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ تو اپنے جسم سے گناہ کرنا چھوڑ دے تو انسانوں میں سب سے زیادہ عبادت گزار بن جائے گا۔ لمبی لمبی نفلیں پڑھنے کا فائدہ تب ہی ہوگا جب اپنے من کو صاف کریں گے، یہ نہ ہو کہ اوپر سے لا الٰہ اور اندر سے کالی بلا۔ تسبیح بھی پھیرتے ہیں لیکن جھوٹ بھی نہیں چھوڑتے اور لوگوں کے دلوں کو تکلیف بھی پہنچاتے رہتے ہیں۔ کسی ذرا سی بات پہ دماغ گرم ہوتا ہے تو گھر کے اندر تہلکہ مچا دیتے ہیں۔ حالانکہ ظاہر میں صوفی صافی بنے پھرتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ عبادت صرف لمبی نفلیں پڑھنے اور تسبیح پھیرنے کا نام ہی نہیں ہے بلکہ اپنے جسم سے گناہوں کو چھوڑ دینے کا دوسرا نام عبادت ہے۔ ایسا بندہ اللہ رب العزت کو بڑا محبوب ہوتا ہے۔ (ج 9 ص 257)

قبولیت کا وقت

ایک بات پر غور کیجئے کہ بالفرض اللہ کا کوئی بہت ہی نیک اور برگزیدہ بندہ ہو اور وہ آدمی آپ کو کسی وقت بتا دے کہ ابھی مجھے خواب کے ذریعے بشارت ملی ہے کہ یہ قبولیت دعا کا وقت ہے، تم جو کچھ مانگ سکتے ہو، اللہ رب العزت سے مانگ لو۔ اگر وہ آپ کو بتائے گا تو آپ کیسے دعا مانگیں گے؟ بڑی عاجزی وانکساری کے ساتھ رو رو کر اللہ رب العزت سے سب کچھ مانگ لیں گے کیونکہ دل میں یہ استحضار ہوگا کہ اللہ کے ایک ولی نے ہمیں بتا دیا ہے کہ قبولیت دعا کا وقت ہے تو ہم اتنے شوق کے ساتھ دعا مانگیں گے اب ذرا سوچئے کہ ولیوں اور نبیوں کے سردار اللہ تعالیٰ کے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ دار آدمی کی افطار کے وقت اللہ تعالیٰ دعائیں قبول فرماتے ہیں تو ہمیں افطاری کے وقت کتنے شوق اور لجاجت سے اور پر امید ہو کر اللہ رب العزت سے دعائیں مانگنی چاہئیں۔ ویسے بھی دستور یہ ہے کہ اگر آپ کسی آدمی کو مزدوری کرنے گھر لائیں اور وہ سارا دن پسینہ بہائے، اور شام کے وقت گھر جاتے ہوئے آپ سے مزدوری مانگے تو آپ اس کی مزدوری کبھی نہیں روکیں گے، حالانکہ

ہمارے اندر کتنی خامیاں ہیں۔ بغض ہے، کینہ ہے، حسد ہے، بخل ہے، لیکن جو ہمارے اندر تھوڑی سی شرافت نفس ہے وہ اس بات کو گوارا نہیں کرتی کہ جس بندے نے سارا دن محنت کی ہے کہ ہم اس کو شام کے وقت مزدوری دیئے بغیر خالی بھیج دیں۔ اگر ہمارا دل یہ نہیں چاہتا تو جس بندے نے اللہ کیلئے بھوک اور پیاس برداشت کی اور افطاری کے وقت اس کا مزدوری لینے کا وقت آئے تو کیا اللہ تعالیٰ بغیر مزدوری دیئے اس کو ٹرخا دیں گے۔ (ج9 ص263)

علمی نکتہ

ہمیں یہاں ایک علمی نکتہ سمجھنا چاہیئے۔ وہ یہ ہے کہ لوہے کو مقناطیس کیساتھ محبت ہوتی ہے۔ اسکے سامنے آپ لعل و جواہر بھی رکھ دیں تو یہ ان کی طرف ہرگز توجہ نہیں کریگا۔ اے انسان! لوہا ایک مخلوق ہے اور اسے مخلوق کی محبت میں اتنی یکسوئی حاصل ہے کہ اپنے محبوب کے سوا کسی دوسری طرف توجہ نہیں کرتا تو اپنے پروردگار کا کیسا عاشق ہے کہ رب کریم زندہ موجود ہے اور حَیٌّ لَا یَمُوْتُ ہے اور تو اس پروردگار کو چھوڑ کر غیروں کی طرف محبت کی نگاہیں ڈالتا پھرتا ہے۔ (ج10 ص22)

تجلی الٰہی کی برکات

اللہ رب العزت نے جب کوہ طور پر اپنی تجلی ڈالی تو اس وقت کی کیفیت روح البیان میں یوں لکھی ہوئی ہے: **عذب کل ماء وافاق کل مجنون وبرا کل مریض وزال الشرک عن الاشجار واخضرت فی الارض واظھرت وحمنت نیران المجوس و خرت الاصنام بوجوھھن وانقطعت اصوات الملئکۃ وجعل الجبل ینھدم وینحال۔**

(ہر کھارا پانی میٹھا ہو گیا، ہر مجنون آدمی کا جنون ختم ہو گیا، ہر مریض کی بیماری کو شفا مل گئی، کانٹے درختوں سے نیچے گر گئے، زمین ساری کی ساری سرسبز ہو گئی اور خوبصورت ہو گئی، مجوسیوں کی آگ بجھ گئی، دنیا کے سارے بت اپنے منہ کے بل زمین پر گر گئے، ملائکہ کی آوازیں رک گئیں اور پہاڑ اپنی جگہ پر لرز گئے)۔

اللہ رب العزت کے جمال کے وقت مخلوق کی یہ کیفیت تھی۔ جس محبوب کا جمال ایسا ہو پھر ہمیں اس محبوب کے دیدار کیلئے کوششیں کیوں نہیں کرنی چاہئیں۔ (ج10 ص30)

ایک پیاری بات

یادرکھیں کہ تقویٰ کچھ کرنے کا نام تقویٰ نہیں بلکہ کچھ نہ کرنے کو تقویٰ کہتے ہیں۔یعنی وہ باتیں جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں ان کو نہ کرنا تقویٰ کہلاتا ہے۔موٹے الفاظ میں سمجھ لیجئے کہ تقویٰ یہ ہے کہ آپ ہر اس کام سے بچیں جس کو کرنے سے کل قیامت کے دن کوئی آپ کا گریبان پکڑنے والا ہو۔لہٰذا اپنے آپ کو گناہوں سے بچانا لمبی لمبی نفلی عبادتیں کرنے سے زیادہ اہم ہے۔اب ایک آدمی لمبی لمبی عبادتیں کرتا ہے مگر ساتھ ساتھ غیبت بھی کرتا ہے اور لوگوں کا دل بھی دکھاتا ہے تو وہ بے چارہ تو فقیر ہے۔کل قیامت کے دن جب وہ پیش ہوگا تو یہ حق والے اس کی ساری عبادتیں لے کر چلے جائیں گے بلکہ ان کے گناہ الٹا اس کے سر پر رکھ دیئے جائیں گے۔حدیث پاک میں ہے:

اَلْوِقَایَۃُ خَیْرٌ مِّنَ الْعِلَاجِ. پرہیز علاج سے بہتر ہے۔

ایک آدمی کو نزلہ زکام ہو، وہ دوائی بھی کھائے اور ساتھ ساتھ آئس کریم بھی کھائے تو اس کی بیماری ٹھیک نہیں ہوگی۔ڈاکٹر کہیں گے پہلے پرہیز کرو تب دوائی فائدہ دے گی۔اسی لئے مشائخ کہتے ہیں کہ گناہوں سے پہلے بچو تب ذکر اذکار کا فائدہ ہوگا۔آج کا عنوان بھی یہی ہے کہ ہم اپنے جسم کو گناہوں سے بچائیں اور اللہ رب العزت کی نافرمانی نہ کریں۔اس بات پر ہماری ہر وقت نظر رہے کہ ہم کسی گناہ کا بھی ارتکاب نہ کریں۔ہم صبح اٹھیں تو دل میں یہ نیت ہو کہ میں نے آج کوئی گناہ نہیں کرنا۔پھر صبح سے شام تک اس کوشش میں لگے رہیں کہ

......آنکھ سے کوئی گناہ نہ ہو، ......زبان سے کوئی گناہ نہ ہو،

......کان سے کوئی گناہ نہ ہو، ......شرمگاہ سے کوئی گناہ نہ ہو،

......ہاتھ پاؤں سے کوئی گناہ نہ ہو۔

خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے سلسلہ کے بزرگ تھے۔انہوں نے ایک بڑی ہی پیاری بات لکھی۔وہ فرماتے ہیں کہ جس بندے نے کوئی دن گناہوں کے بغیر گزارا ایسا ہی ہے کہ جیسے اس نے وہ دن نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معیت میں گزارا......سبحان

اللہ...... اس لئے آپ روزانہ اٹھ کر صبح کو اللہ سے دعائیں مانگا کریں کہ اے مالک! میں آج کا دن ایسا گزارنا چاہتا ہوں کہ تیرے حکم کی نافرمانی نہ ہو۔ اس کو تمنا بنا کر مانگیں۔ اگر کوئی ایک دن بھی ہماری زندگی میں ایسا ہوا تو ہم امید کر سکتے ہیں کہ اس دن کی برکت سے قیامت کے دن ہم پر اللہ کی رحمت ہو جائے گی۔ (ج 10 ص 169)

گناہ نجاست کی مانند

امید ہے کہ یہاں تک بات آپ کے ذہن نشین ہو چکی ہوگی۔ یہاں تک تو تمہید تھی۔ اب یہ عاجز اصل مضمون سمجھانا چاہتا ہے...... لہٰذا سنئے اور دل کے کانوں سے سنئے...... گناہ باطنی اعتبار سے نجاست کی مانند ہوتا ہے۔ چنانچہ ہم جس عضو سے بھی گناہ کرتے ہیں ہمارا وہ عضو باطنی طور پر ناپاک ہو جاتا ہے۔ گویا آنکھ نے غلط دیکھا تو آنکھ ناپاک ہو گئی، زبان سے جھوٹ بولا تو زبان ناپاک ہو گئی، کان سے غیبت سنی تو کان ناپاک ہو گئے، ہاتھوں سے چوری کی تو ہاتھ ناپاک ہو گئے۔ پاؤں سے غلط کام کیلئے چل کر گئے تو پاؤں ناپاک ہو گئے، شرمگاہ سے بدکاری کی تو شرمگاہ ناپاک ہو گئی۔ لیکن اگر سراپا گناہ میں مبتلا ہو کر بھی توبہ تائب ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی پاک فرما دیں گے۔ (ج 10 ص 171)

عفو و درگزر

☆...... ایک روایت میں ہے کہ جو شخص غصہ نکال سکتا ہو مگر وہ اس غصے کو دبا جائے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ساری مخلوق کے سامنے اس کو بلا کر فرمائیں گے کہ تم جتنی حور عین لینا چاہتے ہو اتنی تمہیں دی جاتی ہیں۔ (ابوداؤد۔ ترمذی)

☆...... ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ

اے موسیٰ علیہ السلام! کیا آپ کو ایسا عمل نہ بتاؤں کہ جس کے کرنے سے جن چیزوں پر سورج اور چاند طلوع ہوتے ہیں وہ سب چیزیں آپ کیلئے مغفرت کی دعا کریں؟

انہوں نے عرض کیا، اے اللہ! وہ کونسا عمل ہے؟ ضرور ارشاد فرمائیے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، ”اگر مخلوق سے پہنچنے والی ایذا پر صبر کرو گے تو پھر سب چیزیں تمہاری مغفرت کیلئے دعا کریں گی۔“ (ج 10 ص 241)

اسم اعظم "اللہ" ہے

دیکھو کہ گولی سے شیر مر جاتا ہے لیکن اسی گولی کو غلیل میں رکھ کر ماریں تو شیر تو کیا چڑیا بھی نہیں مرتی۔ البتہ بندوق میں ڈال کر ماریں گے تو شیر بھی مرے گا اور ہاتھی بھی۔ اسی طرح اسم اعظم تو "اللہ" ہی ہے۔ یہ جھوٹی زبانوں سے نکلے گا تو اثر نہیں ہوگا۔ جس منہ سے انسان چغل خوری کرتا ہے، بہتان لگاتا ہے، دوسروں کے بارے میں بدزبانی اور بدکلامی کرتا ہے ایسی زبان سے یہ لفظ نکلے گا تو اس کی برکتیں ظاہر نہیں ہوں گی۔ برکتوں کے ظاہر ہونے کیلئے زبان ٹھیک ہونی چاہئے۔ اسم اعظم تو اللہ ہی ہے لیکن جب کسی سچی زبان سے نکلے تو پھر اس کا اثر ہوتا ہے۔ (ج 11 ص 32)

ہاتھ کی انگلیوں سے اسم ذات

آپ اس عاجز کی انگلیوں کی طرف دیکھیں۔ یہ اسم ذات "اللہ" بنتا ہے۔ الف، لام، لام اور ہا۔ اللہ کا لفظ ایسے ہی لکھا جاتا ہے۔ ہمارے مشائخ اللہ کے نام کی شکل انگلیوں سے بنا کر سالکین کے دل پر رکھتے ہیں۔ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندی بخاریؒ پر اللہ تعالیٰ نے یہ راز کھولا۔ وہ سالکین کے دل پر انگلی رکھ کر روحانیت سے اللہ کا لفظ کہتے تھے۔ (ج 11 ص 38)

اسم ذات سے متعلق علمی نکتہ

طالب علموں کیلئے ایک علمی نکتہ عرض کرتا چلوں...... اللہ رب العزت نے اپنی ذات کیلئے کہیں انا کا لفظ استعمال فرمایا ہے اور کہیں نحن کا لفظ۔ اس سلسلہ میں یہ بات یاد رکھیں کہ اللہ رب العزت جب مجرد ذات کا ذکر کرتے ہیں تو انا کا صیغہ استعمال فرماتے ہیں اور جب ذات اور صفات کا تذکرہ فرماتے ہیں تو نحن کا صیغہ استعمال فرماتے ہیں۔ مثال کے طور پر

☆...... مجرد ذات کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ ۔ (طٰہٰ:۱۴)

میں ہی خدا ہوں۔ میرے سوا کوئی خدا نہیں پس میری عبادت کرتے رہو۔

☆......اور ذات اور صفات دونوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ۔ (ق: ۱۶)

اور ہم اس کو اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ (ج 11 ص 61)

غلاف کعبہ پر دو صفاتی ناموں کی کثرت

اللہ کے دو صفاتی نام ہیں۔ ۱۔ حَنَّانٌ ۲۔ مَنَّانٌ

یہ دونوں نام اسماء الحسنٰی میں سے نہیں ہیں لیکن احادیث میں آئے ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ اگر آپ حج یا عمرہ پر جائیں تو غلافِ کعبہ پر ہر دوسری تیسری لائن پر یا ''حنان'' یا منان'' لکھا ہوا نظر آئے گا۔ چاروں طرف پوری پوری لائن پر یہی نام لکھے ہوئے ہیں اور بھی نام لکھے ہوئے ہیں مگر ان کی پوری پوری لائنیں نہیں ہیں۔ یہ عاجز بہت عرصہ تک یہ سوچتا رہا کہ آخر علمائے امت نے ان دو ناموں کی پوری پوری لائنیں کیوں لکھی ہوئی ہیں، جب ان کے معانی سوچنے لگے تو عجیب و غریب معانی سامنے آئے۔ (ج 11 ص 71)

حنان کا مفہوم اور معارف

حنان اس ہستی کو کہتے ہیں کہ اگر اس سے کوئی روٹھنا چاہے تو وہ اسے روٹھنے نہ دے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنے سے دور نہیں جانے دیتے......اس لئے جب کوئی بندہ اللہ رب العزت کے در سے غافل ہوتا ہے تو وہ اس کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ کبھی اس کے کاروبار میں پریشانی، کبھی صحت میں پریشانی، کبھی کوئی اور پریشانی۔ یہ چھوٹی موٹی پریشانیاں اس لئے آتی ہیں کہ یہ جاگے اور میرے در پر آئے۔

یہاں ایک بزرگ نے نکتہ لکھا ہے کہ پاک ہے وہ پروردگار جو اپنے بندوں کو پریشانیوں کی رسیوں میں جکڑ جکڑ کر اپنی بارگاہ کی طرف کھینچ رہا ہوتا ہے۔ جیسے مچھلی شکاری سے دور بھاگتی ہے تو وہ اس کو قریب کھینچتا ہے اسی طرح جب بندہ اپنے گناہوں کی وجہ سے

اللہ سے دور ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے حالات اس طرح بنا دیتے ہیں کہ جن کی وجہ سے اسے Heat پہنچتی ہے اور وہ اللہ کے در پہ آ کر دعائیں مانگنا شروع کر دیتا ہے۔ دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کتنے بہترین انداز میں فرمایا:

فَاَیْنَ تَذْهَبُوْنَ؟ (او میرے بندو! تم کدھر جا رہے ہو؟)

ایک اور جگہ پر فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّکَ بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِ. (الانفطار:۶)

(اے انسان! تجھے تیرے کریم پروردگار سے کس چیز نے دھوکے میں ڈال دیا)

جیسے ماں اپنے بیٹے کو پیار سے منا رہی ہوتی ہے کہ بیٹا! تو اپنی امی سے روٹھ گیا، اس انداز میں فرمایا کہ تم مجھ سے کیوں روٹھ رہے ہو؟ (ج 11 ص 71)

انسانی دلوں کی واشنگ مشین

ایک صاحب نے اس عاجز سے پوچھا، جی! طواف کے سات چکروں کا کیا مطلب ہے؟ میں نے کہا، بھئی! یہ عبادت ہے۔ لیکن اسے بات سمجھ میں نہ آئی۔ پھر میرے ذہن میں ایک بات آئی لہٰذا اسے ذرا اور انداز میں سمجھانے کی کوشش کی۔ میں نے کہا، کیا آپ کے گھر میں واشنگ مشین ہے؟ وہ کہنے لگا، جی ہاں۔ میں نے پوچھا کہ جب کپڑے گندے ہو جاتے ہیں تو تم کیا کرتے ہو؟ وہ کہنے لگا کہ گندے کپڑوں کو واشنگ مشین میں ڈالتے ہیں اور پھر اس کے چند چکر دلواتے ہیں۔ جب نکالتے ہیں تو وہ کپڑے پاک صاف ہو چکے ہوتے ہیں۔ میں نے کہا،

”اللہ تعالیٰ نے بھی انسانوں کے دلوں کو دھونے کی واشنگ مشین بنا دی ہے۔“

اللہ رب العزت کہتے ہیں،

”اے میرے بندو! تم دنیا میں رہ کر اپنے دلوں کو کالا کر لیتے ہو، مخلوق کی محبت میں پھنس جاتے ہو اور دنیا داری میں گرفتار ہو جاتے ہو، تم وہاں سے چھوٹ کر میلے دلوں کے ساتھ آؤ، جب میرے گھر میں پہنچو گے تو بس تمہیں سات چکر لگوائیں گے اور تمہیں بھی دھو کر نکال دیں گے۔“ سبحان اللہ۔ (ج 11 ص 91)

معافی مانگنے میں عظمت

میرے دوستو! ایک جملہ بہت خوبصورت اور پیارا ہے۔ کون سا جملہ ہے؟ وہ جملہ یہ ہے کہ...... "غلطی ہوگئی ہے معاف کر دیجئے"...... اگر ہم یہ کہنا سیکھ لیں تو ہمارے کئی جھگڑے ختم ہو سکتے ہیں۔ اگر کسی موقع پر خاوند اپنی بیوی سے ناراض ہو جائے اور بیوی یہ کہہ دے کہ غلطی ہو گئی ہے معاف کر دیجئے تو خاوند معاف کر دے گا...... اگر بیٹے سے باپ ناراض ہو جائے اور بیٹا آگے سے کہہ دے کہ ابو! غلطی ہوگئی ہے معاف کر دیجئے تو باپ ناراض ہونے کی بجائے خوش ہو جائے گا...... دوست دوست کے درمیان جھگڑا ہو گیا، اگر ان میں سے ایک کہتا ہے کہ بھئی! غلطی ہوگئی ہے، معاف کر دیجئے تو بڑے بڑے جھگڑے ختم ہو جائیں گے۔ مگر ہمیں یہ الفاظ آج تک کسی نے سکھائے ہی نہیں۔ یہ پیر و مرشد کا کام ہوتا ہے۔ یاد رکھیں کہ آج غلطیوں کی معافی ایک دوسرے سے مانگ لینا بہت آسان ہے لیکن قیامت کے دن ان فیصلوں کو نمٹانا بہت مشکل ہوگا۔ قیامت کے دن جس کو کھڑا کیا گیا کہ تم ذرا بتاؤ کہ تم نے فلاں کو کمینہ کیوں کہا تھا؟ فلاں کو ذلیل کیوں کہا تھا؟...... فلاں کو بے ایمان کیوں کہا تھا؟...... اگر وہاں ثابت نہ کر سکے تو پھر ہماری کیا درگت بنے گی؟ اسی لئے آج ایک دوسرے سے معافی مانگنے کی عادت ڈال لیں۔ یہ بہت اچھی عادت ہے۔ یہ حضرت آدمؑ کی صفت ہے اور اسی میں عظمت ہے جب حضرت آدم علیہ السلام نے گندم کا خوشہ کھایا تو ان پر پروردگار عالم کا عتاب نازل ہوا۔ چنانچہ پروردگار عالم نے فرمایا کہ کیا ہم نے تمہیں اس کے کھانے سے منع نہیں کیا تھا۔ یعنی جب منع کیا تھا تو پھر تم نے کیوں کھایا؟...... آگے حضرت آدم علیہ السلام نے یہ نہیں کہا کہ

...... اے اللہ! مجھ سے بھول ہوگئی تھی،...... میں سمجھا تھا کہ وہ ممنوعہ درخت اور ہوگا، میں نے ارادے سے یہ کام نہیں کیا...... بلکہ فقط ایک سیدھی سی بات کی کہ

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ. (الاعراف: ۲۳)

اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر آپ ہماری مغفرت نہ کریں اور رحمت نہ فرمائیں تو ہم خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

تو پتہ چلا کہ غلطی کو مان لینا حضرت آدم علیہ السلام کی صفت ہے۔ (ج 11 ص 135)

حقوق العباد معاف کروانے کی ضرورت

یاد رکھیں کہ اگر اپنی غلطی کو تسلیم کر کے جلدی معافی مانگ لی جائے تو بندے کے بڑے بڑے مسئلے منٹوں میں حل ہو جائیں گے۔ اگر ہم نے اللہ رب العزت کے حقوق ضائع کئے تو اللہ تعالیٰ جلدی معاف فرما دیں گے مگر حقوق العباد اللہ کے بندوں سے معاف کروانے پڑیں گے۔ سوچیں تو سہی کہ ہم نے...... کتنوں کی غیبت کی.......... کتنوں پر بہتان لگائے

...... کتنوں سے حسد کیا.......... کتنوں کا دل دکھایا......

...... کتنوں سے بدگمانی کی.......... کتنوں سے بدزبانی کی......

...... کتنوں کو ہاتھوں سے تکلیف پہنچائی...... کتنے رشتوں کو زبان کی تلوار سے کاٹا......

لیکن کیا ہم نے کبھی کسی سے معافی بھی مانگی ہے؟...... دیکھنے میں تو صوفی بنے پھرتے ہیں لیکن یاد رکھنا کہ یہ ورد وظیفے کسی کام نہیں آئیں گے۔ جہاں حقوق العباد کا معاملہ آ جائے گا وہاں معافی مانگنی پڑے گی۔ لہٰذا آج ہی سے اس کو عادت بنا لیجئے۔ دنیا میں معافی مانگنا آسان ہے اور قیامت کے دن اس کا جواب دینا مشکل کام ہے۔ (ج 11 ص 138)

سنت کی محبوبیت

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر ساری دنیا کی کرامتیں ہم سے چھین لیں اور اتباع سنت ہمیں دے دیں تو خوش نصیبی کے سوا کچھ نہیں ہے اور اگر ساری دنیا کی کرامتیں دے دیں اور اتباع سنت چھین لیں تو ساری دنیا کی بدبختی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اسی لئے ہمارے اکابرین کو اللہ تعالیٰ نے سنت والی زندگی دی۔ ان کا اٹھنا بیٹھنا، بول چال، رفتار گفتار، اور سب طور طریقے سنت کے مطابق تھے۔ نبی علیہ السلام ہر ایک کیلئے سراپا رحمت تھے اور ہمارے اکابرین بھی سراپا رحمت تھے۔ نبی علیہ السلام کا دل دوسروں کی تکلیف پر دکھتا تھا اور ان اللہ والوں کا دل بھی دکھتا ہے۔ نبی علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی یاد سے کبھی غافل نہیں رہتے تھے اور ان اللہ والوں کے دل بھی ہر وقت اللہ رب العزت سے واصل رہتے ہیں۔ نبی علیہ السلام نے دین کیلئے دن رات ایک کر دیا تھا اللہ والے بھی دین کیلئے ہر وقت اپنی توانائیاں صرف کر رہے ہوتے ہیں۔ (ج 11 ص 170)

دل اور گند خانہ

آج ہم نے دل کو صنم خانہ بنالیا۔ بت خانہ بنالیا۔ بلکہ سچ کہوں کہ دل کو گند خانہ بنالیا ہے۔مَاهٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ دل میں مورتیاں رکھی ہوئی ہیں۔کسی نے دل میں لڑکی کی مورتی رکھی ہوئی ہے۔کسی نے مال پیسے کی مورتی رکھی ہوئی ہے۔کسی نے عہدے کی رکھ لی۔جس گھر میں تصویر ہو اس گھر میں رحمت کا فرشتہ نہیں آتا۔تو جس دل میں غیر کی تصویر ہوگی اس دل میں اللہ کی تجلیات کیسے آسکتی ہیں۔(ج 1 ص 89)

تقویٰ کیا ہے

ہمارے حضرت غلام حبیب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہر چیز کو چھوڑ دینا جس کے اختیار کرنے سے تعلق باللہ میں فرق آئے اسے تقویٰ کہتے ہیں۔(ج 1 ص 91)

اعمال کی اللہ کے ہاں پیشی

ایک نوجوان اپنی زبان سے اول فول بک رہا تھا کسی اللہ والے نے سنا فرمانے لگے بیٹے ذرا سوچ سمجھ کر بات کر اور دیکھ کہ تو اللہ کا نام کیسا مکتوب بھیج رہا ہے۔ہماری زبان سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ ہمارے نامہ اعمال میں لکھا جاتا ہے اور یہ اعمال نامہ روزانہ اللہ رب العزت کے حضور پیش کیا جاتا ہے۔(ج 1 ص 97)

اللہ کی محبت کا رنگ

کچھ لوگ رنگ فروش ہوتے ہیں کچھ لوگ رنگ ساز ہوتے ہیں۔کچھ لوگ رنگ ریز ہوتے ہیں۔ایک رنگ کا بیچنے والا اور ایک اس رنگ کو کپڑے کے اوپر چڑھانے والا، جو بیچنے والا ہو اس کو رنگ فروش کہتے ہیں جو رنگ اوپر چڑھانے والا ہو اس کو رنگ ریز کہتے ہیں۔کتاب وسنت ایک رنگ ہے۔علماء کرام رنگ فروش ہیں اور مشائخ وصوفیاء رنگ ریز ہیں۔جوان کے پاس جاتا ہے اس کے دل پر کتاب اللہ کا رنگ چڑھا دیتے ہیں۔اللہ اکبر۔(ج 1 ص 119)

وزن کم کرنے کا آسان نسخہ

ایک ہوتا ہے کم کھانا، یہ بھی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مبارک سنت ہے اور ایک ہوتا ہے آہستہ کھانا، یہ بھی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مبارک سنت ہے..... اس میں ایک دلچسپ نکتہ ہے..... آپ نے دیکھا ہوگا کہ ہم میں سے بعض لوگ کھانے کیلئے دستر خوان پر بیٹھتے ہیں تو Withinfewminutes (چند منٹوں میں) دستر خوان سے، بہت کچھ ان کے پیٹ میں شفٹ ہو چکا ہوتا ہے۔ جب کھانا کھا لیتے ہیں تو تھوڑی دیر کے بعد پیٹ پکڑ کر کہہ رہے ہوتے ہیں کہ یار آج تو بہت کھا لیا ہے۔ اس میں دلچسپ نکتہ یہ ہے کہ مجھے ایک مرتبہ ایک ایسا مضمون پڑھنے کا موقع ملا جس کو کسی ملک میں ڈاکٹروں کی ایک ایسوسی ایشن نے چھاپا تھا...... یہ ایک پکی بات ہے..... انہوں نے لکھا تھا کہ جو بندہ اپنے وزن کو کم کرنا چاہے اس کو چاہئے کہ وہ آہستہ کھائے۔ یہ چیز پڑھ کر یہ عاجز بڑا حیران ہوا کہ اب تک تو کہتے تھے کہ جو وزن کم کرنا چاہے وہ ڈائٹنگ کرے اور اب یہ کہہ رہے ہیں کہ جو وزن کم کرنا چاہے وہ آہستہ کھائے۔ (ج 11 ص 260)

اللہ تعالیٰ کے ہاں اعمال کی قدر

اللہ رب العزت اتنے قدر دان ہیں کہ بندہ اگر چھوٹا سا بھی عمل کرے تو پروردگار اس کے عمل کو قبول فرما لیتے ہیں۔ حالانکہ بادشاہوں کا دستور ہے کہ لے جانے والا اگر کوئی چھوٹا سا تحفہ لے کر جائے تو وہ اپنی شان میں گستاخی سمجھتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ ہمارے پاس تحفے بھی بڑے آنے چاہئیں۔ مگر اللہ رب العزت ایسا کریم آقا ہے کہ ارشاد فرمایا:

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ. (الزلزال: ۷)

(جس بندے نے ذرہ کے برابر بھی نیک عمل کیا ہوگا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو اس کا بھی اجر عطا فرمائے گا)۔ قرآن مجید میں ایک دستور بنا دیا گیا ہے۔

اَنِّیْ لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى. (آل عمران: ۱۹۵)

(بے شک تم میں سے کوئی مرد ہو یا عورت میں اسکے کئے ہوئے عملوں کو ضائع نہیں کروں گا)

اب ذرا اس مثال کو سمجھ لیجئے۔ جب دفتر میں کسی کلرک نے اپنے افسر کے سامنے کوئی لیٹر پیش کرنا ہوتا ہے تو وہ اس کو کئی دفعہ ٹائپ کرتا ہے۔ کبھی سپیلنگ کی غلطی ہو جاتی ہے اور کبھی پیراگراف خوبصورت نہیں لگتا۔ اس طرح کئی کئی کاغذ ضائع ہو جاتے ہیں۔ بالآخر ایک فائنل کاغذ تیار ہو جاتا ہے۔ اس پر حکام بالا سائن (دستخط) کرتے ہیں۔ اگر وہ کلرک غلطیوں والا کاغذ ہی دستخط کرنے کیلئے پیش کر دے اور کہہ دے کہ جی میں نے ٹائپ کر دیا ہے اب آپ غلطیاں بھی ٹھیک کر دیں اور سائن بھی کر دیں تو کوئی حاکم بھی ایسا نہیں کرے گا۔

اللہ تعالیٰ کی شان بھی ایسی ہی تھی کہ بندہ عمل کرتا اور اس میں کوئی غلطی ہوتی تو اللہ تعالیٰ بھی رد فرما دیتے اور کہہ دیتے، میرے بندے! جاؤ، مجھے بغیر غلطی کے عمل چاہئے۔ اگر ایسا ہوتا تو ہمارا کیا بنتا؟ اگر کوئی آدمی نماز پڑھ رہا ہو اور اسے اس میں رکعتیں ہی بھول جائیں، دنیا کے خیالات میں اتنا محو ہو جائے کہ اسے یہ بھی یاد نہ رہے کہ میں کس رکعت میں تھا تو اب آداب شاہانہ کا تقاضا تو یہ تھا کہ اس سے کہہ دیا جاتا کہ میرے بندے! تم میرے سامنے کھڑے ہو کر بھی اتنے غافل ہوتے ہو، اب نئے سرے سے نماز پڑھو، تمہاری یہ نماز قابل قبول نہیں ہے۔ مگر پروردگار عالم نے یہ حکم نہیں دیا۔ اگر ایسا حکم کر دیتے تو ہم سارا دن نماز ہی پڑھتے رہ جاتے۔ پتہ نہیں کہ کوئی ایک نماز بھی ایسی پڑھ سکتے یا نہ پڑھ سکتے۔ (ج12ص16)

اخلاص و دیانتداری کا صلہ

ابن عقیل رحمۃ اللہ علیہ اپنا واقعہ لکھتے ہیں کہ میں بہت ہی زیادہ غریب آدمی تھا۔ ایک مرتبہ میں نے طواف کرتے ہوئے ایک ہار دیکھا جو بڑا قیمتی تھا۔ میں نے وہ ہار اٹھا لیا۔ میرا نفس چاہتا تھا کہ میں اسے چھپا لوں لیکن میرا دل کہتا تھا، ہرگز نہیں، یہ چوری ہے، بلکہ دیانتداری کا تقاضا یہ ہے کہ جس کا یہ ہار ہے اسے میں واپس کر دوں۔ چنانچہ میں نے مطاف میں کھڑے ہو کر اعلان کر دیا کہ اگر کسی کا ہار گم ہوا ہو تو آ کر مجھ سے لے لے۔ کہتے ہیں کہ ایک نابینا آدمی آیا اور کہنے لگا کہ یہ ہار میرا ہے اور میرے تھیلے میں سے گرا ہے۔ میرے نفس نے مجھے اور بھی ملامت کی کہ ہار تو تھا بھی نابینا کا، اس کا کسی کو کیا پتہ چلنا تھا،

چھپانے کا اچھا موقع تھا مگر میں نے وہ ہار اسے دے دیا۔ نابینا نے دعا دی اور چلا گیا۔

کہتے ہیں کہ میں دعائیں بھی مانگتا تھا کہ اللہ! میرے لئے کوئی رزق کا بندوبست کر دے۔ اللہ کی شان دیکھیں کہ میں وہاں سے "حلہ" آ گیا۔ یہ ایک بستی کا نام ہے۔ وہاں کی ایک مسجد میں گیا تو پتہ چلا کہ چند دن پہلے امام صاحب فوت ہو گئے تھے۔ لوگوں نے مجھے کہا کہ نماز پڑھا دو۔ جب میں نے نماز پڑھائی تو انہیں میرا نماز پڑھانا اچھا لگا۔ وہ کہنے لگے، تم یہاں امام کیوں نہیں بن جاتے۔ میں نے کہا، بہت اچھا۔ میں نے وہاں امامت کے فرائض سرانجام دینے شروع کر دیے۔ تھوڑے دنوں کے بعد پتہ چلا کہ جو امام صاحب پہلے فوت ہوئے تھے ان کی ایک جواں سال بیٹی ہے۔ وہ وصیت کر گئے تھے کہ کسی نیک بندے سے اس کا نکاح کر دینا۔ مقتدی لوگوں نے مجھ سے کہا، جی اگر آپ چاہیں تو ہم اس یتیم بچی کا آپ سے نکاح کر دیتے ہیں۔ میں نے کہا، جی بہت اچھا، چنانچہ انہوں نے اس کے ساتھ میرا نکاح کر دیا۔

شادی کے کچھ عرصہ کے بعد میں نے اپنی بیوی کو دیکھا کہ اس کے گلے میں وہی ہار تھا جو میں نے طواف کے دوران ایک نابینا آدمی کو لوٹایا تھا۔ اسے دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔

میں نے پوچھا، یہ ہار کس کا ہے؟ اس نے کہا، یہ میرے ابو نے مجھے دیا تھا۔

میں نے کہا، آپ کے ابو کون تھے؟

اس نے کہا، وہ عالم تھے، اس مسجد میں امام تھے اور نابینا تھے۔

تب مجھے پتہ چلا کہ اس کے ابو وہی تھے جن کو میں نے وہ ہار واپس کیا تھا۔ میں نے اس کو بتایا کہ یہ ہار تو میں نے ان کو اٹھا کر دیا تھا۔ وہ کہنے لگی کہ آپ کی بھی دعا قبول ہو گئی اور میرے ابو کی بھی دعا قبول ہو گئی۔ میں نے کہا، وہ کیسے؟ اس نے کہا کہ آپ کی دعا تو اس طرح قبول ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو گھر بھی دیا، گھر والی بھی دی اور رزق بھی دیا اور میرے ابو کی دعا اس طرح قبول ہوئی کہ جب وہ ہار لے کر واپس آئے تو وہ دعا مانگتے تھے کہ اے اللہ! ایک امین (امانت دار) شخص نے میرا ہار مجھے لوٹایا ہے، اے اللہ! ایسا ہی امین شخص میری بیٹی کیلئے خاوند کے طور پر عطا فرما دے۔ اللہ نے میرے باپ کی دعا بھی قبول کر لی اور آپ کو میرا خاوند بنا دیا...... تو مخلص بندے کا کام اللہ تعالیٰ کبھی رکنے نہیں دیتے، اٹکنے نہیں دیتے بلکہ اس کی کشتی ہمیشہ کنارے لگا دیا کرتے ہیں۔ (ج12ص93)

اللہ کا در اللہ کا ڈر

دو لفظ یاد رکھئے...... ایک اللہ کا در اور ایک اللہ کا ڈر...... ان دو چیزوں کو زندگی بھر نہیں چھوڑنا۔ نہ تو اللہ کے در کو یعنی دروازے کو چھوڑنا ہے اور نہ ہی اللہ کے ڈر کو چھوڑنا ہے۔ کبھی نڈر نہیں ہونا۔ کبھی یہ نہیں سوچنا کہ...... میں نے بڑی تہجد پڑھ لی...... بڑے ذکر مراقبے کر لئے...... میں نے لا الٰہ کی بڑی ضربیں لگا لیں۔ کبھی بے خوف نہیں ہونا۔ ساری زندگی دل میں ڈر رہے کہ پتہ نہیں کہ قیامت کے دن میرا کیا بنے گا۔ اگر ساری زندگی یہ دو نعمتیں ساتھ رہیں گی تو سمجھ لینا کہ ہم محفوظ ہو کر اللہ تعالیٰ کے راستے پر قدم اٹھا رہے ہیں۔ (ج12ص115)

خطرے کی بات

جب انسان کسی گناہ کو ہلکا سمجھنا شروع کر دے تو یہ بڑی خطرے کی بات ہوتی ہے۔ بلکہ مشائخ نے کہا کہ جس گناہ کو لوگ ہلکا سمجھیں وہ اللہ کے ہاں بڑا ہوتا ہے۔

☆...... ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اے دوست! یہ نہ دیکھنا کہ گناہ چھوٹا ہے یا بڑا، بلکہ اس ذات کی عظمت کو سامنے رکھنا جس کی تم نافرمانی کر رہے ہو۔

☆...... ایک بزرگ فرماتے تھے کہ اللہ رب العزت نے میرے دل میں القاء فرمایا کہ میرے بندوں سے کہہ دو کہ یہ گناہ کرتے وقت باقی مخلوق سے پردہ کر لیتے ہیں اور ان تمام دروازوں کو بند کر دیتے ہیں جن سے مخلوق دیکھتی ہے۔ لیکن اس دروازے کو بند نہیں کرتے جس سے میں پروردگار دیکھتا ہوں، کیا اپنی طرف دیکھنے والوں میں سے یہ سب سے کم درجے کا مجھے سمجھتے ہیں۔

☆...... اکمال الشیم میں ایک عجیب بات لکھی ہے کہ اگر اللہ رب العزت کے عدل وانصاف سے مڈبھیڑ ہوئی تو کوئی بھی گناہ صغیرہ نہیں اور گر اس کے فضل کا سامنا ہوا تو کوئی بھی گناہ کبیرہ نہیں۔ لہٰذا میرے دوستو! اگر اللہ رب العزت فضل فرما دیں تو پھر چاہے جس گناہ کو معاف فرما دے لیکن اگر عدل فرمائیں گے تو پھر معاملہ مشکل بن جائے گا۔ (ج12ص124)

گناہ سے بھی بری چار باتیں

گناہ بہت برا ہوتا ہے لیکن چار باتیں گناہ سے بھی زیادہ بری ہیں۔

۱......گناہ کو ہلکا سمجھنا: اگر کوئی بندہ گناہ کا مرتکب ہو جائے تو اسے چاہئے کہ وہ گناہ کو گناہ تو سمجھے۔ اس گناہ کو ہلکا سمجھنا، گناہ سے بھی زیادہ برا کام ہے۔

۲......گناہ کر کے خوش ہونا: جیسے عورتیں کہتی ہیں، دیکھا، میں نے اسے جلانے کیلئے یہ بات کی۔ اب وہ جو یہ کہہ رہی ہے میں نے اسے جلانے کیلئے یعنی اس کے دل کو دکھ پہنچانے کیلئے یہ بات کی ہے، تو یہ گناہ پر خوش ہونے والی بات ہے۔ یا اگر کسی گناہ کا راستہ کھل جائے تو خوش ہو کہ اب میرے لئے گناہ کرنا آسان بن گیا ہے۔ یہ بھی گناہ کرنے سے زیادہ برا ہے۔

۳......گناہ پر اصرار کرنا: یک گناہ کو بار بار کرنا بھی بہت برا کام ہے۔

۴......گناہ پر فخر کرنا: گناہ پر اترانا اور فخر کرنا بھی گناہ کرنے سے برا کام ہے۔ (ج12 ص132)

گناہ کبیرہ میں دس خرابیاں

ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ تنبیہ الغافلین، میں فرماتے ہیں کہ ہر کبیرہ گناہ کے اندر دس باتیں ہوتی ہیں۔

۱......اس شخص سے اللہ تعالی ناراض ہوتے ہیں۔ جو بھی گناہ کا ارتکاب کرتا ہے وہ اپنے مالک کو ناراض کرتا ہے۔

۲......وہ شیطان کو خوش کرتا ہے۔ کیونکہ گناہ کے صدور سے دشمن شیطان خوش ہوتا ہے۔

۳......وہ جہنم کے قریب ہو جاتا ہے۔ ۴......وہ جنت سے دور ہو جاتا ہے۔

۵......وہ اپنے نفس کیساتھ بے وفائی کرتا ہے۔ گویا اس نے اسکو آگ میں پڑنے کے قابل بنا لیا۔

۶......وہ اپنے نفس کو ناپاک کر لیتا ہے۔ ہر گناہ باطنی نجاست کی مانند ہے۔ جس طرح ظاہری نجاست پانی سے دھلتی ہے، اسی طرح گناہوں کی نجاست توبہ سے دھلتی ہے۔

۷......وہ اپنی نگرانی پر مامور فرشتوں کو تکلیف پہنچاتا ہے۔ وہ نگرانی کرتے ہیں

اور یہ تکلیف پہنچاتا ہے۔

۸......وہ نبی علیہ السلام کو قبر مبارک میں غمگین کرتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ہمارے نامہ اعمال نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہنچائے جاتے ہیں تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جب اپنے امتی کے گناہ دیکھتے ہیں تو محبوب علیہ السلام کو غم پہنچتا ہے۔

۹......وہ باقی مخلوق کے ساتھ بھی خیانت کرتا ہے۔ اس لئے کہ گناہ کے صدور سے اللہ رب لعزت کی اترنے والی برکتیں بسا اوقات رک جاتی ہیں۔ اس طرح دوسری مخلوق بھی محروم رہ جاتی ہے۔ مثلاً بارشیں رک جاتی ہیں تو باقی مخلوق بھی اس سے متاثر ہوتی ہیں۔

۱۰......انسان جہاں گناہ کرتا ہے، وہ زمین کے اس ٹکڑے کو قیامت کے دن کیلئے اپنے خلاف گواہ بنالیتا ہے۔ (ج12ص132)

بادشاہ کی پیشکش

ایک بادشاہ نے ایک عالم سے کہا کہ آپ بہت دور رہتے ہیں، مجھے آپ سے بڑی محبت ہے، آپ آئیں اور میرے پاس آکر رہیں......اگر آج کل کے کسی بندے کو بادشاہ دعوت دیتا تو وہ سر کے بل چل کر جاتا۔ لیکن وہ اللہ والے تھے......جب انہیں یہ پیغام ملا تو وہ آئے اور انہوں نے بادشاہ سے بھرے دربار میں کہا،

''بادشاہ سلامت! اگر میں آپ کے پاس آکر رہوں اور آپ کی کوئی باندی ہو اور آپ مجھے کسی دن دیکھیں کہ میں آپ کی اس باندی کے ساتھ زنا کا مرتکب ہو رہا ہوں تو آپ کا رویہ کیا ہوگا؟'' بادشاہ یہ سنتے ہی سخت غضب ناک ہوا اور کہنے لگا،

''کیا تو ایسا انسان ہے؟ تیری یہ کیسی جرأت ہے کہ تو میرے ہاں آئے اور پھر یہاں حرام کاری کا مرتکب ہو۔'' جب بادشاہ خوب غضب ناک ہو گیا تو وہ عالم کہنے لگے،

''بادشاہ سلامت! ابھی تو میں اس گناہ کا مرتکب ہی نہیں ہوا اور آپ مجھ پر ابھی سے غضب ناک ہو گئے، تو میں اس کریم کا در چھوڑ کر آپ کے در پر کیسے آؤں جو گناہ کرتے ہوئے دیکھ کر بھی مجھ پر غضب ناک نہیں ہوتا''......سبحان اللہ۔ (ج12ص145)

صبر جمیل اور ہجر جمیل

دو باتوں کی وجہ سے انسان دنیا کے معاملات کو بہت جلدی سمیٹ لیتا ہے۔

۱۔صبر جمیل ۲۔ہجر جمیل

صبر جمیل اسے کہتے ہیں کہ کوئی بھی ناگوار کام ہو تو انسان صبر کرے اور شکوہ ہرگز نہ کرے۔چنانچہ علماء نے بھی صبر کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے کہ

اَلصَّبْرُ الَّتِیْ لَا شَکْوٰی فِیْہِ. صبر وہ ہوتا ہے جس کے اندر شکوہ نہ ہو۔

اگر کسی نے دکھ بھی دیا ہو تو انسان اس سے شکوہ ہی نہ کرے۔مؤمن دنیا کی خاطر نہیں الجھتا۔نہ تو وہ مقابلہ بازی کرتا ہے اور نہ ہی ضد بازی کر کے جھگڑا بڑھاتا ہے۔اسے اگر کوئی تکلیف پہنچتی بھی ہے تو وہ "صبر جمیل" کا مظاہرہ کرتا ہے۔

اگر کوئی بہت ہی زیادہ ایسا معاملہ ہو تو "ہجر جمیل" پر عمل کرتا ہے۔ہجر جمیل کا مطلب یہ ہے کہ پھر وہ اس سے اچھے انداز میں جدائی اختیار کر لیتا ہے۔آج تو تعلق بھی ہوتا ہے اور عداوت بھی چلتی ہے۔دشمن کے رنگ میں ایک دوسرے کی خیر خواہی کر رہے ہوتے ہیں...... کچھ پتہ نہیں چلتا کہ دوست کون ہے اور دشمن کون ہے...... اس دنیا میں انسان کو مختلف قسم کے امتحانوں سے گزرنا پڑتا ہے۔خوشی بھی امتحان ہے اور غم بھی امتحان ہے مگر اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ اگر میرے بندے کو خوشی ملے تو یہ میری بارگاہ میں شکر ادا کرے اور اگر اس کو کوئی غم ملے تو یہ اس پر صبر کر کے میرے نیک بندوں میں شامل ہو جائے۔شکر کرنے والا بھی جنتی اور صبر کرنے والا بھی جنتی۔(ج12ص160)

دنیا کا سب سے بڑا ترجمان

اٹلی کا ایک سائنسدان تھا۔اس نے عربی زبان سیکھی۔چونکہ وہ میڈیکل کی لائن سے تعلق رکھتا تھا۔اس لئے اس نے لائبریریوں میں یونانی طب پر بہت سی کتابیں پڑھیں۔ ان میں سے اسے دو کتابیں بہت اچھی لگیں۔اس نے ان کا ترجمہ عربی زبان سے اطالوی

زبان میں کر دیا۔ وہ کتابیں اتنی مقبول ہوئیں کہ اس کی شہرت دور دور تک پھیل گئی عین اسی وقت اس کی طبیعت خراب ہو گئی۔ وہ علاج کی غرض سے کسی ڈاکٹر کے پاس گیا۔ ڈاکٹر نے اسے بتایا کہ تم کینسر کے مریض ہو، ہمارے پاس اس کی دوائی دستیاب نہیں ہے، لہٰذا یہ کینسر پھیل جائے گا اور تمہیں زیادہ سے زیادہ دو سال میں موت آ جائے گی۔ اب کوئی اور ہوتا تو وہ سن کر پریشان ہو جاتا مگر اس کے اندر بڑی قوت ارادی تھی لہٰذا وہ کہنے لگا کہ پھر تو میرے پاس وقت کم ہے اور مجھے بہت سا کام کرنا ہے۔ چنانچہ وہ لائبریوں میں گیا اور اس نے طب یونانی پر جتنی اور کتابیں تھیں وہ سب اچھی طرح دیکھیں اور ان میں سے اسے اسّی کتابیں بڑی اچھی لگیں اس نے وہ کتابیں لے لیں اور واپس چلا گیا۔ واپس جا کر اس نے کچھ لوگوں کو اپنا معاون بنا لیا اور کہا کہ کتابوں کو ٹرانسلیشن میں جہاں اصطلاحات ہوں گی، ان کا ترجمہ میں کروں گا اور جو روٹین کی عبارت ہو گی تم اس میں میری مدد کرنا۔ اس طرح بندے نے دو سالوں میں اسّی کتابوں کا ترجمہ عربی سے اطالوی زبان میں کر دیا۔ اس وقت گینز بک آف ریکارڈ میں اس کا نام "دنیا کا سب سے بڑا ترجمان" کے طور پر لکھا ہوا ہے......

دیکھیں کہ وہ کینسر کا مریض تھا اور اس نے ایسا کام کر دکھایا جو ہم لوگ صحت کے عالم میں بھی نہیں کر سکتے ...... یہ کیا چیز تھی؟ یہ قوت ارادی تھی۔ (ج 12 ص 234)

مضبوط قوت ارادی کی ضرورت

آج ہمارے نفس پر اپنا کنٹرول کیوں نہیں ہے۔ مسجد میں تو اللہ اکبر کہتے ہیں لیکن جیسے ہی باہر نکلتے ہیں تو نفس کی پوجا شروع ہو جاتی ہے اور آنکھ ادھر ادھر دیکھنا شروع کر دیتی ہے۔ ہمارے اندر استقامت نہیں ہوتی۔ گھڑی میں تولا اور گھڑی میں ماشہ ہوتے ہیں اور یونہی زندگی گزرتی رہتی ہے۔ جن کو ہم اللہ والے کہتے ہیں وہ بھی ہماری طرح مٹی کے بنے ہوئے انسان ہیں۔ ان کی بھی دو آنکھیں، دو ہاتھ، دو پاؤں اور ایک دماغ ہوتا ہے۔ ان کے دلوں کے اندر اتنا ٹھوس ایمان ہوتا ہے کہ جب وہ دل میں ایک ارادہ کر لیتے ہیں تو پھر وہ نبھا کر دکھا دیتے ہیں۔ یہاں آ کر ایک عام آدمی میں اور ایک اللہ والے میں فرق کا پتہ چلتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کو استقامت بہت پسند ہے۔ اسی لئے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا. (حم السجدة: ۳۰)

جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے، پھر وہ اس پر ڈٹ گئے۔

آج کا نوجوان استقامت میں کمی ہونے کی وجہ سے اپنے نفس کا غلام بنا پھرتا ہے۔ تنگ بھی ہے مگر نفس پر قابو بھی نہیں پا سکتا...... کیسے قابو ملے؟...... اس کے لئے مضبوط قوت ارادی کی ضرورت ہے۔ ہماری حالت ماچس کی تیلی کی مانند ہے۔ جس طرح اس کے اندر آگ بھری ہوتی ہے۔

بس رگڑ لگنے کی دیر ہوتی ہے کہ آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ اسی طرح ہمارے نفس کے اندر بھی خباثت بھری ہوتی ہے، نامحرم پر نظر پڑتی ہے تو ایسی رگڑ لگتی ہے کہ نفس میں شہوت بیدار ہو جاتی ہے، ذرا سی مسکراہٹ ہمارا وضو توڑ دیتی ہے، حلال و حرام کی تمیز نہیں رہتی۔ ہم اپنے نفس اور شیطان کے خلاف فاتح کیسے بن سکتے ہیں؟ اس کا راز قوت ارادی میں پوشیدہ ہے۔ (ج 12 ص 239)

ایک بھولا بھالا نوجوان

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۲۰ھ میں فتویٰ نویسی کا کام شروع کر دیا تھا۔ وہ ایسا زمانہ تھا جب پردے کی بہت زیادہ پابندی ہوتی تھی۔ اس دور میں ایک نوجوان امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوا اور کہنے لگا، حضرت! مجھے بتائیں کہ مرد اور عورت کے جسم میں کیا فرق ہوتا ہے...... اللہ اکبر...... اس کو پتہ ہی نہیں تھا کہ مرد اور عورت کے جسم کے اعضاء میں فرق کیا ہوتا ہے۔

آپ خود اندازہ کریں کہ اس وقت کتنا پردہ ہوتا ہوگا کہ جہاں ایک لڑکا پیدا ہو کر جوان ہو جاتا ہے اور اس کو کسی لڑکی کا جسم دیکھنے کا موقع ہی نہیں ملتا۔ اور آج ایسا شر اور بے پردگی کا وقت آگیا ہے کہ بچے بچپن میں ہی وہ باتیں سیکھ جاتے ہیں جب کہ پہلے وقت میں جوان جوانی میں بھی نہیں سیکھا کرتے تھے۔ (ج 12 ص 258)

لکڑی آگ کی غذا کیسے بنتی ہے؟

جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے ماموں سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ سفر میں جا رہے تھے۔ جب تھک گئے تو قیلولہ کی نیت سے ایک درخت کے نیچے سو گئے۔ جب آنکھ کھلی تو درخت میں سے آواز سنی: یَا سَرِی کُنْ مِثْلِی (اے سری! تو میرے جیسا ہو جا)

وہ بڑے حیران ہوئے۔ جب انہوں نے سنا کہ درخت میں سے اس طرح کی آواز آرہی ہے تو انہوں نے درخت سے مخاطب ہو کر کہا،

کَیْفَ اَکُوْنُ مِثْلُکَ (میں تیرے جیسا کس طرح بن سکتا ہوں)

درخت نے جواب دیا: اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَنِیْ بِالْاَحْجَارِ فَاَرْمُوْھُمْ بِالْاَثْمَارِ۔

اے سری! لوگ میری طرف پتھر پھینکتے ہیں اور میں ان کی طرف اپنے پھل لوٹاتا ہوں (لہٰذا تو بھی مجھ جیسا ہو جا)۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو نورِ فراست عطا کیا ہوا تھا لہٰذا ان کے دل میں فوراً خیال آیا کہ اگر یہ درخت اتنا اچھا ہے کہ پتھر مارنے والے کو بھی اپنے پھل دیتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو آگ کی غذا کیوں بنایا۔ لکڑی جلتی ہے اور آگ کی غذا بنتی ہے۔ چنانچہ انہوں نے درخت سے پوچھا: وَکَیْفَ مَصِیْرُکَ اِلَی النَّارِ.

اے درخت! اگر تو اتنا اچھا ہے تو یہ بتا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے آگ کی غذا کیوں بنا دیا؟

جب انہوں نے یہ پوچھا تو ایسے لگا کہ جیسے اس درخت نے ٹھنڈی سانس لی اور جواب دیا کہ اے سری! میرے اندر خوبی بھی بہت اچھی ہے مگر میرے اندر ایک ایسی خامی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کو بہت ناپسند ہے اور اس خامی نے میری سب خوبیوں پر پانی پھیر دیا ہے۔ پوچھا، وہ خامی کون سی ہے؟ درخت نے جواب دیا، فَاَمَلْیْتُ بِالْھَوَاءِ ھٰکَذَا ھٰکَذَا.

(اے سری! جدھر کی ہوا چلتی ہے میں ادھر کو ڈول جاتا ہوں)

میرے اندر استقامت نہیں ہے اور یہ چیز اللہ تعالیٰ کو اتنی ناپسند ہے کہ میری سب خوبیوں کے باوجود مجھے اللہ تعالیٰ نے آگ کی غذا بنا دیا۔

آج یہ استقامت ہمارے اندر نہیں ہے۔ اس کی کمی کی وجہ سے ہم گناہوں کا ارتکاب کر

بیٹھتے ہیں وگرنہ ہم جس ماحول میں بھی ہیں ہم اسی ماحول میں رہتے ہوئے شریعت وسنت کے مطابق زندگی گزار سکتے ہیں۔ یہ بہانے کرنا فضول ہے کہ فحاشی عام ہے، بے پردگی عام ہے۔ اہل اللہ اسی گندے ماحول میں رہتے ہوئے اپنے آپ کو شریعت وسنت کے مطابق رکھتے ہیں جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کو ولایت کا نور عطا فرما دیتے ہیں۔ وہ بھی انہی گلی کوچوں بازاروں میں زندگی گزارتے ہیں...... فرق کہاں ہے؟...... استقامت کا فرق ہے۔ اگر دل کے اندر عزم وارادہ ہو کہ میں نے پروردگار کی نافرمانی نہیں کرنی تو انسان اپنے نفس پر قابو پالیتا ہے۔ (ج 12 ص 240)

بدگمانی سے بچیں

یاد رکھیں کہ جس نے بھی کلمہ پڑھا وہ جتنا بھی غافل ہے آپ اس سے نفرت نہ کریں۔ جب اللہ تعالیٰ نفرت نہیں فرما رہے تو ہمیں بھی نفرت نہیں کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

قُلْ يٰعِبَادِيَ...... (اے محبوب!) کہہ دیجئے کہ میرے بندو......

جب اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی بندگی سے نہیں نکالا تو پھر ہم اسے کیوں نکال دیتے ہیں۔ لہٰذا ہر کلمہ گو سے محبت رکھیں، اس کی عزت واحترام کریں۔ ٹھیک ہے کہ وہ اب غافل ہے، لیکن ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے مرنے سے پہلے توبہ کی توفیق عطا فرما دیں۔ اگر توبہ کی درخواست آپ نے قبول کرنی ہے تو پھر تو واقعی خطرہ ہے اور جب پروردگار نے یہ درخواست قبول کرنی ہے تو پھر آپ کو کیا مصیبت ہے۔ ہمیں چاہئے کہ ایمان والوں کے بارے میں حسن ظن رکھیں اور ان کی کوتاہیوں سے درگزر کریں۔ خامیاں سب میں ہوتی ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ کسی میں کم ہوتی ہیں اور کسی میں زیادہ۔ فرشتہ تو کوئی بھی نہیں ہے۔ اتنی باریک چھاننی سے کیوں چھانتے ہو۔ انسان کا تو یہ حال ہے کہ اسے دوسروں کے عیبوں کا شک ہو جائے تو ان سے نفرت کرنا شروع کر دیتا ہے اور اسے اپنے عیبوں کا یقین ہوتا ہے لیکن پھر بھی اپنے نفس کے ساتھ محبت کرتا ہے۔ لہٰذا اس دور میں ہم نہ تو مسلمانوں سے بدگمان ہوں اور نہ ہی اسلام اور علماء سے بدگمان ہوں۔ بلکہ حسن ظن رکھیں۔ اللہ تعالیٰ اسی حسن ظن کے صدقے بالآخر ایمان پر خاتمہ فرما دیں گے۔ (ج 12 ص 268)

خیر و شر کے اثرات

جب خیر کا دور تھا اس وقت کے کافروں سے بھی اچھائیاں ہو جاتی تھیں اور اب چونکہ گمراہی کی تجلیات کا دور چل رہا ہے اس لئے آج کے نیک لوگوں سے بھی کوتاہیاں ہو جاتی ہیں۔ مثال کے طور پر..... دونوں دوست دیندار ہیں اور ان میں حسد ہے۔

......دونوں استاد ایک ہی مدرسے میں پڑھاتے ہیں۔ دونوں قرآن پڑھانے والے ہیں اور ایک دوسرے سے حسد نہیں جاتا۔

......ایک مہتمم ہے اور ایک استاد ہے مگر آپس میں ٹسل چل رہی ہے۔

......دو پیر بھائی ہیں اور ان کے درمیان آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ کھٹ پٹ چل رہی ہوتی ہے اور ان کا آپس میں پھڈا چل رہا ہوتا ہے۔

جب آج کل کے نیکوں کا یہ حال ہے تو پھر دوسروں کا کیا کہنا..... ایسا کیوں ہے؟..... اس لئے کہ صفت مضل والی تجلیات پڑ رہی ہیں اور بندے سے احیاناً ایسا کام ہو جاتا ہے۔ (ج 12 ص 260)

ذکر کثیر کی ضرورت

اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو ذکر کثیر کا حکم دیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا . (الاحزاب:۴۱)

اے ایمان والو! اللہ کا ذکر کثرت سے کرو۔

اللہ تعالیٰ نے اپنا ذکر کرنے کا حکم دیا مگر ساتھ شرط لگا دی کہ کثرت کے ساتھ ذکر کرو۔ اللہ تعالیٰ نے کہیں بھی کسی عبادت کی کثرت کا حکم نہیں دیا لیکن جہاں ذکر کا تذکرہ آیا وہیں کثرت کا حکم دیا۔ دیکھیں کہ جب ذکر کی بات کی تو کثرت ذکر کی بات کی لیکن جب عمل کی بات ہوئی تو کثرتِ عمل کی بات نہیں کی بلکہ خوبیٔ عمل کی بات کی، فرمایا:

خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا. (الملک:۲)

یہاں اکثر عملاً نہیں کہا بلکہ احسن عملاً کہا۔ (ج 13 ص 15)

ایک ماہر نفسیات کی تحقیق

ایک ماہر نفسیات گزرا ہے اس کا نام فرائیڈ تھا۔ اس کی وفات 1934ء میں ہوئی۔ اس کی ساری زندگی ہیومن سائیکالوجی میں سٹڈی (مطالعہ) کرتے گزر گئی۔ وہ پوری دنیا کا بڑا ماہر نفسیات سمجھا جاتا ہے۔ اپنی وفات سے کچھ عرصہ پہلے اس نے ایک بات لکھی کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جتنی نعمتیں دی ہیں ان میں سے سب سے بہترین نعمت قوت ارادی ہے۔ اس کے بعد وہ لکھتا ہے کہ

"قوت ارادی ہی وہ قوت ہے جس کی وجہ سے انسان اپنی مائینس (ناکامی) کو اپنی پلس (کامیابی) بنالیتا ہے۔" اپنی شکست کو اپنی فتح میں تبدیل کر لیتا ہے،
ناموافق حالات کو موافق حالات بنالیتا ہے، نفرتوں کو محبتوں سے بدل دیتا ہے،
غم کو خوشیوں میں تبدیل کر لیتا ہے۔ (ج 13 ص 45)

قابلیت اور قبولیت

ایک عام سی مثال سمجھ لیں کہ ایک عورت اچھے خاندان سے ہو، بڑی اعلیٰ تعلیم یافتہ ہو، شکل کی بہت ہی خوبصورت ہو، سمجھدار اور سلیقہ مند ہو اور گھر کے ہر کام اور ہنر کو سمجھتی ہو تو یہ تمام چیزیں اس کی "قابلیت" کہلاتی ہیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنے خاوند کو پسند بھی آجائے تو اس کو "قبولیت" کہتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے دیکھا ہوگا کہ بعض اوقات خوبصورت عورتوں کو بھی طلاقیں ہو جاتی ہیں۔ طلاق کوئی بندہ خوش ہو کر تو نہیں دیتا، ہمیشہ ناپسند کر کے بیوی کو اپنے سے جدا کیا جاتا ہے۔

ہمارے ایک دوست کہنے لگے کہ میری پانچ بہنیں ہیں۔ ان میں سے چار کی شکل وصورت اور تعلیم اوسط درجے کی تھی۔ ان میں سے ایک بہن ایسی تھی کہ ہم بھی اس کی ذہانت اور اس کے حسن و جمال پر حیران ہوتے تھے۔ جب کوئی عورت ہمارے گھر رشتہ دیکھنے آتی تو میری امی اس بہن کو الماری کے پیچھے چھپا دیتی تھی تا کہ کسی کی نظر نہ پڑ جائے ورنہ وہ اسی کا رشتہ مانگے گی۔ وہ کہنے لگے کہ حیرت کی بات ہے کہ پانچوں بہنوں کی شادیاں ہوئیں، ان میں سے باقی چاروں بہنوں کو اپنے خاوندوں کی محبتوں بھری زندگی نصیب ہوئی اور اس خوبصورت بہن کو طلاق ہوگئی اور وہ گھر واپس آگئی۔ اس سے پتہ چلا کہ قابلیت الگ چیز ہے اور قبولیت الگ چیز ہے۔ (ج 13 ص 88)

فقہ حنفی کی قبولیت

اس امت میں سولہ فقہیں رائج ہوئیں اوران کی خوب تقلید ہوتی رہی۔ لیکن وقت کے ساتھ ساتھ ان کے پیروکار کم ہوتے گئے۔ بالآخر چار فقہیں رہ گئیں اور وہی مشہور ہوئیں۔ گویا رحمت کی بارش ہوئی اور پانی کئی نالیوں میں بہنے لگا۔ بعد میں سمٹتے سمٹتے چار نہروں کی شکل میں بہنے لگا۔

اگر کوئی اعتراض کرے کہ اگر فقہ پر عمل کرنا ہی ہے تو پھر چار کیوں ہیں۔ اس کے جواب کیلئے ایک مثال پر غور کریں کہ ایک آدمی کے دس بچے ہوں اور ایک ایک کر کے مرتے رہیں اور باقی چار بچ جائیں۔ پھر بعد میں وہ آدمی خود بھی مر جائے تو جائیداد چار میں ہی تقسیم کیوں ہوگی۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کے بیٹے تو دس تھے اور جائیداد صرف چار میں کیوں تقسیم ہوگی، تو یہی جواب آئے گا کہ "جی اللہ کی مرضی"...... اسی طرح "فقہیں چار ہی کیوں" کا جواب بھی یہ ہے کہ جی اللہ کی مرضی۔

اللہ نے ان چار فقہوں میں سے فقہ حنفی کو زیادہ قبولیت عطا فرمائی۔ (ج13ص100)

ایک مصنوعی چاند

یہ سلوک صرف طبی نسخوں کے ساتھ ہی نہیں ہوا تھا بلکہ بعض فنی مہارتیں رکھنے والے لوگ اپنے فن کا راز بھی دوسروں سے پوشیدہ رکھتے تھے۔ مثال کے طور پر عباسی دور میں حکیم بن ہاشم نامی آدمی نے ایک مصنوعی چاند بنایا۔

اسے ماہِ نخشب کہتے تھے کیونکہ وہ چاند نخشب نامی کنوئیں سے طلوع ہوتا تھا۔

وہ چاند تقریباً دو سو مربع میل کا علاقہ منور کرتا تھا۔ اس چاند کی خوبی یہ تھی کہ وہ سورج کے غروب ہوتے ہی نکل آتا اور اس کے طلوع ہوتے ہی غروب ہو جاتا تھا۔ حکیم نے اس چاند کی حقیقت کسی کو نہ بتائی اور وہ اس کا راز سینے میں لئے تیزاب کے مٹکے میں گرا اور وہیں مر گیا۔ (ج13ص73)

اپنی قابلیت پر نظر نہ ہو

آج کی اس محفل میں اس نکتے کو سمجھنے کی کوشش کرنی ہے کہ ہم اپنی قابلیت کو مت دیکھا کریں بلکہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول کروانے کیلئے ہر وقت فکر مند رہا کریں۔ اس لئے کہ جب کبھی اس پروردگار کی نگاہ ناز پڑ جاتی ہے تو پھر بڑے بڑے بھی کانپ جاتے ہیں۔

اگر اس کے عدل کا معاملہ ہوا پھر ہمارے لئے مشکل بن جائے گی اور اس کا فضل ہوگا تو ہم جیسے منہ کالے بھی بخشے جائیں گے۔ اس دنیا میں بہت سے ایسے لوگ گزرے جنہوں نے بڑی عبادتیں کیں مگر پھر بھی قبول نہ ہو سکے۔ بنی اسرائیل میں ایک عابد گزرا۔ اس نے چار سو سال عبادت کی۔

ہماری تو عمر بھی سو سال نہیں ہو پائی مگر اس نے چار سو سال عبادت کی۔ حتیٰ کہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ اس بندے کو مستجاب الدعوات ہونے کا مقام عطا فرمایا گیا۔ وہ جو بھی دعا کرتا تھا قبول ہوتی تھی۔

وہ چار سو سال تک عبادت کرنے والا اور قبولیت دعا کے مرتبے تک پہنچنے والا بندہ بن گیا۔ مگر وہ ایک خطا کر بیٹھا جس کی وجہ سے اللہ رب العزت کو جلال آ گیا اور رب کریم نے اس کی چار سو سال کی عبادتوں کو ٹھکرا کے رکھ دیا۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں: فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ. (الاعراف: ۱۷۶)

اس کی مثال کتے کی مانند ہے۔

اللہ! جو بندہ آپ کے سامنے چار سو سال تک سجدے کرتا رہا اس کے بارے میں آپ نے قرآن مجید میں فرما دیا کہ اس کی مثال کتے کی سی ہے تو پھر ہم کس کھیت کی گاجر مولی ہیں۔ ہمارے پلے کیا ہے کہ ہم اپنی ادنیٰ سی عبادتوں پہ ناز کرتے پھریں۔ میرے دوستو! ہمیں اپنے رب سے قبولیت مانگنی ہے کہ اے اللہ! ہم اپنے کھوٹے سکوں پہ فریفتہ ہوئے پھر رہے ہیں مگر آپ اپنے فضل سے ان کو قبول فرما لیجئے۔ (ج13 ص117)

گناہوں کے باوجود نعمتیں

ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اتنے حلیم ہیں کہ بندہ گناہ کرتا ہے مگر اس کے باوجود وہ اسے چار نعمتوں سے محروم نہیں کرتے۔

۱۔ کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ اس کا رزق بند نہیں کرتے۔

۲۔ کبیرہ گناہ کرنے کے باوجود اللہ رب العزت اس سے صحت فوراً نہیں چھینتے۔ یہ بھی تو ہوسکتا تھا کہ ادھر بندہ چوری کرتا اور اُدھر اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں کو شل کر دیتے۔

۳۔ بندہ کبیرہ گناہ کرتا ہے مگر اللہ تعالیٰ اسے فوراً رسوا نہیں فرماتے بلکہ اس کی پردہ پوشی فرما دیتے ہیں۔

۴۔ اللہ رب العزت اس گنہگار آدمی کی فوری طور پر پکڑ نہیں فرماتے۔ اس کو مہلت دیتے ہیں کہ شاید میرا بندہ توبہ کرلے۔ تو گناہوں کے باوجود اللہ تعالیٰ بندے کیلئے یہ چار نعمتیں جاری رکھتے ہیں۔ یہ اس کی رحمت نہیں تو اور کیا ہے۔ (ج13 ص153)

استاد کو ہدیہ پیش کرنے کا طریقہ

دستور یہ ہے کہ دینے والا لینے والے سے افضل ہوتا ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: اَلْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِنَ الْیَدِ السُّفْلٰی. اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے۔ یعنی دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے۔ چونکہ اس حدیث پاک میں علیا اور سفلیٰ کا لفظ استعمال فرمایا گیا اس لئے مشائخ سکھاتے ہیں کہ ادب کا تقاضا یہ ہے کہ اگر آدمی اپنے استاد کو کوئی ہدیہ پیش کرے تو اپنے دونوں ہاتھوں پر رکھ کر پیش کرے تا کہ لینے والے ہاتھ اسکے اوپر سے لیں۔

ایک مرتبہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روتے ہوئے دعا مانگ رہے تھے کہ اے اللہ! آپ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا کہ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے اچھا ہوتا ہے، اب میرے پاس کچھ مال ہے اور میں وہ مال آپ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں، مگر یہ ادب کے خلاف ہے کہ میں دوں اور وہ لیں، لہٰذا آپ مہربانی فرما کر اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں یہ بات ڈال دیں کہ وہ ابوبکر کے مال کو اپنا مال سمجھ کر استعمال فرمایا کریں۔ اللہ اکبر۔ (ج13 ص198)

دعوت وتبلیغ کے مختلف انداز

اللہ رب العزت کی طرف سے دعوت وتبلیغ کا حکم کھلا اور دھلا ہے اور اس کے طریقے کو اللہ تعالیٰ نے علماء کے اوپر چھوڑ دیا ہے۔ گویا حکم منصوص ہے اور علمائے کرام نور نبوت کی تعلیمات کو سامنے رکھ کر وقت کے مطابق طریقہ ترتیب دیتے رہیں گے۔

کہیں مدارس کی شکل میں　　　کہیں درس قرآن کی شکل میں

کہیں دعوت وتبلیغ کے کام کی شکل میں

اور کہیں خانقاہوں میں اللہ اللہ کی شکل میں یہ سب دعوت کے انداز ہیں۔ یاد رکھیں کہ دعوت الی اللہ کو ایک خاص ترتیب کے ساتھ چپکا دینا بے وقوفی کے سوا کچھ نہیں۔ ایسا بندہ یا تو جاہل ہے یا پھر مجہول ہے۔ دعوت حکم ربانی ہے اور داعی بننا ہے۔ لیکن جہاں تک ترتیب کا تعلق ہے اس کے بارے میں وسعت ہے۔ اس کے مختلف انداز ہیں...... اگر کوئی یہ سمجھے کہ دعوت وتبلیغ کی جو آج کل شکل ہے، فقط یہی دعوت ہے تو کیا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان تک کے سب لوگ بغیر دعوت کے دنیا سے چلے گئے؟...... اس طرح ایک ترتیب کے اندر ہی انحصار کر لینا غلطی ہے۔ البتہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ آج کے دور میں یہ سب سے اچھی ترتیب ہے۔ یہ ایک پکی بات ہے اور اسے ماننے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ (ج 13 ص 201)

دین میں اخلاص کی علامت

بندے کو کیسے پتہ چلے کہ میں دین کا کام اخلاص سے کر رہا ہوں یا نہیں؟ یہ بات میں نے اپنے بڑوں سے سنی ہے اور اسے ہیرا اور موتی سمجھتا ہوں۔ میں ہیرے اور موتی جیسی بات آج ان طالبات کی خدمت میں پیش کر دیتا ہوں۔ یہ آج اس محفل کا ہماری طرف سے ہدیہ سمجھیں۔

ہمارے اکابر نے فرمایا کہ دین کا کام کرنے والے اپنے اندر اخلاص کو اس طرح چیک کرتے رہیں کہ جب دین کا کام کرتے ہوئے باقی دین کے کام کرنے والوں کے ساتھ دل میں احسان مندی کے جذبات ہوں تو بندہ سمجھے کہ میں اخلاص کے ساتھ کام کر رہا ہوں۔ جس

شکل میں بھی دین کا کام کر رہے ہیں، اگر ان کے بارے میں دل میں احسان مندی کے یہ جذبات ہوں کہ یہ گویا میرے اوپر احسان کر رہے ہیں تو یہ اخلاص ہے۔ چنانچہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر گلی کے ایک طرف مسجد ہو اور کوئی بندہ بالکل اس کے سامنے مسجد بنا لے اور ادھر کا عالم اپنے دل میں خوش ہو کہ الحمد للہ پہلے میں ایک آدمی کام کرنے والا تھا، اب اللہ نے ایک اور آدمی کام کرنے والا بنا دیا ہے۔ تو اس خوشی پر وہ مخلص سمجھا جائے گا اور اگر دل میں انقباض ہوگا تو اس کا مطلب یہ سمجھا جائے گا کہ ابھی اس میں اخلاص نہیں ہے۔

اگر کوئی یہ سمجھے کہ دین کا کام کرنے والے فقط میری ترتیب کے مطابق کام کریں تو پھر دین کا کام کرنے والے ہیں، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے ابھی دین میں اخلاص کو پیدا نہیں کیا۔ دیکھیں کہ مدارس کی بھی ایک ترتیب ہے دعوت و تبلیغ کی بھی ایک ترتیب ہے اور خانقاہوں کی بھی ایک ترتیب ہے۔

یہ سب گناہوں میں پڑے بندوں کو اپنے رب کی طرف بلاتے ہیں اور لوگوں کی زندگیاں سنت کے بالکل مطابق بن جاتی ہیں۔ تو جو آدمی جس انداز سے بھی دین کا کام کر رہا ہے اگر وہ اپنا کام بھی کرتا رہے اور دوسرے کام کرنے والوں کے بارے میں دل میں احسان مندی کے جذبات بھی پائے تو وہ سمجھ لے کہ میں اخلاص سے کام کر رہا ہوں۔ جب وہ احسان مند ہوگا تو کیا وہ ان کیلئے دعائیں نہیں کرے گا۔ تو یہ پہچان ہے کہ وہ خود بھی دین کا کام کرتا ہے اور دین کا کام کرنے والے دوسرے شعبوں کے جتنے لوگ ہیں وہ ان سب کیلئے دعائیں بھی کرتا ہے۔ (ج13 ص212)

رزق کی کنجی

اور رزق کی کنجی "اخلاص" ہے، اخلاص اور صلہ رحمی۔ چونکہ آج کل یہ مسئلہ بہت عام ہے، حدیث پاک میں آتا ہے "صلہ رحمی رزق کی کنجی ہے"، جس بندے کے اندر صلہ رحمی ہو وہ رشتے ناطوں کو جوڑے جن کو اللہ تعالیٰ نے جوڑنے کا حکم دیا، اللہ تعالیٰ اس کا رزق بڑھا دیتے ہیں۔ آج ہم ان کو توڑتے پھرتے ہیں۔ وَيَقْطَعُوْنَ مَا اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ اِنْ يُّوْصَلَ.

اور توڑتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے جوڑنے کا حکم دیا۔ (ج14 ص119)

انسان کی اوقات

اب اس کے مقابلے میں انسان کو دیکھیں کہ اگر اس کے اندر ایمان نہیں، فقط جسم موجود ہے، تو یہ کھاتا کیا ہے؟ پھل کھاتا ہے، کتنی خوشگوار غذائیں کھاتا ہے اور پھر اپنے جسم سے نکالتا کیا ہے؟ ایسی بدبودار چیز کہ انسان اس کو پاس کھڑا ہو کر سونگھ نہیں سکتا، نجاست، گندگی۔

ایک اللہ والے گزر رہے تھے، گندگی کا ڈھیر قریب آیا تو وہ رونے لگ گئے، کسی نے کہا کہ آپ کیوں رو رہے ہیں؟ کہنے لگے کہ اس گندگی کے ڈھیر نے مجھ سے مخاطب ہو کر کلام کیا اور کہا کہ اے انسان؟ ذرا اپنی اوقات کو پہچان، میں کتنی خوشبودار غذائیں تھی، پھل تھی، اعلیٰ اعلیٰ نعمتیں تھی، خوشذائقہ کھانے تھے، تو نے مجھے استعمال کیا، جب میں تیرے جسم سے خارج ہوئی تو اتنی بدبودار بن گئی، تیرے تھوڑی دیر کے ساتھ نے مجھے کیا سے کیا بنا کر رکھ دیا! تو اگر ایمان کا معاملہ نہ ہو تو انسان کی اوقات ہی کیا؟ اتنی اعلیٰ چیزوں کو اتنی گندی چیزوں میں تبدیل کر دیتا ہے۔ (ج14 ص102)

علم کے ساتھ حسد

اسی طرح جس شخص میں علم آتا ہے اس کے ساتھ ساتھ اس میں فخر اور حسد کی خودرو فصل بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ علم بھی عجیب ہے کہ بندے کے اندر آیا تو اس کے اندر فخر اور حسد خود بخود آ جاتا ہے۔ قوم یہود کو دیکھو ان کے پاس علم تھا مگر اس علم کے ساتھ ان کے اندر حسد بھی پیدا ہو گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حسد کن لوگوں نے کیا؟ انہی لوگوں نے کیا۔ اسی لئے علماء نے لکھا ہے:

لَوْلَا الْحَسَدُ فِي الْعُلَمَاءِ لَكَانُوْا بِمَنْزِلَةِ الْاَنْبِيَاءِ.

اگر علماء میں حسد نہ ہوتا تو یہ انبیاء کے مقام تک بھی جا پہنچتے۔

علم انسان کو اتنا اوپر اٹھا دیتا ہے مگر حسد بندے کو گرا دیتا ہے اسی لئے آپ دیکھیں گے کہ جہاں علم آیا وہاں حسد کی خودرو فصل بھی پیدا ہو گئی۔ ایک دوسرے کے ساتھ نہیں بنتی، سینگ نہیں سماتے اور یہی چیز انسان کی تنزلی اور اس کی گراوٹ کا سبب بن جاتی ہے۔ (ج14 ص106)

اللہ کی مدد کی کنجی صبر

اللہ رب العزت کی مدد کی کنجی انسان کا صبر ہے۔ آج ہم ہر چیز کا بدلہ لینا چاہتے ہیں، بھئی جب بدلہ ہم لیں گے تو اللہ کی مدد کیسے اترے گی؟

ایک حدیث پاک میں آیا ہے کہ ایک شخص صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سخت بات کر رہا تھا اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو برداشت کر رہے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی سن رہے تھے، حتیٰ کہ جب اس نے بہت ہی بے جا باتیں کیں تو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور وہاں سے جانے لگے۔ فرمایا کہ ابوبکر! جب تک تم خاموش تھے، ایک فرشتہ تمہاری طرف سے اس کو جواب دے رہا تھا، جب تم نے خود جواب دیا، اللہ کا وہ فرشتہ چلا گیا اور اب میں بھی اس محفل سے اب اٹھ کر جا رہا ہوں۔

تو معلوم ہوا کہ جو بندہ صبر کرتا ہے، اللہ رب العزت اس بندے کا مددگار رہتا ہے۔ فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ. اللہ تعالیٰ صبر والوں کے ساتھ ہے۔

ایک نکتے کی بات ہے کہ آپ کا مخالف دو طرح کا بندہ ہو سکتا ہے یا نیک ہو گا یا بد ہو گا۔ اگر بد ہے تو آپ کو بدلہ لینے کی ضرورت نہیں، اس سے بدلہ لینے کیلئے اللہ ہی کافی ہے، اس نے کہہ رکھا ہے:

اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِیْنَ مُنْتَقِمُوْنَ. بے شک ہم مجرموں سے انتقام لیں گے۔

اگر تو آپ کا دشمن بد ہے، برا ہے تو آپ کو بدلہ لینے کی ضرورت نہیں، اللہ ہی بدلہ لینے کیلئے کافی ہے اور اگر آپ کا دشمن نیک ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ خود برے ہیں جو نیکوں کیساتھ آپ نے دشمنی کر لی ہے تو اپنے آپ کو سنوار لیجئے! نیکوں کے ساتھ دشمنی نہ کیجئے۔ (ج 14 ص 116)

تکبر ایٹمی گناہ

خود پسندی اور تکبر اتنے خطرناک گناہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ. جنت میں وہ شخص داخل نہیں ہو سکتا جس کے اندر ذرہ برابر بھی تکبر ہو گا۔

ذرہ انگریزی میں ایٹم (Atom) کو کہتے ہیں اس لئے یہ ایٹمی گناہ ہے۔ ایٹمی ہتھیار

جس قدر تباہی پھیلا دیتے ہیں، تکبر زندگی میں تباہی پھیلا دیتا ہے، یہ بندے کے اندر سے بڑی دیر کے بعد نکلتا ہے۔ حدیث پاک میں ہلاک کر دینے والے کاموں میں ایک بات یہ بتلائی کہ بندے کا اپنے اوپر عجب کرنا۔ نیکی کے ساتھ خود پسندی، عجب اور تکبر چلتا رہتا ہے۔ آدمی ایک طرف پرہیزگاری کی زندگی گزارتا ہے، ذکر و شغل کی زندگی بھی گزارتا ہے، مگر دوسری طرف اپنے جیسا کسی کو نہیں سمجھتا۔ لوگوں کی نظر میں اپنے آپ کو گرانا بہت آسان ہے، اپنی نظر میں اپنے آپ کو گرانا بہت مشکل کام ہے۔ انسان اللہ کا دوست اس وقت بنتا ہے جب اپنے آپ کو اپنی نظر میں گرا دیتا ہے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ دعا مانگا کرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ فِیْ عَیْنِیْ صَغِیْرًا وَّ فِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ کَبِیْرًا۔

اے اللہ! مجھے میری نظر میں چھوٹا بنا دیجئے اور دوسروں کی نظر میں بڑا بنا دیجئے" (ج14 ص200)

فقراء کی فضیلت

جو شخص دنیا میں اللہ رب العزت سے تھوڑے رزق پر راضی ہو جائے گا، اللہ تعالیٰ اس بندے سے قیامت کے دن تھوڑے اعمال سے راضی ہو جائیں گے۔ ایک مرتبہ فقراء کی محفل تھی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے تین باتیں فرمائیں:

اے فقراء! تم کو تین ایسی چیزیں نصیب ہیں جو دنیا میں اغنیاء کو حاصل نہیں۔ تمہیں جنت میں ایسی چیزیں اللہ تعالیٰ عطا کریں گے کہ جو چیزیں دنیا میں امیروں کو حاصل نہیں:

۱۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے فقراء قیامت کے دن میری امت کے امیروں سے ۵۰۰ سال پہلے جنت میں داخل کیے جائیں گے اور وہاں کا ایک دن پچاس ہزار سال کے برابر ہے۔

۲۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فقراء کو تسبیح پڑھنے پر وہ اجر عطا فرمائیں گے جو مالداروں کو مال کے خرچ کرنے پر بھی نہیں ملے گا۔

۳۔ فرمایا: قیامت کے دن جنت میں فقراء کو اتنے بلند درجے عطا فرمائیں گے کہ مالدار لوگ جنت میں ان کے محلات کو اس طرح سے دیکھیں گے جیسے دنیا میں آسمان کے ستاروں کو دیکھا کرتے ہیں۔ (ج14 ص212)

مصائب اور رحمت

مصائب کے اندر رحمت الٰہی کا انتظار کرنا، عبادتوں میں سے سب سے افضل عبادت ہے۔"

آپ نے دیکھا ہوگا کہ اکثر لوگ تذکرہ کرتے وقت کہتے ہیں: حضرت! بڑی دعائیں مانگتے ہیں، حالات نہیں بدلتے، پریشانیاں جان نہیں چھوڑتیں، اتنی مدت گزر گئی۔ ذرا اس حدیث کو تو سنیں! کہ جو آدمی مصائب کے اندر گرفتار ہو، دعائیں مانگتا ہو کہ اے اللہ! اس مصیبت کو ختم کر دے تو اس انتظار پر اس کو وہ اجر ملتا ہے جو عبادت کرنے والوں کو عبادت پر بھی نہیں ملتا۔ حالات، دنیا کے اعتبار سے اچھے نہ ہوں تو صبر کے ساتھ وقت گزارنے کے بعد اپنے رب کی رضا سے راضی رہیں۔ اہل دل ان کو کہتے ہیں جن کے دل میں اللہ کی محبت ہوتی ہے، جن کے دل اللہ کی محبت سے لبریز ہوتے ہیں اس لئے کسی غریب کو یا کسی گنہگار انسان کو کم نظر سے نہ دیکھیں! کیا پتہ وہ غریب آدمی اللہ کی نظر میں اس امیر کی نسبت زیادہ پسندیدہ ہو اور کیا پتہ وہ گنہگار آدمی ایسی توبہ کر لے کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دیں۔ (ج 14 ص 214)

گناہ کمزوری کا پیش خیمہ

آج ہم اپنے دشمنوں سے ڈرتے ہیں، جبکہ ہمیں اپنے گناہوں سے ڈرنا چاہئے۔ ہمیں اس بات سے ڈرنا چاہئے کہ اگر ہم گناہ کر بیٹھے تو ہم کمزور ہو جائیں گے۔ یوں سمجھئے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی چادر آپ کے اوپر تنی ہوئی ہے اور ہر کبیرہ گناہ اس چادر میں سوراخ کر رہا ہے اور اس سوراخ سے پریشانیاں اور مصیبتیں اتر کر ہمارے ساتھ لپٹ رہی ہیں۔ ہم نے تو اپنی چھتری میں اپنے کرتوتوں کی وجہ سے خود سوراخ کئے ہوئے ہیں۔ تو جو لوگ متقی اور پرہیزگار ہوتے ہیں ان کے اوپر اللہ رب العزت کی رحمت کی چادر ہوتی ہے اور خود اللہ تعالیٰ ان کے محافظ بن جاتے ہیں۔ اسی لئے تو ارشاد فرمایا:

وَإِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا. (آل عمران: ۱۲۰) (ج 14 ص 260)

انسانی زندگی میں دین کی اہمیت

اگر ایک آدمی جس کی روح نکل گئی، اس کے منہ کو Airtight (ہوا بند) کر دیا جائے اور ناک کے ذریعے اس کے جسم کے اندر ہوا کو پمپ کر دیا جائے تو کیا جسم زندہ ہو جائے گا؟ کبھی بھی زندہ نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح اگر کسی کے گھر کے اندر سے دین نکل جائے اور اس میں Man-made (انسان کے بنائے ہوئے) اصول ڈال دیئے جائیں تو کیا گھر کے افراد کے اندر وہ الفتیں اور محبتیں پیدا ہو جائیں گی؟ ہرگز پیدا نہیں ہو سکتیں۔ جس طرح روح نے جسم کو زندہ رکھا اسی طرح دین ہمارے گھر کے افراد کی زندگی کا باعث ہے۔ گویا یہ کہا جائے گا کہ یہ زندہ گھرانہ ہے۔

جسم کا بازو اگر یہ سوچے کہ میں جسم کے ساتھ بندھا ہوا ہوں، میں جسم سے الگ ہو جاؤں گا تو آزاد ہو جاؤں گا اور میں اپنی مرضی کا مالک بن جاؤں گا، تو کیا بازو کی یہ سوچ ٹھیک ہو گی؟...... ہرگز نہیں، اس کی زندگی جسم کے ساتھ وابستہ رہنے میں ہے۔ اگر یہ جسم سے جدا ہو گا تو پھر یہ بے جان بن جائے گا، پھر اس میں کیڑے پڑیں گے، پھر اس کو گلی کے کتے چوسیں اور نچوڑیں گے۔ اسی طرح اگر کوئی نوجوان یہ سوچے کہ گھر کے اندر والدین کے ساتھ رہتے ہوئے تو میں بندھا ہوا ہوں، لہٰذا میں الگ زندگی گزارتا ہوں، اور یہ سوچ کر اپنی پوری فیملی سے الگ ہوا تو اس کا بھی وہی حال ہو گا۔ شیطانوں کی شکل میں جو انسان پھرتے ہیں وہ بھی اس کو گلیوں کے اندر گھسیٹیں گے اور بالآخر اس کا بھی وہ حشر ہو گا جو جسم سے جدا ہونے والے بازو کا ہوتا ہے۔ (ج15 ص63)

میاں بیوی کا مسکرانا

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ.

"تم میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو تم میں سے اپنے گھر والوں کیلئے بہتر ہے"

نبی علیہ السلام نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

"جب خاوند بیوی کی طرف دیکھ کر مسکراتا ہے اور بیوی اپنے خاوند کی طرف دیکھ کر مسکراتی ہے تو اللہ رب العزت ان دونوں کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہیں۔" (ج15 ص77)

گاہکوں کے ساتھ خیر خواہی

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک دن ظہر کے بعد دکان بند کر کے اپنے گھر کی طرف جارہے تھے، آپ سے ایک آدمی ملے۔ انہوں نے پوچھا، نعمان! کیا آپ دکان بند کر کے گھر جارہے ہیں؟ فرمایا: ہاں میں نے دکان بند کردی ہے۔ پوچھا: کیوں بند کردی ہے؟ فرمانے لگے: اس لئے بند کردی کہ آج آسمان پر بادل آگئے ہیں، روشنی پوری نہیں ہے، جس کی وجہ سے کسٹمر کو کپڑے کی کوالٹی کی صحیح سمجھ نہیں ہوتی، میں نے دکان بند کردی ہے تاکہ کوئی کم قیمت کپڑے کو بیش قیمت سمجھ کر مجھ سے نہ خرید لے، اسے دھوکا نہ لگ جائے۔ ایک دکاندار اپنے کسٹمر کا اتنا خیر خواہ تھا۔ (ج 15 ص 78)

ایسی دینداری کس کام کی

ہم صوفی تو بن جاتے ہیں، طالب علم تو بن جاتے ہیں، کب تک؟ جب تک سب ٹھیک ہے۔ ذرا سا کسی سے جھگڑا ہو جائے تو تصوف بھی رخصت ہو جاتا ہے اور علم بھی چلا جاتا ہے، ہر چیز سے چھٹی ہو جاتی ہے، یہ بھی اسی جاہل کی طرح بن جاتا ہے۔ اس کی دینداری کس کام کی ہے؟ کیا دین نے ہمیں یہی سکھایا ہے؟ غور کریں کہ کتنے خاوند ایسے ہیں جو ذرا سی بات پر بیویوں کو ننگی گالیاں دیتے ہیں۔ کتنے لوگ ایسے ہیں کہ اگر ان کے گھر میں کسی دوسرے بھائی کے ساتھ تنازع ہوتا ہے تو غیبت بھی کرتے ہیں، الزام بھی لگاتے ہیں، حتیٰ کہ بہتان لگانے سے بھی پیچھے نہیں ہٹتے۔ کیا اس وقت ان کی نظر میں سب کچھ روا ہو جاتا ہے؟ کیا یہی دینداری ہے؟ کہتے ہیں: جی میں تو اینٹ کا جواب پتھر سے دوں گا۔ یاد رکھیں کہ یہ مومن کا شیوہ نہیں۔ اسلام نے کہا ہے کہ اگر تم کسی سے بدلہ بھی لینا چاہتے ہو تو اتنا لو جتنا اس نے تم پر ظلم کیا، اس سے زیادہ نہیں۔ وان تعفوا (اور اگر اس کو بھی تم معاف کردو گے)...... تو تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے۔ ہمیں تو یہ تعلیمات دی گئی ہیں۔ (ج 15 ص 106)

اللہ تعالیٰ علیم بھی اور حلیم بھی

اللہ رب العزت علیم بھی ہیں اور حلیم بھی ہیں۔ اس آیت مبارکہ میں اللہ رب العزت نے اپنے ان دونوں ناموں کو یکجا کر دیا کہ اللہ تعالیٰ علیم بھی ہے اور حلیم بھی ہے۔ اس میں راز یہ ہے کہ ہم تو دوسروں کی غلطی کو اس لئے معاف کر دیتے ہیں کہ ہمیں اس کا تھوڑا سا پتہ ہوتا ہے۔ ہمیں تو اس کی غلطی کی دس فیصد معلومات ہوتی ہیں اور نوے فیصد ہماری آنکھ سے اوجھل ہوتی ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ تو بندے کے عیب سے اس وقت بھی واقف ہوتے ہیں جب وہ دل میں گناہ کا ارادہ کرتا ہے۔ پھر اس نے گناہ کیسے کیا؟ اس کو بھی اللہ تعالیٰ دیکھتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ جانتے بھی ہیں اور اسے دیکھ بھی رہے ہوتے ہیں...... اللہ اکبر!!!...... اللہ تعالیٰ کا اتنا علم اور اس علم کے بعد ایسا حلم۔ ہمیں تو اپنے بچے کی غلطی کا پتہ چل جائے، پھر اسے ایک مرتبہ سمجھائیں اور وہ نہ سمجھ پائے تو ہم بچے کو گھر سے نکالنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ یعنی اگر اس نے میری بات نہیں مانی تو یہ اس گھر میں نہیں رہ سکتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے ساتھ ایسا معاملہ نہیں کرتے کہ بندہ اگر گناہ کرے تو اللہ تعالیٰ اسے فرما دے کہ اے میرے بندے! میں تیرے رزق کو بند کر دوں گا۔ گناہ کرنے پر اگر بندے کا رزق بند کر دیا جاتا تو کیا ہوتا؟...... اللہ رب العزت کا تحمل دیکھئے کہ بندہ گناہ کرتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اس کو رزق دیئے جاتے ہیں۔ پھر اس پر عجیب بات ہے کہ قدرت انتقام کے باوجود اس بندے کے گناہوں پر پردہ ڈالے رکھتے ہیں۔ اس کو لوگوں کی نظر میں رسوا نہیں ہونے دیتے۔ گناہوں کے باوجود لوگ اس کی تعریف کر رہے ہوتے ہیں۔ اس لئے کسی عارف نے یہ کہا:

"اے دوست! جس نے تیری تعریف کی، اس نے درحقیقت تیرے پروردگار کی ستاری کی تعریف کی۔" سچی بات یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ہماری حقیقت کھول دیں تو لوگ منہ پر تھوکنا بھی گوارا نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ گناہوں پر پردے ڈال دیتے ہیں، چھپا لیتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ اس پر فوری طور پر سزا بھی نہیں دیتے۔ یہاں تو بچہ غلطی کرے تو ماں تھپڑ لگا دیتی ہے۔ اگر قدرت کا معاملہ بھی ایسا ہی ہوتا تو کیا بنتا!!! اللہ تعالیٰ سزا کو مؤخر فرما دیتے ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا تھا

کہ بندہ گناہ کرتا تو اللہ رب العزت اس سے صحت واپس لے لیتے، پھر ہمارا کیا بنتا!! پروردگار ایسا نہیں کرتے، بندے کو سنورنے کا موقع دیتے ہیں۔ اس لئے کسی نے یہ کہا:

''اس دنیا میں کسی بچے کی پیدائش اس بات کا ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے ابھی مایوس نہیں ہوا۔'' اس امت کیساتھ اللہ تعالیٰ کا یہ خصوصی معاملہ ہے۔ (ج15 ص158)

نبی رحمت کی تحمل مزاجی

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی میں عفو ودرگزر، تحمل، برداشت اور دوسروں کو معاف کرنے کی ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ انسان حیران ہو جاتا ہے۔ تاریخ انسانیت میں کسی نے دوسروں کی غلطیوں کو اتنا معاف نہیں کیا جتنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دشمنوں کی غلطیوں کو معاف کیا۔ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل ہم سب کیلئے باعث تقلید ہے۔

مولانا ابو الکلام آزاد لکھتے ہیں: ''مظلومی میں صبر، مقابلے میں عزم، معاملے میں راست بازی اور طاقت واختیار کے باوجود عفو ودرگزر انسانیت کے وہ نوادر ہیں جو کسی ایک زندگی میں اس طرح جمع نہیں ہوئے جیسے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں جمع ہوئے۔''

قاضی عیاضؒ شفاء شریف میں لکھتے ہیں:

وَهُوَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزِيْدُ مِنْ كَثْرَةِ الْاَذٰى اِلَّا صَبْرًا.

اور ان کو دشمن جتنی تکلیف پہنچاتے تھے اتنا ان کا صبر بھی بڑھتا تھا۔

وَعَلٰى اَسْرَافِ الْجَاهِلِ اِلَّا حِلْمًا.

اور جاہل جتنا ان کے ساتھ جہالت کا معاملہ کرتے تھے ان کا حلم اتنا زیادہ ہو جاتا تھا)

آپ نے دیکھا ہوگا انسان کی قوت برداشت کا سب سے زیادہ مظاہرہ اپنے قریب والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

بیوی بچوں کے ساتھ، ماتحتوں کے ساتھ، نوکروں اور خادموں کے ساتھ...... نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مبارک زندگی میں دیکھیں۔ جو جتنا زیادہ قریب تھا وہ نبی علیہ السلام سے اتنا ہی زیادہ محبت کرنے والا تھا۔ (ج15 ص162)

گھریلو جھگڑوں کی وجہ

آج تقریباً ہر گھر کا معاملہ قوت برداشت نہ ہونے کی وجہ سے الجھا ہوا ہے۔ اسی لئے آج خاص طور پر اس کا عنوان بنایا گیا ہے کہ یہ تربیتی اجتماع ہے۔ ضرورت کے پیش نظر ایسا کیا ہے، ہمیں اپنے دل میں عہد کرنا ہے کہ ہم اپنے اندر قوتِ برداشت پیدا کریں۔ ذرا ذرا سی بات پر جلال دکھانے کی عادت سے آج ہم توبہ کریں۔ اللہ رب العزت کو صبر پسند ہے۔ یاد رکھنا کہ صبر اللہ رب العزت کی مدد کو دعوت دیتا ہے، جو صبر کرتا ہے اللہ اس کا وکیل ہوتا ہے، اللہ اس کا کارساز ہوتا ہے۔ اللہ اس بندے کا مددگار رہتا ہے۔ ہم صبر کر کے اللہ کی مدد کو اپنے پلڑے میں لے لیں۔ (ج15ص189)

برکت کیا ہے

برکت کا صحیح مفہوم سمجھنے کی ضرورت ہے کہ برکت ہے کیا؟ یاد رکھیں کہ جس چیز میں برکت ہوگی، وہ انسان کی ضرورتوں کیلئے کافی ہوگی۔ پریشانی کو ختم کرے گی۔

عزتوں کا سبب بنے گی۔ دل کو سکون پہنچائے گی۔ (ج15ص203)

زیتون میں برکت

قرآن مجید میں زیتون میں بھی برکت بتائی گئی ہے۔

شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ. (النور:۳۵)

اور سائنس کی دنیا کہتی ہے کہ زیتون کے تیل کے اندر انسان کیلئے بڑے فائدے ہیں۔ ساری دنیا میں جو تیل استعمال ہوتے ہیں وہ سب کے سب انسان کی شریانوں کو بند کرتے ہیں اور کولیسٹرول ہائی ہوتا ہے۔ گھی، تیل اور کوکنگ آئل سب اس میں شامل ہیں۔ ان کو اگر انسان کھائے تو دل کی شریانیں بند ہوتی ہیں۔ پوری دنیا کے اندر فقط زیتون کا تیل ہی یک ایسا تیل ہے، جو بند شریانوں کو بھی کھول دیتا ہے۔ یہ نئی تحقیق سامنے آئی ہے اور اس تحقیق کے بعد کافروں نے زیتون کا استعمال بڑھا دیا ہے۔ (ج15ص207)

امام اعظم کی نصیحت

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کچھ وصیتیں فرمائیں۔ انہیں ''وصایا امام اعظم'' کہا جاتا ہے۔ ان نصیحتوں میں انہوں نے اپنے بیٹے حماد سے کہا، بیٹا! میں نے پانچ لاکھ احادیث میں سے تمہارے لئے پانچ حدیثوں کو منتخب کیا ہے۔ اگر تم ان پانچ حدیثوں پر عمل کرلو گے تو گویا پورے دین پر عمل ہوجائے گا۔ یوں سمجھیں کہ انہوں نے اپنی پوری زندگی کا نچوڑ بتادیا۔ فرمایا:

۱۔ پہلی حدیث: اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ.

۲۔ دوسری حدیث: مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُہٗ مَالَا یَعْنِیْہِ.

۳۔ تیسری حدیث: لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ.

۴۔ چوتھی حدیث: اَلْحَلَالُ بَیِّنٌ وَالْحَرَامُ بَیِّنٌ وَبَیْنَھُمَا مُشْتَبِھَات.

۵۔ پانچویں حدیث: اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِہٖ وَیَدِہٖ. (ج15 ص242)

فعل اور عمل میں فرق

یہاں انما کا لفظ حصر کیلئے استعمال ہوا ہے۔ اس کا معنی ہے ''صرف اور صرف'' یعنی مبتدا کو خبر میں محصور کرنا۔ اور آگے فرمایا: اعمال یہاں افعال نہیں کہا۔ کیونکہ فعل اور عمل میں فرق ہوتا ہے۔ فعل وہ کام ہوتا ہے جو بغیر نیت کے ہو۔ یہ جانور بھی کرتے ہیں۔ اعمال کا لفظ انسان کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ ذی شعور ہوتا ہے۔ (ج15 ص245)

نیت کا کرشمہ

ہمیں چاہئے کہ ہم اپنی نیتوں کو اچھا کرنے کی محنت کریں۔ عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے تھے: رب عمل صغیر تعظمہ النیۃ. بعض اوقات عمل چھوٹا ہوتا ہے، نیت اس عمل کو بڑا کردیتی ہے۔ و رب عمل کبیر تصغرہ النیۃ اور بعض اوقات عمل بہت بڑا ہوتا ہے، نیت اس عمل کے اجروثواب کو تھوڑا کردیتی ہے۔ یہ کرشمے نیت کے ہیں۔ (ج15 ص255)

وقت کی قدر دانی

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں احادیث لکھتا تھا۔ جب میرا قلم ٹوٹ جاتا تو میں اسے نئے سرے سے بنانے لگتا تھا تو میں فوراً تیسرا کلمہ پڑھنا شروع کر دیتا تھا۔ یوں میرا قلم بنانے کا وقت بھی اللہ کی یاد سے خالی نہیں گزرتا تھا۔ (ج15 ص261)

سنت نبوی کا بہترین طریقہ

""جس کام کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طریقے سے کیا، اس کام کو کرنے کا اس سے بہتر طریقہ دنیا میں کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا۔""

یہ ہمارا ایک دعویٰ سمجھ لیجئے۔ یا نتیجہ مگر ہمارا نتیجہ اتنا ٹھوس ہے کہ اس بات کو کرتے ہوئے گویا ہمارے پاؤں کے نیچے چٹان ہے۔ یعنی ہم اتنے یقین سے یہ بات کر رہے ہیں۔ جس طرح ایک انجینئر کے سامنے دو ضرب دو کہا جائے تو وہ چار جواب دے گا۔ یہ جواب دیتے ہوئے اسے پکا یقین ہوتا ہے کہ اس جواب کے علاوہ کوئی دوسرا جواب ہے ہی نہیں۔ بالکل اسی طرح جب ہم یہ کہہ رہے ہوتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے دنیا میں جس کام کو جس طریقے سے کیا اس کام کو کرنے کا اس سے بہتر کوئی اور طریقہ ممکن ہی نہیں۔

جہاں ہم نبی علیہ السلام کی سنت مبارکہ کو چھوڑتے ہیں وہیں ٹھوکر کھاتے ہیں اور اپنے لئے مصیبت خریدتے ہیں۔ کتنا اچھا ہو کہ ہم ہر کام نبی علیہ السلام کی سنت مبارکہ کے مطابق کریں۔ اس میں دنیا کا بھی فائدہ ہے اور دین کا بھی فائدہ ہے۔ (ج16 ص92,104)

داغی عملوں کے بدلے جنت

آپ اگر بازار پھل لینے کے لئے جائیں اور آپ کو ایک روپے کے بدلے میں کوئی داغی سیب دیدے تو آپ قبول نہیں کریں گے۔ کوئی گلا ہوا کیلا دے دے تو آپ کہتے ہیں: جی! تو لنے کی بھی ضرورت نہیں۔ جس طرح ہم ایک روپے کے بدلے میں گلے ہوئے پھل

کوتو لنے کی بھی اجازت نہیں دیتے، بالکل اسی طرح قیامت کے دن اللہ رب العزت اپنی جنتوں کے بدلے میں ریا والے گلے ہوئے عملوں کو میزان پر تلنے ہی نہیں دیں گے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا

اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تم ایک روپے کے بدلے میں داغی پھل کو قبول نہیں کرتے تھے، میں جنتوں کے بدلے میں تمہارے داغی عملوں کو کیسے قبول کروں۔ آپ کی دنیا QCC (کوالٹی کنٹرول سنٹرز) بناتی ہے۔ ہر بندہ کہتا ہے کہ میں نے پیسے دیئے ہیں اس لئے مجھے چیز کی کوالٹی چاہیئے۔ اللہ رب العزت نے بھی جنتیں دینی ہیں، اپنی رضا دینی ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ کو بھی عملوں کی کوالٹی چاہیئے۔ (ج16 ص163)

تین انمول باتیں

حسن بصریؒ فرماتے تھے کہ جس کو تین باتیں حاصل ہوں، وہ سمجھ لے کہ مجھے دین کی ہر نعمت نصیب ہوگئی ہے۔ پہلی بات۔ ایسا ورع جو اس کو حرام سے روک دے۔ یعنی طبیعت کے اندر ایسی احتیاط آجائے کہ انسان حرام کاموں سے بچ جائے۔ دل کی کیفیت ایسی ہو کہ وہ اس بات کا فیصلہ کر دے کہ میں نے اپنے پروردگار کو ناراض نہیں کرنا۔ جب ایسی کیفیت بن جائے تو وہ انسان گناہوں سے بچ جائے گا۔

دوسری بات۔ ایسا وقار جو انسان کو جہالت کے کاموں سے روک دے۔ انسان کے اندر ایک وقار ہوتا ہے۔ جو اچھے لوگ ہوتے ہیں وہ باوقار زندگی گزارتے ہیں۔ وہ گھٹیا کام نہیں کرتے۔ وہ تنگی اور نقصان اٹھا لیتے ہیں، مگر وہ کوئی ایسا کام نہیں کرتے جو وقار کے منافی ہو۔ بہت سے دنیادار لوگوں کو دیکھا کہ ان کی زندگی اتنی دین دارانہ نہیں ہوتی، مگر وہ باوقار ہوتے ہیں۔ اس لئے شریعت نے کہا کہ اگر کوئی حافظ قرآن ہے اور اس کے ساتھ کوئی بندہ جہالت کی باتیں شروع کر دے تو اس کو رک جانا چاہیئے۔ اس لئے کہ فِيْ جَوْفِهٖ كَلَامُ اللهِ (اس کے سینے میں اللہ کا قرآن ہے) یہ بھی ارشاد فرمایا:

مَا يَنْبَغِيْ لِصَاحِبِ الْقُرْآنِ اَنْ يَّجْهَلَ مَعَ مَنْ جَهِلَ.

"حافظِ قرآن کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ جاہلوں کے ساتھ جاہلوں والی باتیں کرتا پھرے۔"

تیسری بات۔ ایسے اخلاق جو انسان کو دوسرے کی دل آزاری سے روک دیں۔ یعنی انسان کے اندر اتنی خوش اخلاقی ہو کہ وہ کسی دوسرے انسان کا دل نہ دکھائے۔ ہر وقت وہ اس بات پر نظر رکھے کہ میری وجہ سے اللہ کے کسی بندے کو تکلیف نہ ہو۔ ہمارے اکابر ایسے خوش اخلاق تھے کہ یوں لگتا تھا کہ جب وہ زمین پر چلتے تھے تو پاؤں آہستہ رکھتے تھے کہ پاؤں رکھنے سے زمین کو بھی تکلیف نہ پہنچے۔ ہماری یہ حالت ہے کہ ہم دوسروں کا دل دکھاتے ہوئے گھبراتے بھی نہیں۔ یاد رکھیں! بیماریوں میں سے سب سے بری بیماری دل کی بیماری ہے اور دل کی بیماریوں میں سب سے بری بیماری دل آزاری ہے۔

مسجد ڈھا دے مندر ڈھا دے، ڈھا دے جو کچھ ڈھیندا اے
پر کسے دا دل نہ ڈھاویں، رب دلاں وچ رہندا اے

چھوٹی چھوٹی باتوں پر دوسروں کا دل دکھانا، یہ مومن کا شیوہ نہیں ہوتا۔ (ج16ص179)

حقائق کے آئینے میں ہماری کیفیت

ہم جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں تو ہم اپنے آپ سے پوچھیں کہ ہمارا کون سا عضو مسلمان ہے؟ تھوڑی دیر کے لئے اسی پر بیٹھ کر غور کریں...... کیا میری آنکھیں مسلمان بن گئیں؟...... اس لئے کہ جو آنکھیں مسلمان ہوں گی وہ غیر محرم پر بری نیت سے نہیں ڈالیں گے...... کیا میرے کان مسلمان بن گئے؟ کہ یہ خلافِ سنت باتیں نہیں سنیں گے کیا میری زبان مسلمان بن گئی پر اس کوئی بات خلاف شرع نہیں نکلے گی...... کیا میرے ہاتھ مسلمان بن گئے؟ کہ یہ اب کسی مسلمان کی جان، مال اور عزت پر نہیں اٹھیں گے...... کیا میرے پاؤں مسلمان بن گئے؟ کہ یہ پھر کسی گناہ کے لئے چل کر نہیں جائیں گے...... اگر ایسا نہیں تو ہمارے جسم کا کون سا عضو مسلمان ہے جس کی وجہ سے ہم اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں؟؟

...... دل ہے تو غیر کی محبت سے بھرا ہوا ہے۔...... ذہن ہے تو شہوانی اور شیطانی خیالات سے بھرا ہوا ہے...... آنکھ میلی ہے۔ ...... حرام حلال کی تمیز نہیں۔

تو پھر سوچئے کہ آخر مسلمانی کس چیز کا نام ہے؟ (ج16ص229)

کلمات کفر

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے کلمات کفر کے بیان میں لکھا ہے کہ اگر دو بندے گفتگو کر رہے ہوں اور ان میں سے ایک یہ کہہ دے کہ بھئی! یہ شریعت کی بات ہے، اور آگے سے دوسرا یہ جواب دے دے کہ ''رکھ پرے شریعت کو'' فَقَد کَفَرَ۔ تو ایسا کلمہ کہنے والا بندہ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے۔ یہ ایمان بڑی نازک چیز ہے۔ اس کی حفاظت بھی کرنی پڑتی ہے۔ آج کل تو ہم نے دیکھا ہے کہ لوگ بہت کھلے انداز سے اپنے منہ سے ایسے کفریہ کلمے نکالتے ہیں، اور ان کو اپنے ایمان کی فکر ہی نہیں ہوتی۔ (ج16 ص263)

پھول کے ساتھ کانٹے

پچھلے سال کچھ طلبا روز گارڈن (گلاب کے باغ) میں شاخیں کاٹ رہے تھے۔ ایک صاحب جب کاٹنے لگے تو ان کو کانٹا چبھ گیا۔ جب کانٹا چبھا تو وہ بڑے خفا ہوئے۔ مجھے کہنے لگے: یہ کیا جی؟ جہاں پھول ہوتے ہیں وہیں کانٹے ہوتے ہیں۔ میں نے کہا: یہ تمہاری اپنی سمجھ کی بات ہے، اگر یہ بات ہے کہ جہاں پھول ہوتے ہیں وہیں کانٹے ہوتے ہیں تو یہ بھی تو ہے کہ کانٹوں کے ساتھ پھول بھی ہوتے ہیں۔ جب میں نے اس سے کہا کہ سوچنے کا یہ انداز بھی ہو سکتا ہے تو پھر ان کو تسلی ہوگئی کہ ہاں، جہاں کانٹے ہوتے ہیں وہاں پھول بھی ہوتے ہیں۔ اسی طرح اگر ہم گھروں میں رہتے ہوئے اپنے اندر مثبت سوچ پیدا کرلیں تو گھر کے اندر بھی رحمتوں اور خوشیوں کا ماحول بن جائے گا۔ (ج16 ص269)

پریشانی میں بھی خدا فراموشی

آج ذرا کسی سے سوال پوچھ کر تو دیکھیں، جی! آپ مسجد میں کیوں نہیں آتے، جواب ملے گا: جی بس تھوڑی سی پریشانی ہے، ذرا یہ دور ہو جائے تو پھر میں مسجد میں آؤں گا۔ کیا مطلب؟ تھوڑی سی پریشانی آنے پر ہم جس گھر کا دروازہ سب سے پہلے بھولے وہ خدا کا گھر تھا۔ یہ کتنی عجیب بات ہے کہ تھوڑی سی پریشانی آنے پر اپنے پروردگار کے گھر کا دروازہ بھول جاتے ہیں۔ مسجد میں آتے ہی نہیں۔ جی تھوڑی سی پریشانی ہے، ٹھیک ہوگئی تو آؤں گا۔ (ج17 ص36)

ایک گراں قدر ملفوظ

ایک شخص خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور کہنے لگا: ''حضرت! فلاں بندہ میرا مخالف ہے۔ وہ مجھے بڑا تنگ کرتا ہے اور ہر وقت میرے خلاف سازشیں کرتا رہتا ہے''...... اصل میں وہ حضرت سے این او سی (اجازت نامہ) مانگنا چاہتا تھا کہ اگر مجھے اجازت دیں تو پھر میں اس کو ذرا مزہ چکھاؤں گا...... وہ کہنے لگا: ''حضرت! وہ مجھے برا بھلا کہتا رہتا ہے۔ وہ میرے راستے میں کانٹے بچھاتا رہتا ہے''۔ حضرت بھی اس کا اندازِ بیاں سمجھ گئے۔ کیونکہ اللہ والے بڑے سمجھدار ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ایک بڑا عجیب جواب دیا۔ اس کو سونے کی روشنائی سے لکھنا چاہئے حضرت نے فرمایا:

''اے دوست! اگر کوئی تیرے راستے میں کانٹے بچھائے تو تو اس کے راستے میں کانٹے نہ بچھانا، ورنہ پوری دنیا میں کانٹے ہی کانٹے ہو جائیں گے۔''

کاش! ہم اس اصول کو اپنا لیتے۔ اگر کوئی ہمارے ساتھ برائی کر رہا ہو تو ہم اس کے ساتھ اچھائی کا معاملہ کر کے اس کی برائی کو ختم کرنے کا باعث بن جائیں۔ (ج16 ص269)

اللہ تعالیٰ کی حمد

تنگی اور خوشحالی میں اللہ رب العزت کی حمد و ثنا بیان کرنا۔ خوش حالی میں حمد و ثنا کرنا آسان ہے اور تنگی میں کرنا بڑا مشکل کام ہے۔ فاقہ ہو اور پھر بھی انسان اللہ رب العزت کی حمد و ثنا بیان کرے یہ بڑا مشکل کام ہے۔ مگر اللہ والوں کی یہ صفت ہوتی ہے کہ وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرتے ہیں۔ وہ اپنے ہر حال میں اللہ رب العزت سے راضی ہوتے ہیں ؎

لطف سجن دم بہ دم قہر سجن گاہ گاہ ایں بھی سجن واہ واہ اوں بھی سجن واہ واہ

وہ خوشی میں بھی اپنے رب سے راضی اور تنگی میں بھی اپنے رب سے راضی۔ وہ ہر وقت اللہ رب العزت کی حمد و ثناء کے ساتھ رطب اللسان رہتے ہیں۔

جو شخص یہ چاہے کہ اللہ رب العزت کی جو نعمتیں مجھے ملی ہیں، یہ ہمیشہ باقی رہیں اور ان نعمتوں میں اضافہ ہو، اس کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حمد کثرت سے بیان کرے۔ (ج17 ص23)

پیر اور مرید کے مانگنے میں فرق

یاد رکھنا! جس در سے مرید مانگتا ہے اسی در سے پیر بھی مانگ رہا ہوتا ہے۔ در ایک ہی ہے۔ کوئی الگ راستہ نہیں ہے۔ ایک ہی راستہ ہے۔ بس اتنا فرق ہوتا ہے کہ جو بار بار مانگتے ہیں ان کو مانگنے کا تجربہ ہو جاتا ہے۔ یعنی ان کو رب کے حضور فریاد کرنے کا طریقہ آ جاتا ہے۔ پروردگار بھی ایسے لوگوں سے خوش ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ فرشتے بھی خوش ہوتے ہیں۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ جب اللہ کا نیک بندہ دعا مانگتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں: میرے پروردگار! یہ تو بڑی جانی پہچانی آواز آ رہی ہے۔ اس لئے ہم بھی پروردگار سے ضرور دعائیں مانگیں۔

ایک دعا تو یہ مانگیں:

"اے اللہ! جیسے آپ خوش ہوتے ہیں ہمیں ویسا بنا دیجئے۔"

اگر یہ دعا مانگتے ہوئے دل میں اخلاص ہوگا تو ان شاء اللہ یہ دعا کبھی نہ کبھی رنگ لائے گی۔ اللہ تعالیٰ پوچھیں گے؟ اے میرے بندے! تو نیک کیوں نہ بنا؟ وہ کہے گا: پروردگار! میں نے اپنے آپ کو آپ کے حوالے کیا تھا۔ میں نے اس وقت صدق دل سے کہا تھا کہ اے مالک! جس طرح آپ خوش ہوتے ہیں مجھے ویسا بنا دیجئے۔ ممکن ہے اس دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ مغفرت فرما دیں۔ (ج 17 ص 42)

ایک عجیب بات

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ ایک عجیب بات کیا کرتے تھے۔ سونے کی سیاہی سے لکھنے کے قابل ہے۔ فرماتے تھے:

"اے ایمان والو! سوچو کہ اللہ تعالیٰ کی ایک رحمت دنیا میں تقسیم ہوئی ہے اور اس ایک رحمت پر اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ایمان اور اسلام جیسی نعمت عطا فرما دی، تو جب قیامت میں سو رحمتوں کا نزول ہوگا تو کتنی نعمتیں عطا کی جائیں گی؟ اس لئے یہ ایمان اور اسلام والی نعمت ہمارے اوپر اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ (ج 17 ص 45)

ایک عجیب دعا

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ جب بھی مسجد کے دروازے پر آتے تو ایک عجیب دعا مانگا کرتے تھے۔ وہ دروازے پر آ کر رک جاتے اور یہ فرماتے ؟

’’اے پروردگار! ایک بدکار تیرے دروازے پر حاضر ہے، آپ نے حکم فرمایا کہ اچھے لوگ بروں کے ساتھ اچھائی کا معاملہ کریں، لہٰذا اے پروردگار! آپ اچھے ہیں، میں برا ہوں، تو اپنی اچھائیوں کے صدقے میرے ساتھ بھی اچھا معاملہ فرما دیں۔‘‘ (ج17ص51)

چند چیزوں سے دل نہیں بھرتا

علمائے کرام نے لکھا ہے کہ چند چیزوں سے انسان کا دل کبھی نہیں بھرتا۔

آسمان کی طرف دیکھنا۔ وہی نیلا رنگ، وہی ستارے، وہی بادل ساری عمر آپ دیکھیں گے مگر دل نہیں بھرے گا۔ روز دیکھنے کا نیا لطف اور مزہ ہوگا۔

پانی کا پینا۔ اگر سو سال بھی عمر ہو جائے پھر بھی ہر دن پیاس لگے گی اور ہر دن پانی اچھا لگے گا۔ کوئی بندہ آپ کو ایسا نہیں ملے گا جو یہ کہے کہ میں تو زندگی میں پانی پی پی کر اُکتا گیا ہوں۔

بیت اللہ شریف کی طرف دیکھنا۔ جتنی بار دیکھیں گے ہر دفعہ دیکھنے کا مزا جدا ہوگا۔ اس کی طرف دیکھنے سے انسان کا دل کبھی بھی نہیں بھرتا۔ بلکہ انسان کہتا ہے کہ ایک بار دیکھا ہے اور دوسری بار دیکھنے کی تمنا ہے

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشا دیکھے　　دیدۂ کور کو کیا آئے نظر، کیا دیکھے!

جن لوگوں کو اللہ رب العزت نے دل کی آنکھ دی ہوتی ہے، بصیرت دی ہوتی ہے، وہ جب بیت اللہ شریف کی طرف دیکھتے ہیں تو ان کو واقعی تجلیات نظر آتی ہیں۔ ان کو پھر اس کے حسن و جمال کا ادراک ہو جاتا ہے۔ (ج17ص95)

قرآن مجید کا مرکزی پیغام

اگر قرآن مجید کے الفاظ گنیں تو جو لفظ بالکل درمیان میں آتا ہے، وہ لفظ ہے وَلْيَتَلَطَّفْ (نرم گفتگو کرنا) گویا پورے قرآن کا جو مرکزی پیغام ہے وہ نرمی کا پیغام ہے۔ (ج17ص178)

لفظ انسان کے معارف

انسان کا لفظ بھی عجیب ہے۔علماء نے اس کے تین معانی لکھے ہیں۔

۱......انسان کا لفظ ''اُنس'' سے نکلا ہے۔اُنس کہتے ہیں محبت کو۔

۲......انسان کا لفظ ''نسیان'' سے نکلا ہے۔نسیان کہتے ہیں بھولنے کو۔

۳......انسان کا لفظ ''اَنس'' سے نکلا ہے......

فَلَمَّا اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَاراً (القصص: ۲۹)

اَنس کا مطلب اَبْصَرٰی / اَبْصَرَ ''دیکھنا''۔گویا انسان کے تین معانی بنے:

۱......محبت کرنے والا ۲......بھولنے والا ۳......دیکھنے والا

ہمارے مشائخ نے فرمایا تینوں معانی انسان پر صادق آتے ہیں کہ یہ انسان اللہ رب العزت سے محبت کرتا ہے تو اللہ رب العزت اس پر اپنے انوار و تجلیات کی بارش کر دیتے ہیں اور جب یہ اس کے انوار و تجلیات کو دیکھتا ہے تو پھر پوری دنیا کو بھول جاتا ہے۔ (ج17ص164)

وقوفِ قلبی کے ساتھ رہیے

اپنا وقت وقوفِ قلبی کے ساتھ گزاریے۔وقوفِ قلبی اسے کہتے ہیں کہ اپنی توجہ دل کی طرف اور دل کی توجہ اللہ کی طرف رکھیں۔

مشغول ہو کر کلمۂ طیب کے ذکر میں
دل پہ لگا جو زنگ ہے اس کو چھڑائیے
مشغول اسم ذات میں ہوں آپ اس طرح
اس کے سوا ہر ایک کو بس بھول جائیے

ان تین دنوں میں اس کی مشق کریں کہ ہم اللہ رب العزت کے سوا ہر ایک کو بھول جائیں۔ایک اللہ رب العزت کی یاد دل میں ہو اور بس۔ (ج17ص177)

کثرتِ ذکر نرمی کا باعث ہے

ذکر کی کثرت کی وجہ سے آپ کی ذات میں نرمی آئے گی۔ یہ ذکر کی خوبی ہے۔ جیسے سخت زمین کو بارش کا پانی نرم کر دیتا ہے۔ اسی طرح جب انسان ذکر کرتا ہے تو انوارات کی بارش انسان کی طبیعت کے اندر نرمی پیدا کر دیتی ہے۔ اور نرم طبیعت کی وجہ سے انسان اچھے اخلاق کا حامل بن جاتا ہے۔ (ج 17 ص 177)

اخلاق کی ضرورت

اکثر دوست آکر شکوہ کرتے ہیں کہ ہم ذکر اذکار کرتے ہیں مگر

......بچے نہیں مانتے ......بیوی نہیں مانتی

گھر کا ماحول اچھا نہیں

اگر آپ غور کریں تو اس کے پیچھے آپ کی سختی ہوگی اور آپ کے اخلاق میں کمی ہوگی۔

ذکر کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے ......انسان میں نرمی پیدا ہو جاتی ہے

......پھر اس کے اخلاق اچھے ہو جاتے ہیں

......پھر اچھے اخلاق سے انسان دوسروں کے دل میں جگہ بنا لیتا ہے۔

......پھر لوگ دین کے قریب ہو جاتے ہیں۔ (ج 17 ص 179)

جماعت کا انتظار

ان تین دنوں میں آپ نے نمازوں کے وقت سے پہلے آکر جماعت کے انتظار میں بیٹھنا ہے۔ یہ سنت بھی آج ختم ہوتی جا رہی ہے۔ آج تو حالت یہ بن گئی ہے کہ اگر پانچ منٹ بھی رہتے ہوں تو مسجد کے باہر آکر آپس میں باتیں کرتے رہیں گے۔ کوئی کہے بھی سہی کہ نماز ہونے والی ہے تو کہتے ہیں: جی! ابھی پانچ منٹ باقی ہیں۔ کتنا اچھا ہوتا کہ مسجد میں آجاتے اور جماعت کے انتظار کا بھی ثواب نصیب ہو جاتا۔ (ج 17 ص 179)

غلط نظریہ

"ایہہ جہان مٹھا تے اگلا کیس ونج ڈٹھا"

جب وہ مسلمان ہو کر ایسی باتیں زبان سے نکالتی ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے دل میں اللہ کے سامنے پیش ہونے کا پکا یقین نہیں ہوتا۔ بلکہ اکثر تو یہ کہتے ہیں کہ وہاں جائیں گے تو دیکھی جائے گی۔ گویا کہ آخرت کی تیاری وہ موت سے پہلے کرنے کے بجائے یوں سوچتے ہیں کہ جب وہاں جائیں گے تو نجات کی کوئی نہ کوئی صورت نکال لیں گے۔ یہی انسان کی غلط فہمی ہے۔ اس لئے کہ جب آگ لگ جائے تب کنویں نہیں کھودے جاتے، پہلے سے اگر کھودے ہوئے ہوں تو ان کا پانی کام آتا ہے۔ اسی طرح جو انسان دنیا میں موت کی تیاری کرے گا، قیامت کے دن اسے وہ تیاری کام آئے گی۔ جو بندہ دنیا سے بغیر تیاری کے فوت ہو گیا اس کی مثال ایسی ہی ہے کہ جیسے اس نے سمندر کے اندر بغیر کشتی کے چھلانگ لگا دی۔ (ج 17 ص 188)

قیامت کے نام

قیامت کے دن وہ نام جو قرآن مجید بیان کئے گئے اگر ان کا اردو میں ترجمہ کیا جائے تو تفصیل کچھ یوں ہوگی:

......روز قیامت ......یوم حسرت ......یوم حساب

......یوم ندامت ......زلزلے کا دن ......کڑک کا دن

......روزِ واقعہ ......کھڑکھڑانے کا دن ......چھا جانے والا دن

......دل کو ہلا دینے والا دن ......روزِ برحق

......ہنگامے کا دن ...... چیخ و پکار کا دن ......ملاقات کا دن

......باہم پکارنے کا دن ......بدلے کا دن

......ڈراوے کا دن ......پیشی کا دن ......اعمال کے وزن ہونے کا دن

...... فیصلے کا دن ......جمع ہونے کا دن ......دوبارہ اٹھنے کا دن

......رسوائی کا دن ......سخت دن ......انصاف کا دن

......پھیلنے کا دن ......بلا شک وشبہ دن

......وہ دن جس میں کوئی کسی کے کام نہ آئے گا۔ اور

......وہ دن جس میں آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔

ان چند ناموں سے اندازہ لگایئے کہ قیامت کا دن کتنا عجیب دن ہوگا۔ (ج17ص188)

سچوں سے باز پرس

مالک بن دینار ایک بزرگ گزرے ہیں، وہ ایک دن دوپہر کے وقت دھوپ میں کھڑے ہو کر اللہ سے دعا مانگ رہے ہیں۔ کسی نے قریب ہو کر سنا تو وہ دعا کے دوران یہ آیت پڑھ رہے تھے: **یَوْمَ لِیَسْئَلَ الصّٰدِقِیْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ**

"قیامت کے دن سچوں سے ان کی سچائی کے بارے میں پوچھا جائے گا۔"

یہ آیت پڑھ کر وہ یہ دعا کر رہے تھے:

"اے اللہ! جن کو آپ خود سچا کہہ رہے ہیں، جب ان سے بھی قیامت کے دن آپ انکی سچائی کے بارے میں پوچھیں گے تو پھر ہم جیسے جھوٹوں کا کیا حال ہوگا!؟" (ج17ص201)

اعمال کی قبولیت کی فکر

حضرت عثمان خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی کریانے کی دکان تھی۔ ان کے پاس اگر کوئی کھوٹے پیسے لاتا تو وہ پیسے لے لیتے اور سودا دے دیتے۔ وہ ان پیسوں کو علیحدہ جمع کرتے جاتے تھے۔ انہوں نے پوری زندگی اپنا یہ دستور بنائے رکھا۔ کھوٹے پیسوں والوں کو کبھی واپس نہیں بھیجتے تھے۔ جب ان کا آخری وقت آیا تو وفات سے پہلے بستر پر لیٹے ہوئے دعا مانگنے لگے:

"اللہ! میرے پاس لوگ کھوٹا مال لے کر آتے تھے، کھوٹے سکے لے کر آتے تھے، اللہ! میں تیرے بندوں سے کھوٹے سکے قبول کرتا رہا، آج تو بھی میرے کھوٹے عملوں کو قبول فرمالے۔"

سوچئے تو سہی کہ ہمارے اکابر اس طرح موت کی تیاری کیا کرتے تھے۔ (ج17ص210)

قیامت کی ایک نشانی

ایک حدیث مبارکہ میں نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:
"جب مکہ مکرمہ کے پیٹ کو چیر کر راستے بنا دیئے جائیں گے اور جب عمارتیں پہاڑوں کے برابر اونچی ہو جائیں گی تو تم قیامت کا انتظار کرنا۔"
مکہ مکرمہ کے پیٹ کو چیرنے کا کیا مطلب؟ آج وہاں پہاڑوں کے اندر فنلز (سرنگیں) بنا کر انٹرنل رنگ روڈ اور آؤٹر رنگ روڈ بنادی گئی ہیں۔ گویا بندہ آنکھوں سے دیکھتا ہے مکہ مکرمہ کے پیٹ کو چیر کر راستے بنا دیئے گئے ہیں۔ (ج 17 ص 224)

زلزلے کے وقت کیا کرنا چاہئے

بعض لوگ جہالت کی وجہ سے زلزلے کے وقت اذانیں دینا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ سراسر غلط ہے۔ ایسا نہیں کرنا چاہئے۔
ایک اور سوال بھی ذہن میں پیدا ہوتا ہے۔ جب زلزلہ آتا ہے تو اکثر لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ کمروں سے نکل کر باہر کھلی فضا میں آجاتے ہیں۔ ایسے میں لوگوں کو یہ پتہ نہیں ہوتا کہ کیا کرنا چاہئے۔ بعض لوگ اس کو اچھا سمجھتے ہیں اور بعض لوگ اسے توکل کے خلاف سمجھتے ہیں۔ اس سلسلہ میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ تو درالمختار کتاب الفرائض میں ہے کہ اگر کوئی بندہ ایسی جگہ پر تھا کہ
اَخَذَتْهُ الزَّلْزِلَةَ فِيْ بَيْتِهٖ فَفَرَّ اِلَى الْفَضَاءِ لَايُكْرَهُ بَلْ يُسْتَحَبُّ لِفَرَارِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْحَائِطِ الْمَائِلِ.
"اگر زلزلہ آیا اور آدمی گھر میں تھا اور وہ نکل کر کھلی فضا میں آ گیا تو اس میں کوئی کراہت نہیں، بلکہ مستحب ہے، کیونکہ نبی علیہ السلام ایک مرتبہ جھکی ہوئی دیوار کے پاس سے گزرنے لگے تو آپ تیزی سے اس کے نیچے سے الگ ہو گئے۔"
جس طرح گرتی ہوئی دیوار کے نیچے سے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ہٹ گئے تھے اسی طرح زلزلے کے وقت کمرے سے نکل کر کھلی فضا میں آجانا، یہ بھی مستحب کہلائے گا۔ (ج 17 ص 233)

ترک عبودیت

ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ رب العزت سے ایک بڑی عجیب بات کی۔

قَالَ مُوْسٰی اِلٰھِی اَتَرْزُقُ فِرْعَوْنَ وَھُوَ یَدَّعِی الرُّبُوْبِیَّۃَ.

''حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے اللہ! کیا آپ فرعون کو رزق دیتے ہیں، حالانکہ وہ تو ربوبیت کا دعویٰ کرتا ہے؟'' فَاَوْحَی اللّٰہُ اِلَیْہِ. اللہ نے ان پر وحی نازل کی۔

یَابْنَ عِمْرَانَ لَوْ تَرَکَ فِرْعَوْنُ الْعُبُوْدِیَّۃَ مَا اَتْرُکُ الرُّبُوْبِیَّۃَ.

''اے عمران کے بیٹے! اگر فرعون نے عبودیت کو ترک کر دیا ہے تو میں نے ربوبیت کو ترک نہیں کیا۔ (میں پروردگار تو اس کو رزق دیتا رہوں گا)''۔

جو پروردگار ایسے دشمن کو بھی رزق دے دیتا ہے تو وہ پروردگار اپنے غلاموں کو رزق کیوں نہیں عطا فرمائے گا۔ (ج18ص50)

تمام آسمانی کتابوں کا نچوڑ

ہمارے مشائخ نے بتایا کہ اگر تمام آسمانی کتابوں کا نچوڑ نکالیں تو تین باتیں بنتی ہیں۔

پہلی بات...... انسان کے دل میں سب سے زیادہ خوف اللہ رب العزت کا ہوتا کہ وہ گناہوں سے بچ سکے۔ دوسری بات...... بندے کے دل میں اللہ تعالیٰ سے امید اس خوف سے بھی زیادہ ہو۔ یعنی جتنا اللہ تعالیٰ کا خوف ہو، اللہ تعالیٰ سے امید اس سے بھی زیادہ ہو۔

تیسری بات...... انسان اپنے بھائی کے لئے وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہو۔ بتائیں:...... کیا ہم چاہتے ہیں کہ کوئی ہماری غیبت کرے؟ نہیں۔ پھر ہم کسی کی غیبت کیوں کرتے ہیں؟...... کیا ہم چاہتے ہیں کہ کوئی ہمارے ساتھ جھوٹ بولے؟ نہیں۔ پھر ہم کیوں جھوٹ بولتے ہیں؟...... کیا ہم چاہتے ہیں کہ کوئی ہمارے ساتھ وعدہ خلافی کرے؟ نہیں۔ پھر ہم کیوں وعدہ خلافی کرتے ہیں؟

...... کیا ہم چاہتے ہیں کہ کوئی ہماری عزت کی طرف بری نظر سے دیکھے؟ نہیں۔ تو پھر ہم کیوں کسی کی عزت کی طرف بری نظر ڈالتے ہیں۔ (ج18ص120)

اللہ تعالیٰ کیسے ملتے ہیں؟

ہمارے حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ پوچھا کرتے تھے:

کپڑا کس سے ملتا ہے؟...... کپڑے والوں سے

سبزی کس سے ملتی ہے؟...... سبزی والوں سے

برف کس سے ملتی ہے؟...... برف والوں سے

دودھ کن سے ملتا ہے؟...... دودھ والوں سے

پھر پوچھتے:

اللہ کن سے ملتا ہے؟...... اللہ والوں سے

ان کی صحبت میں بیٹھنے سے اللہ ملتا ہے۔

ان سے ملنے کی ہے یہی اک راہ　　ملنے والوں سے راہ پیدا کر

(ج18ص76)

سفید بالوں سے حیا

سیدنا عمر رضی اللہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ نبی علیہ السلام کی مبارک آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے ہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ دیکھ کر بڑے پریشان ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کیوں رو رہے ہیں؟

نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ابھی میرے پاس جبرئیل آئے تھے اور وہ آ کر مجھے کہنے لگے: جو بندہ کلمہ پڑھ لیتا ہے اور کلمہ پڑھتے پڑھتے اس کے بال سفید ہو جاتے ہیں۔ اس بوڑھے کو عذاب دیتے ہوئے اللہ رب العزت کو حیا آتی ہے۔ میں اس بات پر رو رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کو تو بوڑھے بندے کو عذاب دیتے ہوئے حیا آتی ہے مگر بوڑھے کو اللہ کی نافرمانی کرتے ہوئے کیوں حیا نہیں آتی؟ (ج18ص117)

برائی کا جواب

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کسی نے برا کہا۔ آپ نے اس کے جواب میں اس کے ساتھ اچھائی کا معاملہ کیا۔ دیکھنے والا بڑا حیران ہوا اور پوچھنے لگا: حضرت! اس نے آپ کے ساتھ اتنی بدتمیزی کی اور آپ اس کے ساتھ اتنے اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آئے اور فرمایا:

كُلُّ اِنَاءٍ يَتَرَشَّحُ بِمَا فِيهِ.

''ہر برتن سے وہی کچھ نکلتا ہے جو کچھ برتن میں موجود ہوتا ہے۔''

اس کے اندر شر تھا، شر ہی نکلا، اور اگر ہمارے اندر اللہ نے خیر ڈالی ہے تو ہم خیر ہی کی بات کریں گے۔ (ج18 ص120)

پردے میں رہنے دو

میں اور آپ جب اپنے گھر میں ہوتے ہیں تو اپنی بیوی سے کہیں گے کہ ہماری آپس میں کوئی بات ہو گی تو تنہائی میں ایک دوسرے سے بحث کر لیں گے، ایک دوسرے کو سن سنا لیں گے، ایک دوسرے کو ڈانٹ لیں گے۔

لیکن باہر بات مت کرنا۔ ہم بیوی سے کہیں گے کہ بس جو بھی ہے اندر ہی رکھنا باہر نہیں کرنا۔

لیکن محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اتنی پیاری تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے فرمایا:

''اگر کوئی عورت تم سے میری اندرونِ خانہ زندگی کے بارے میں سوال کرے، تو تم اس بات کی پابند ہو، تمہارے اوپر فرض ہے کہ میری زندگی کو اس کے سامنے کھول کر بیان کرنا''۔

......اللہ اکبر! اللہ اکبر! ...... کہ تنہائی کی باتیں بھی، تمہارا فرض ہے کہ تم لوگوں تک پہنچاؤ ...... کیسی زندگی ہو گی ......! (ج18 ص153)

ہم تو مائل بہ کرم ہیں

حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک فرشتہ رات کے آخری پہر میں اعلان کرتا ہے:

''ہے کوئی سوال کرنے والا جس کو عطا کیا جائے''۔

ہم کو شکوہ ہے ہمارا مدعا ملتا نہیں   دینے والے کو گلا ہے کہ گدا ملتا نہیں

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں   راہ دکھلائیں کسے کوئی راہرو منزل ہی نہیں

طور تو موجود ہے موسیٰ ہی نہیں   لفظ و شاعری دیکھ کر بندے کو کہتا ہے کریم

دینے والا دے بھی کسے لفظ دعا ملتا ہی نہیں

اللہ تعالیٰ کہتے ہیں میں کس کو دوں؟ کوئی ہاتھ بھی آگے بڑھائے نا۔ تہجد کے وقت سوئے ہوئے ہوتے ہیں۔ اللہ رب العزت تو دے کر خوش ہوتے ہیں۔ اس لئے جو بندہ اللہ رب العزت سے جتنا زیادہ اضطراب کے ساتھ مانگے گا اتنی جلدی قبولیت ہوگی۔ (ج18ص257)

محبت بھری دعا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ دعا مانگتے ہیں:

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ شَھَادَۃً فِی سَبِیْلِکَ وَاجْعَلْ قَبْرِیْ فِی بَلَدِ حَبِیْبِکَ.

اے اللہ! اپنے راستے میں شہادت عطا فرما اور اپنے حبیب کے شہر میں دفن ہونا نصیب فرما۔

مانگنے والے نے تو اتنا مانگا، دینے والا کتنا قدردان ہے کہ وہ شہادت پہاڑ کی چوٹی پر مل سکتی تھی، گلی میں مل سکتی تھی، کسی چٹان پہ مل سکتی تھی، کسی صحرا میں مل سکتی تھی......نہیں پروردگار نے شہادت بھی دی تو کہاں دی؟ ...... مسجد نبوی ہے، مصلاءِ نبوی ہے، وضو کی حالت میں، نماز کے اندر، اللہ کے قرآن کی تلاوت کر رہے ہیں، حملہ ہوتا ہے وہ ان کی شہادت کا سبب بنتا ہے۔ انہوں نے یہ تو نہیں مانگا تھا کہ مجھے مصلاءِ نبوی پر شہادت دینا بلکہ انہوں نے مانگا تھا کہ اللہ کے محبوب کے شہر میں دفن ہونے کی توفیق عطا فرمانا۔ میرے مالک نے دعا قبول کر لی۔ جنت البقیع میں دفن ہو جاتے تو دعا پوری ہو جاتی؟ مگر نہیں۔

دینے والے کی دین زیادہ...... امید سے بھی زیادہ دیتے ہیں۔ کہاں دفن ہونا نصیب فرمایا، اپنے محبوب کے قدموں میں روضہ ءِ انور کے اندر دفن ہونے کی سعادت نصیب فرمائی۔ اس سے مانگ کر تو دیکھیں، پھر پتہ چلے گا کہ اس کی دین کیا ہے۔ وہ امیدوں سے ہمیشہ زیادہ دیتا ہے۔ بڑا اقدر روان ہے...... اللہ اکبر کبیرا! (ج 18 ص 261)

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں تقوی

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا حضرت! تقویٰ کسے کہتے ہیں؟ اگر تمہارے دل کی تمناؤں کو مجسم کر کے کسی طشتری کے اندر رکھ دیں اور اس کو سر بازار پھرائیں تو کوئی ایسی تمنا اس میں نہ ہو جس پر تمہیں شرمندگی ہو۔ دل میں بھی گناہ کی تمنا نہ رکھنا۔ اس کو تقویٰ کہتے ہیں۔ آسان لفظوں میں اگر کوئی چاہے کہ میں سمجھوں کہ تقویٰ کسے کہتے ہیں تو بھئی! تقویٰ یہ ہے کہ انسان ایسی زندگی گزارے کہ قیامت کے دن اس کا گریبان پکڑنے والا کوئی نہ ہو۔ (ج 19 ص 25)

ذکر سیکھنے کی ضرورت

حضرت مفتی زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کو دعوت تبلیغ میں اللہ نے اونچا مقام دیا۔ ایک مرتبہ ان کا بیان تھا اور ان کا یہ بیان عاجز نے خود سنا اور آج ممبر پر بیٹھ کے یہ فقرہ نقل کر رہا ہوں کہ انہوں نے بیان میں یہ کہا کہ جب تک تم کسی سے سیکھ کر ذکر نہیں کرو گے تبلیغ میں جوتیاں چٹخانے کے سوا تمہیں کچھ نہیں ملے گا۔

یہ بھرے مجمع میں انہوں نے فرمایا۔ یہ ذہن میں رکھیں ہمارے اکابر علمائے دیوبند میں جتنا کثرت سے ذکر کرنے والے حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ تھے اتنا کثرت سے ذکر کرنے والا اکابر میں کوئی دوسرا نہیں۔ اس ذکر کی برکت سے اللہ نے ان سے دعوت کے کام کو کروایا۔ اور آج دیکھئے دنیا بھر کے ممالک میں اللہ رب العزت اس محنت کے ذریعے لوگوں کے ایمان کی حفاظت فرما رہے ہیں۔ (ج 19 ص 42)

وصول الی اللہ کا طریقہ

حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے وصول الی اللہ کا ایک نسخہ بتایا ہے اور عجیب بات لکھی ہے پڑھ کر حیران ہوا۔ فرماتے ہیں ایک نسخہ میں لکھ رہا ہوں اس کو اپناؤ، کونسا نسخہ؟

پہلی بات: اعمال میں ہمت کر کے ظاہراً باطناً شریعت کے پابند بنو۔ دوسری بات کثرت سے اللہ کا ذکر کرو۔ تیسری بات شیخ کی صحبت اختیار کرو۔ چوتھی بات: جب ان سے دور ہو تو ان کی کتابوں سے، مواعظ سے، اس کے ملفوظات سے فائدہ اٹھاؤ۔ اگر یہ چار کام تم کر لو گے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ میں ٹھیکہ لیتا ہوں کہ آپ لوگ باخدا بن جائیں گے۔ یہ الفاظ لکھے ہیں۔ اللہ اکبر کبیرا۔ (ج 19 ص 52)

شیخ سے محبت

علماء نے لکھا ہے کہ شیخ سے جو محبت ہے وہ اس نظر سے کرو کہ یہ اللہ رب العزت کا چاہنے والا ہے، اللہ سے محبت کرنے والا ہے، اس کی راتیں، اس کے دن، اس کی صحبتیں، اس کی شام، اس کا اٹھنا بیٹھنا ہر وقت اللہ کی محبت میں گزر رہا ہے لہٰذا میں اللہ کے چاہنے والے ایک دل کے ساتھ محبت کر رہا ہوں۔ (ج 19 ص 58)

انوکھی مثال

ہم چاہتے ہیں کہ آج ہماری پریشانیاں دور ہو جائیں ہماری ان پریشانیوں کا حل ہمیں باہر نہیں ملے گا اندر ملے گا۔ یا یوں سمجھئے کہ حدیث پاک میں کھجور کے درخت کو انسان کی خالہ کہا گیا ہے۔ تو میں بہت عرصہ سوچتا رہا کہ یہ کیا بات ہے۔ پھر کھجوریں لگانے کا ہمیں موقع ملا تجربہ ہوا۔ تو کھجوروں کے ماہرین نے بتایا۔ کہ کھجور کا درخت جب بھی کسی جگہ لگایا جائے تو اس کے باہر کے پتے شاخیں ایک دفعہ خشک ہو جاتے ہیں۔ پھر اندر سے سبزہ نکلنا اور بڑھنا شروع ہوتا ہے۔ پھر ہرا بھرا درخت سامنے آ جاتا ہے۔ جس طرح کھجور کا درخت اندر سے ہرا

ہونا شروع ہوتا ہے۔ اسی طرح انسانیت کا کملایا ہوا درخت بھی اندر سے سرسبز ہونا شروع ہوتا ہے۔ اب ہم اس سفر کی ابتداء اگر دل سے شروع کریں تو یقیناً منزل پر پہنچ جائیں گے۔

لہٰذا آج اس محفل میں دلوں میں یہ نیت کر لیجئے کہ ہم اپنے دلوں کو سنواریں گے، بنائیں گے اور اس کو اللہ کی محبت سے بھر لیں گے۔ ایسے بھریں گے کہ اللہ تعالیٰ دل میں آ جائیں، چھا جائیں۔ ایسی زندگی ہونی چاہئے۔ (ج 19 ص 80)

ماں کی عظمت

ایک شخص نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا

''اے اللہ کے نبی گناہ ہو گیا'' فرمایا اللہ سے معافی مانگ لے۔

اس نے کہا: حضور بڑا گناہ ہو گیا ہے۔ فرمایا ماں زندہ ہے؟ اس نے کہا جی۔

فرمایا جاؤ ماں سے دعا کرواؤ۔ ماں کی دعا پر اللہ تعالیٰ بندے کے کبیرہ گناہوں کو بھی معاف فرما دیتے ہیں۔ تو ماں کی خدمت سے انسان کو عزتیں ملتی ہیں۔ دنیا کی بھی اور آخرت کی بھی۔ (ج 19 ص 98)

حقیقی حسن

حدیث پاک میں آتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے غیر محرم سے اپنی نظر کی حفاظت کی اس کو اللہ رب العزت عبادت میں لذت عطا فرما دیتے ہیں۔

یہ بھی ذہن میں رکھئے کہ خوبصورت عورت کو دیکھنے سے آنکھیں خوش ہوتی ہیں۔ لیکن خوب سیرت عورت کو دیکھنے سے دل خوش ہوتا ہے۔ صورت کو سنوارنے کے بجائے اپنی سیرت کو سنواریئے۔ میں تو بچیوں کو کہتا ہوں کہ قد اونچے Heel کے جوتے بغیر بھی بڑا نظر آتا ہے، اگر عورت کی شخصیت کے اندر بلندی ہو۔ آنکھیں بغیر سرمے کے بھی خوبصورت نظر آ سکتی ہیں اگر ان کے اندر حیا موجود ہو۔ پلکیں بغیر مسکارے کے بھی دلفریب ہو سکتی ہیں اگر شرم سے جھکی ہوئی ہوں۔ پیشانی بغیر بندیا کے بھی پرکشش ہو سکتی ہے اگر اس پہ سجدوں کے نشان ہوں۔ (ج 19 ص 147)

پریشانی کی وجہ

گناہوں میں انسان کے لئے دنیا کی بھی ذلت ہے اور آخرت کی بھی ذلت ہے اسی لئے گناہوں سے مکمل اجتناب کرنا چاہئے۔ ہر چیز کی ایک تاثیر ہوتی ہے۔ جیسے آگ گرم ہوتی ہے۔ برف ٹھنڈی ہوتی ہے۔ یہ ان کی اپنی اپنی تاثیر ہے۔ اسی طرح گناہ کی یہ تاثیر ہے کہ وہ بندے کے دل کو پریشان کر دیتا ہے۔ چنانچہ کوئی انسان کتنا ہی رازداری سے گناہ کیوں نہ کرے کوئی سمجھانے والا نہیں، کوئی روکنے والا نہیں، کوئی ہٹانے والا نہیں، گمراہی کے مواقع بھی موجود ہیں۔ جو جی میں آئے وہی انسان کر رہا ہے۔ اپنے ذہن کے مطابق اپنی Life کو Enjoy کر رہا ہے۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ اس بندے کے دل کو اللہ تعالیٰ پریشان کر دیتے ہیں۔ بس یوں سمجھ لیں کہ اللہ کے پاس کچھ پریشانی کی مقدار بندھی ہوئی ہے ہم اگر گناہ کا ارتکاب کریں گے۔ پریشانی ہمیں چمٹ جائے گی اور اسی وجہ سے پھر زندگی میں سکون نہیں ہوتا۔ (ج 19 ص 157)

قبولیت دعا کا راز

اس لئے ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے علم اور ارادے سے گناہ کرنا چھوڑ دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس بندے کی دعاؤں کو رد کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ تو آج کی اس محفل میں آپ ارادہ کر لیجئے کہ ہم نے آج کے بعد اپنے علم اور ارادے سے اپنے مالک کی نافرمانی نہیں کی۔ (ج 19 ص 169)

زنا ایک قرض

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زنا ایک دین ہے بندے کے اوپر ایک قرض ہے اور اس قرض کو پھر اس کے قریبی لوگوں میں سے کوئی نہ کوئی ضرور ادا کیا ہی کرتا ہے۔ اللہ رب العزت ہمیں اس گناہ سے سچی توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (ج 19 ص 236)

تربیت اولاد

یوں سمجھ لیں کہ سینکڑوں کتابیں جو تربیت اولاد کے بارے میں ہیں۔ ان سب کا اصل اصول اور نچوڑ ہیں۔ کون کون سی بات یاد ہوئی یا بھول گئی۔ سچ بولنا پانچ وقت کی نماز پڑھنا اور دوسروں کی خدمت کرنا۔ جس بچے میں یہ تین باتیں آگئیں۔ آپ سمجھ لیں کہ یہ اپنے وقت میں اللہ تعالیٰ کا ولی بن جائے گا۔ یہ ایسی صفتیں ہیں تو بات سمجھ آگئی۔ اچھا تو بات چل رہی تھی فرمایا کہ چند لوگوں سے دوستی نہ کرنا ایک بیوقوف سے دوسرا جھوٹے سے۔ جھوٹ سے تو انسان کو اتنی نفرت ہو کہ بس نہ کہے نہ سنے اور ایک بات بتاؤں جھوٹ جتنا بھی تیز بھاگے بالآخر سچ اسے جا کے پکڑ لیتا ہے۔ (ج19ص250)

وقت کی قدر

ایک مرتبہ کسی نے کہا کہ کچھ دیر ان سے بات بھی کرلیں تو جواب میں فرمایا کہ تم سورج کو تھام لو تو میں تم سے باتیں کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اس لئے کہ غروب ہونے والا سورج انسان کو پکارتا ہے۔ کہ اے انسان آج میں تیری زندگی میں غروب ہو رہا ہوں۔ پھر لوٹ کر دوبارہ طلوع نہیں ہوگا۔ ایک نیا دن ہوگا یہ دن ہاتھوں سے چلا گیا۔ (ج19ص264)

آخرت کی فکر

ہمارے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے ایک بزرگ تھے۔ حضرت مولانا حسین علی ان کی یہ کیفیت تھی کہ کوئی شخص ملنے آتا تھا۔ سلام کر کے خیریت پوچھنے کے بعد فرماتے تھے۔ اچھا بھئی آپ نے بھی تیاری کرنی ہوگی آخرت کی میں نے بھی تیاری کرنی ہے۔ اچھا پھر ان شاء اللہ قیامت کے دن ملیں گے۔ یہ کہہ کر رخصت کر دیا کرتے۔ آپ نے بھی تیاری کرنی ہوگی مجھے بھی تیاری کرنی ہے۔ اچھا قیامت کے دن ملیں گے۔ (ج19ص280)

برائی سے نفرت

کئی لوگوں کو دیکھا کہ اگر کوئی نماز نہ پڑھتا ہو تو لوگ اس کو بری نظر سے دیکھتے ہیں۔ ایک اصول یاد رکھ لیجئے! برائی سے نفرت ہونی چاہئے برے سے نہیں۔ جس طرح ڈاکٹر اپنے ہاسپٹل میں بیماریوں سے نفرت کیا کرتے ہیں بیماروں سے نفرت نہیں کرتے۔ اگر بیماروں سے نفرت کرتے تو سٹاف رات دن ان کی خدمت کیوں کرتے؟ وہ بیماریوں سے بچتے ہیں، پوری پوری توجہ دیتے ہیں کہ یہ بیماریاں ہمیں نہ لگ جائیں۔ نبی علیہ السلام نے بھی ہمیں یہی تعلیم دی۔ چنانچہ پیاز کو جو کھایا جاتا ہے، اس میں مہک ہوتی ہے۔ اس لئے منع فرما دیا گیا کہ تم یہ مہک والی چیز کھاؤ تو مسجد میں نہ جاؤ۔ جب تک کہ تم اپنے منہ کو صاف نہ کرلو۔ تو نبی علیہ السلام نے وہاں یہ نہیں فرمایا کہ میں پیاز سے نفرت کرتا ہوں بلکہ یوں فرمایا

(اِنِّیْ اَکْرَہُ رِیْحَھَا) ''کہ میں پیاز کی بو سے نفرت کرتا ہوں۔''

اس سے معلوم ہوا کہ ہمیں بندے کے اعمال (کی بو) سے نفرت ہونی چاہئے، بندے سے نہیں۔ (ج20ص27)

اللہ نیکوں کا سرپرست ہے

ایک بچے نے اپنے دوست سے بات کی: میں حج کرنے جا رہا ہوں۔ اس نے پوچھا کہ آپ کے پاس پیسے ہیں؟ وہ کہتا ہے: نہیں۔ وہ پھر پوچھتا ہے: کیا تم نے درخواست دی؟ کہتا ہے: نہیں۔ وہ پوچھتا ہے: کیا تم نے پاسپورٹ بنا لیا؟ وہ جواب دیتا ہے: نہیں۔ وہ پوچھتا ہے: کیا تمہیں حج کا طریقہ آتا ہے؟ وہ کہتا ہے: نہیں۔ وہ پوچھتا ہے: کیا تمہیں پتہ ہے کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں جب تم جاؤ گے تو کہاں ٹھہرو گے؟ یہ کہتا ہے: نہیں۔ اس نے پوچھا: کیا تم نے ٹکٹ بنوالی ہے۔ یہ کہتا ہے: نہیں۔ جب ہر سوال کے جواب میں اس نے (نہیں) کہا۔ تو دوسرے بچے نے حیران ہو کر پوچھا: پھر تم حج پر جا کیسے رہے ہو؟ تو پہلے بچے نے مسکرا کر کہا: میں اپنے ابو کے ساتھ حج پہ جا رہا ہوں۔

اب اس کے اس ایک فقرہ میں ہر سوال کا جواب موجود ہے کہ جب میں اپنے ابو کے ساتھ حج پر جارہا ہوں۔ تو وہ میری ہر ضرورت کو پورا کرے گا اور ہر قسم کے نفع و نقصان کا ذمہ دار ہوگا۔ اللہ تعالیٰ بھی مومن کے بارے میں یہی لفظ استعمال فرمارہے ہیں:

وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ "اور وہ اللہ نیکوں کا سرپرست ہے"۔ (ج20ص140)

امام اعظم اور محبت صالح

سب سے پہلے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اسی لئے جتنے فقہا اور محدثین ہیں وہ بالواسطہ یا بلاواسطہ حضرت کے شاگرد ہیں۔ لہٰذا حضرت کو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کہا جاتا ہے۔ انہوں نے امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ جو ہمارے نقشبندیہ سلسلہ کے بزرگ ہیں ان کی صحبت پائی۔ اور امام جعفر رحمۃ اللہ علیہ نے قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحبت پائی۔ یہ امام قاسم رحمۃ اللہ علیہ فقہائے سبعہ مدینہ میں سے تھے۔ یعنی مدینہ کے جو سات بڑے مفتی گزرے ہیں یہ ان میں سے ایک ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو اتنا تقویٰ دیا تھا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ آپ کی نظر میں اس وقت دنیا میں کون سا انسان ایسا ہے جو خلافت کا مستحق ہو تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ اگر مجھے اختیار دیا جائے تو میں خلافت قاسم بن محمد کے سپرد کردوں گا۔ اس درجہ کے بزرگ تھے اور انہوں نے فیض پایا حضرت سلمان فارسیؓ سے اور انہوں نے فیض پایا صدیق اکبرؓ سے۔ یہ امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ ہمارے سلسلے کی لڑی میں سے ہیں۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہے۔ دو سال مختلف موقعوں پر ملنا جلنا رہا مگر اس ملنے کا اثر کیا ہوا کہ امام صاحب نے اپنی مبارک زبان سے یہ فرمایا

لَوْلَا السَّنَتَانِ لَهَلَكَ النُّعْمَان.

"اگر میری زندگی کے یہ دو سال نہ ہوتے تو نعمان ہلاک ہی ہوجاتا"۔ (ج20ص108)

تقویٰ کیسے پیدا ہو؟

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تقویٰ کیسے پیدا ہو؟ یہ تقویٰ اللہ والوں کے ساتھ رہنے سے پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ ان کے دل خشیت الٰہی سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لِكُلِّ شَیْءٍ مَعْدَنٌ وَ مَعْدَنُ التَّقْوٰی قُلُوْبُ الْعَارِفِیْنَ.

"ہر شے کا ایک خزانہ ہوتا ہے اور تقویٰ کا خزانہ اولیاء اللہ کے دل ہوا کرتے ہیں۔" (ج20ص100)

گناہوں کا کاربن کیسے دور ہو

دیکھیں! بجلی کی تار پر مٹی یا کوئی اور چیز لگی ہوئی ہو تو جوڑ بھی لگا دیا جائے تو کرنٹ آگے نہیں جائے گا۔ الیکٹریشن کہے گا کہ اصل میں اوپر مٹی لگی ہوئی ہے اس لئے تار کا جوڑ ٹھیک نہیں لگ رہا۔ چنانچہ وہ اس کو کھول کر اسٹارٹر کے کاربن کو صاف کر دیتا ہے۔ جب کاربن اچھی طرح صاف ہو جاتا ہے تو وہی موٹر چلنے لگ جاتی ہے۔ اگر الیکٹریشن سے پوچھا جائے کہ بتائیں! اب کیسے چلی؟ تو وہ کہتا ہے کہ اب کاربن صاف کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح انسان کے دل پر گناہوں کا کاربن یعنی کالا پن آجاتا ہے۔ جب وہ ذکر کے ذریعے اس کاربن کو دور کرتا ہے تو اس کا جوڑ ایسا جڑ جاتا ہے کہ روحانیت کا نور اس میں سے آگے پاس ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ (ج20ص185)

ذکر سات طرح سے

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بعض عارفین کا یہ قول نقل کیا:

اَلذِّكْرُ عَلٰی سَبْعَةِ اَنْحَاءٍ "ذکر سات طرح پر ہوتا ہے۔"

۱۔ فَذِكْرُ الْعَيْنَيْنِ بِالْبُكَاءِ۔ آنکھوں کا ذکر رونے کے ذریعے ہوتا ہے۔ جب آنکھ اللہ کی یاد میں روتی ہے اور گناہوں کی وجہ سے شرمندہ ہو کر روتی ہے تو آنکھ کا یہ رونا آنکھ

کا ذکر ہی ہے...... اللہ اکبر...... یہ بھی عجیب نعمت ہے۔ واقعی! جب محبت ہوتی ہے تو انسان اس حد تک مس کرتا ہے کہ اس کا دل رونے کو چاہتا ہے۔ کسی نے عجیب مضمون باندھا ؎

آیا ہی تھا خیال کہ آنکھیں برس پڑیں ۔۔۔۔ آنسو تمہاری یاد کے کتنا قریب تھے

محبوب کی یاد آئی اور بس! آنکھوں سے آنسو آ گئے۔

۲۔ "وَذِكْرُ الْاُذُنَيْنِ بِالْاِصْغَاءِ"۔

کانوں کا ذکر، اللہ کی بات کو توجہ کے ساتھ سننا ہے۔ یہ بھی محبت کی دلیل ہوتی ہے کہ جب محبوب کی بات ہو تو انسان کان لگا کے سنے کہ کیا بات کر رہے ہیں۔

۳۔ "وَذِكْرُ اللِّسَانِ بِالثَّنَاءِ"۔ زبان کا ذکر، اللہ کی تعریف کرنا ہے۔ آپ غور کریں کہ آج ماں اپنے بیٹے کی تعریفیں کرتے نہیں تھکتی۔ بیوی خاوند کی تعریف کرتے نہیں تھکتی۔ دوست اپنے دوست کی تعریفیں کرتے نہیں تھکتا۔ اسی طرح جس مومن کو اپنے اللہ سے سچی محبت ہوتی ہے وہ اللہ کی تعریفیں کرتا نہیں تھکتا۔ اس کی کیفیت تو یہ ہوتی ہے:

یا تیرا تذکرہ کرے ہر شخص ۔۔۔۔ ورنہ پھر ہم سے گفتگو نہ کرے

اے اللہ! یا تو ہر کوئی تیرا ہی تذکرہ کرے، اگر کوئی تیرا تذکرہ نہیں کرتا تو پھر ہم سے بھی گفتگو نہ کرے۔ مومن کی یہی کیفیت ہوتی ہے۔

۴۔ "وَذِكْرُ الْيَدَيْنِ بِالْعَطَاءِ"۔ ہاتھوں کا ذکر یہ ہے کہ اللہ کے راستے میں خوب خرچ کرے۔ وہ انسان انتہائی خوش نصیب ہے جسے اللہ رب العزت کھلی روزی دے اور وہ دونوں ہاتھوں کے ساتھ اللہ کے راستے میں لگائے۔

۵۔ "وَذِكْرُ الْبَدَنِ بِالْوَفَاءِ" ۔ بدن کا ذکر یہ ہے کہ انسان اللہ سے وفا کرے۔ اصول یہی ہے کہ جس کا کھائیے اسی کے گیت گائیے۔ ہم اللہ کا دیا کھاتے ہیں تو اللہ ہی کے گیت گائیں۔ کسی پنجابی شاعر نے کہا:

کنگ پیتے ہیں، ساگ کھاتے ہیں ۔۔۔۔ اللہ سائیں کے گیت گاتے ہیں

بندے کی بھی یہی کیفیت ہونی چاہیے۔ رب کا دیا کھاتا ہے تو اسی کو وہ یاد کرے۔

۶۔ "وَذِكْرُ الْقَلْبِ بِالْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ"۔ دل کا ذکر یہ ہے کہ انسان کے دل

میں کبھی اللہ سے امید ہو اور کبھی اللہ کا خوف ہو۔ یہ کیفیتیں ادلتی بدلتی رہتی ہیں۔ جیسے آسمان کی حالت ہے۔ کبھی بادل ہوتے ہیں اور کبھی مطلع بالکل صاف ہوتا ہے۔ اسی طرح مومن کے دل میں کبھی اللہ سے امید لگی ہوتی ہے اور کبھی اس پر اللہ کا خوف غالب ہوتا ہے۔

۷۔ "وَذِكْرُ الرُّوْحِ بِالتَّسْلِيْمِ وَالرِّضَاءِ"۔

اور روح کا ذکر یہ ہے کہ انسان اللہ کے ہر فیصلے پر راضی ہو جائے۔ (ج20 ص187)

جنتی اور جہنمی لوگوں کی قلبی کیفیت

ابن تیمیہ نے ایک عجیب بات لکھی ہے، وہ فرماتے ہیں:

"جس بندے کو اللہ نے آخرت میں جنت دینی ہوتی ہے، دنیا میں اس کے دل کی کیفیت ایسی بنا دیتے ہیں کہ وہ اللہ سے راضی ہوتا ہے۔"

اس سے جب بھی پوچھو تو وہ کہتا ہے: جی! میں اپنے رب سے راضی ہوں۔ آگے فرماتے ہیں:

"اور جس بندے کو اللہ نے جہنم میں بھیجنا ہوتا ہے، دنیا میں اس کے دل کی یہ حالت ہوتی ہے کہ ہر وقت اس کو خدا پر اعتراض ہوتا ہے۔"

یہ نہیں ہوا، وہ نہیں ہوا، مجھے اولاد نہیں ملی، مجھے فلاں چیز نہیں ملی۔ جس کی زبان سے ہر وقت اعتراض سنیں تو سمجھ لیں کہ اس کے دل کی حالت وہی ہے۔

ایک دفعہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سوال پوچھا:

"ہمیں کیسے پتہ چلے کہ اللہ تعالیٰ ہم پہ راضی ہے؟"

بعد میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر تشریف لے گئے اور انہوں نے عرض کی:

اے اللہ! بنی اسرائیل والے پوچھتے ہیں کہ ہمیں کیسے پتہ چلے کہ اللہ تعالیٰ ہم پہ راضی ہے...... کوئی لٹمس ٹیسٹ ہونا چاہئے جس سے ہمیں پتہ چلے...... رب کریم نے جواب دیا: اے میرے کلیم! یہ بہت آسان ہے۔ بنی اسرائیل والوں کو بتا دیجئے: "یہ اپنے دلوں میں جھانک کر دیکھیں، اگر یہ اپنے دل میں مجھ سے راضی ہیں تو میں پروردگار ان سے راضی ہوں اور اگر یہ مجھ سے خفا ہیں تو میں پروردگار ان سے خفا ہوں۔" (ج20 ص191)

اللہ کے محبوب بندے کون

ایک حدیث مبارکہ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

قَالَ مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ: رَبِّ اَیُّ الْعِبَادِ اَحَبُّ اِلَیْکَ؟ قَالَ اَکْثَرُهُمْ لِیْ ذِکْرًا

''حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے ہمکلامی کی اور کہا: اے اللہ! آپ کن بندوں سے زیادہ محبت فرماتے ہیں؟ فرمایا: جو میرا زیادہ ذکر کرتا ہے (میں اپنے اس بندے سے زیادہ محبت کرتا ہوں)۔'' حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اَحَبُّ عِبَادِ اللّٰهِ اِلَی اللّٰهِ اَکْثَرُهُمْ لَهٗ ذِکْرًا فَاِنَّکَ لَنْ تُحِبَّ شَیْئًا اِلَّا اَکْثَرْتَ مِنْ ذِکْرِهٖ''

دستور بھی یہی ہے کہ جس کے بارے میں اس کے دل میں محبت ہوتی ہے، ہر وقت اس کی زبان پر اسی کی باتیں ہوتی ہیں۔ (ج 20 ص 193)

شہید کی روح کا اکرام

علامہ قرطبی نے یہ بات نقل کی ہے کہ جب بھی کسی بندے کی موت آتی ہے تو ملک الموت اس کی روح قبض کرتے ہیں، چاہے وہ کتنا ہی بڑا ولی، کتنا بڑا مقرب ہے اور کتنا ہی بڑا صاحب روحانیت ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن جب کسی شہید کی شہادت کا وقت آتا ہے تو اب رب العزت ملک الموت سے فرماتے ہیں، ملک الموت! یہ بندہ میرے نام پر جان قربان کر رہا ہے، لہٰذا تو ذرا پیچھے ہٹ جا! اس کی روح میں خود قبض کروں گا۔ لہٰذا شہید کی روح کو اللہ رب العزت خود قبض فرماتے ہیں۔ (ج 20 ص 249)

رونے کی نعمت

اللہ تعالیٰ بچے کو ایک نعمت دیتے ہیں۔ جسے کہتے ہیں رونا یہ رونا ایک ایسی نعمت ہے بچے کو بھوک لگی رو پڑا ماں باپ نے دودھ کا انتظام کردیا۔ بچہ بیمار ہوا رو پڑا ماں باپ نے اس کے لئے دوائی کا انتظام کردیا، بچے کو نیند آئی وہ رو پڑا ماں باپ نے بستر کا انتظام کردیا، بچے کی جو بھی ضرورت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ فقط رونے کے ذریعے اس کی ضرورت کو پورا کردیتے ہیں۔ یہاں سے کسی عارف نے ایک نقطہ نکالا اے انسان جب تو رونا جانتا تھا اللہ تعالیٰ تیرے کاموں کو سلجھا دیتے تھے تو نے رونے کو بھلا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے تیرے کاموں کو اٹکا دیا۔ (ج 21 ص 63)

ارادے سے گناہ چھوڑنا

ہمارے بعض بزرگوں نے کتابوں میں لکھا ہے کہ جو نوجوان کبیرہ گناہوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھتا ہو، ایسا پاک دامنی کی زندگی گزارنے والا نوجوان جب اللہ رب العزت کے حضور دعا مانگنے کے لیئے ہاتھ اٹھاتا ہے اللہ تعالیٰ اس نوجوان کے ہاتھوں کو خالی نہیں لوٹاتے۔ تو یاد رکھئے کہ جو شخص علم اور ارادے سے گناہ کرنا چھوڑ دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس بندے کی دعاؤں کو رد کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ (ج 21 ص 64)

شیطانی اثرات کا سبب

چنانچہ نبی علیہ السلام نے ایک دعا بتائی میاں بیوی دونوں اکٹھے ہوں تو ضرورت پوری ہونے کے وقت اس کو پڑھ لیا جائے۔ اللہ اکبر! محدثین نے لکھا کہ اس دعا کے پڑھنے سے اگر حمل ٹھہر گیا تو حمل کے اندر شیطانی اثرات سے اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرمادیں گے۔ آج جس کو دیکھو جی، اولاد نہیں مانتی، اولاد نافرمان۔ بھئی! اولاد تو نافرمان مگر ہم نے بھی تو سنت کو نظر انداز کیا تھا۔ ہم نے بھی تو نبی علیہ السلام کے بتائے ہوے اعمال کو چھوڑ دیا تھا۔ اپنی بوئی ہوئی کھیتی تھی اب اپنی آنکھوں کے سامنے آ گئی۔ جہاں انسان نے اللہ کا حکم توڑا شیطان اس وقت اس کے پاس پہنچ گیا۔ (ج 21 ص 180)

وضو کی برکت

چنانچہ تفسیر ابن کثیر میں یہ حدیث پاک لکھی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ایک مرتبہ خواب میں جہنم کے یہ حالات دیکھے اور صحابہؓ کو فرمایا کہ میں نے جہنم میں بعض لوگوں کو عذاب پاتے دیکھا (اس بات کو) حدیث پاک کو امام ترمذی نے بھی نوادر الاصول میں لکھا ہے فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ایک بندے کو قبر میں ڈالا گیا اور عذاب قبر اس کی طرف بڑھا کہ اس میت کو اپنی لپیٹ میں لے لے۔ مگر اس کا اچھی طرح وضو کر لینا عذاب قبر سے بچنے کے کام آیا۔ تو معلوم ہوا کہ اچھی طرح جو بندہ وضو کرے۔ یعنی فراغت کے بعد استنجاء کرنا ہے تو

اچھے انداز سے کرے۔ سنت کے مطابق مٹی استعمال کرے۔ موجود نہیں تو چلو ٹو ائلٹ پیپر استعمال کرے کہ وہ بنا ہی اس مقصد کے لئے ہوتا ہے۔ (ج 21 ص 181)

تین باتیں لوہے کی لکیر

ہمارے بزرگوں نے فرمایا کہ تین باتیں لوہے کی لکیر ہیں۔ ذرا توجہ کے ساتھ سن لیجئے!

۱۔ پہلی بات یہ فرمائی:

مَنْ عَمِلَ لِاٰخِرَتِهٖ كَفَاهُ اللّٰهُ اَمْرَ الدُّنْيَا.

جو آدمی آخرت کے لئے عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی دنیا کے کاموں کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ذمہ داری لیتے ہیں۔ تم اپنے لئے آخرت کی تیاری کرو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں پروردگار تمہارے دنیا کے کاموں کا معین اور مددگار بنتا ہوں۔

۲۔ دوسری بات یہ فرمائی: مَنْ اَصْلَحَ سَرِيْرَتَهٗ اَصْلَحَ اللّٰهُ عَلَانِيَتَهٗ.

جو آدمی اپنے خلوت کے (باطن کے) معاملات کو درست کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ظاہر کے حالات کو بھی درست فرما دیتے ہیں۔

۳۔ تیسری بات یہ فرمائی:

مَنْ اَصْلَحَ فِيْمَا بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ اللّٰهِ اَصْلَحَ اللّٰهُ مَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ النَّاسِ.

جو شخص اپنا اور اللہ کے درمیان کے تعلق کو اچھا کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ مخلوق کے دلوں میں اسکی محبت ڈالتے ہیں اور اس کے اور مخلوق کے تعلقات کو بھی اللہ اچھا بنا دیتے ہیں۔ (ج 21 ص 202)

ابن قیمؒ کی نصیحت

ابن قیم فرماتے تھے کہ اے دوست گناہ کو نہ دیکھنا کہ چھوٹا ہے یا بڑا۔ بلکہ اس ذات کی عظمت کو دیکھنا جس کے حکم کی تم نافرمانی کر رہے ہو۔ وہ بہت بڑی ذات ہے۔ اللہ رب العزت دنیا میں بھی انتقام لیتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ انتقام کا ارادہ کر لیتے ہیں تو پھر گھر بیٹھے بٹھائے بندہ کو ذلت نصیب ہو جاتی ہے۔ (ج 21 ص 220)

اللہ کی نافرمانی کا انجام

ابن ابی دنیا روایت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جب نافرمانوں سے انتقام لینا چاہتے ہیں تو ان کے بچے بکثرت مرتے ہیں۔ عورتیں بانجھ ہو جاتی ہیں۔ لوگ اپنے حکام کو برا کہنے لگ جاتے ہیں۔ اور یہ ہوتا ہے ان کے اپنے اعمال کا نتیجہ۔ چنانچہ علماء نے لکھا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی نافرمان بندے پر لعنت فرماتے ہیں تو اس لعنت کا اثر اس کی سات پشتوں تک آگے چلا جاتا ہے۔ (ج 21 ص 227)

ماں کا مقام

دنیا کے اندر ماں کو بڑا مقام عطا فرمایا گیا۔ فرمایا:

اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّهَاتِ۔ جنت تو ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔

جنہوں نے اپنی ماں کی خدمت کی اور ان کی دعائیں لیں اللہ رب العزت نے دنیا و آخرت میں ان کو کامیاب فرمایا۔ ماں کی دعائیں اللہ رب العزت کے حضور اس طرح قبول کی جاتی ہیں۔ جس طرح کہ اولیاء اللہ کی دعائیں قبول کی جاتی ہیں حتیٰ کہ کتابوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ ماں فاسق گناہ گار سہی، ماں خطا کار اور غافل سہی، دینی زندگی نہ بھی ہو مگر ماں ماں ہے اگر بیٹے کے لئے ہاتھ اٹھائے گی اللہ تعالیٰ اس گناہ گار ماں کی دعا کو بھی اسی طرح قبول فرمائیں گے جس طرح کے اپنے اولیاء کی قبول فرماتے ہیں۔ (ج 21 ص 246)

شیطان بھاگ جاتا ہے

دو کلام ایسے ہیں جن کو سن کر شیطان دور بھاگتا ہے۔ ایک ''اللہ اکبر''۔ حدیث پاک میں آیا ہے: ''جب مؤذن ''اللہ اکبر'' کہتا ہے تو اس کو سنتے ہی شیطان دور بھاگتا ہے''۔ اور دوسرا کلام جس سے شیطان دور بھاگتا ہے وہ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ہے۔ اس کلام سے تو اس کی ریح خارج ہوتی ہے۔ (ج 22 ص 21)

ایک تعجب خیز بات

سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے ایک مرتبہ بیان کیا تو ایک نوجوان آیا، وہ کہنے لگا: جی آپ نے ایک فقرہ بولا ہے۔ میں نے کہا: ہاں، کیا فقرہ بولا تھا؟

عَجَبًا لِضَعِیفٍ یَعْصِیُ قَوِیًّا. "تعجب ہے اس ضعیف پر جو قوی کی نافرمانی کرتا ہے۔" بندے سے زیادہ ضعیف کوئی نہیں اور اللہ سے زیادہ قوی کوئی نہیں۔ کتنے تعجب کی بات ہے کہ ایک ضعیف ایک قوی کی نافرمانی کر رہا ہوتا ہے۔ جب دل میں عظمتِ خداوندی بیٹھ جاتی ہے تو پھر انسان آسانی سے گناہوں سے بچ سکتا ہے۔ (ج22 ص21)

فجر کی سنتوں پر تین انعام

واقعی! نماز کے ذریعے اللہ کی مدد اترتی ہے۔ فتاویٰ تاتارخانیہ میں لکھا ہے جو شخص فجر کی سنتیں گھر پڑھ کر مسجد میں جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو تین انعام عطا فرماتا ہے...... ایک تو فجر کی سنتیں خود "سنتیں" ہیں اور ان کو گھر سے پڑھ کر مسجد جانا الگ سنت ہے...... جو بندہ اس سنت پر عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو تین انعامات عطا فرماتا ہے۔ ایک تو اس گھر کے جھگڑے ختم ہو جاتے ہیں۔ آج دیکھو تو شاید نوے فیصد لوگ کہیں گے کہ گھر کی مصیبتیں ہیں۔ ......اولاد کی نافرمانی...... بیوی کی پریشانی...... گھر کے تقاضے پورے نہیں ہوتے...... میاں بیوی کے درمیان نہیں بنتی۔ پہلا انعام یہ ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو ان پریشانیوں سے نجات عطا فرما دیتے ہیں۔ جو بندہ فجر کی سنتیں گھر میں پڑھ کر مسجد میں جائے گا اللہ تعالیٰ اس کو دوسرا انعام یہ دیتے ہیں کہ اس بندے کے رزق میں اللہ تعالیٰ کشادگی عطا فرما دیتے ہیں، یعنی

......جاب اور بزنس کے مسئلے ختم...... کارخانوں کے مسئلے ختم

......مارکیٹ کے مسئلے ختم...... قرضوں کے مسئلے ختم، اور...... رزق کی کشادگی

تیسرا انعام سب سے بڑا انعام ہے کہ اللہ تعالیٰ موت کے وقت ایمان کی سلامتی کے ساتھ دنیا سے جانے کی توفیق عطا فرما دیتے ہیں۔ یہاں سے اندازہ کیجئے کہ

اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب نے کیا کیا پیاری باتیں ارشاد فرمائی ہیں۔ عمل کرنا تو ہمارے ذمے ہے نا۔ ہم اگر عمل کریں تو یہ نعمتیں ہمیں مل سکتی ہیں۔ (ج22 ص52)

میرے لئے یہ عزت کافی ہے

سیدنا علی کرم اللہ وجہہ ایک عجیب بات فرماتے تھے:

"اے اللہ! میرے لئے یہ عزت کافی ہے کہ تو میرا پروردگار ہے اور میرے لئے یہی فخر کافی ہے کہ میں تیرا بندہ ہوں"۔ اللہ اکبر کبیرا، (ج22ص63)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خوف الٰہی

ایک مرتبہ نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے۔ جب وہ قرآن مجید کی اس آیت پر پہنچے۔

وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ. (الصٰفٰت:۱۲۷)

تو انہوں نے رونا شروع کردیا۔ حتیٰ کے رونے کی آواز جماعت کی آخری صف تک پہنچی۔ پھر اس غم کی وجہ سے ایک مہینہ بیمار رہے۔ اللہ تعالیٰ سے اتنا ڈرتے تھے۔ (ج22ص98)

پسندیدگی کی دعا

ہم اپنا یہ معمول بنالیں کہ ہر نماز کے بعد دعا مانگیں: "اے اللہ! مجھے ایسا بنادیجئے کہ میں آپ کو پسند آجاؤں۔" یہ دعا تو مانگ سکتے ہیں نا۔ اگر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ پوچھیں گے بنے کیوں نہیں؟ تو اتنا تو کہہ سکیں گے، اللہ! ہم مانگتے تھے کہ تو ہمیں ایسا بنادے۔ اللہ تعالیٰ سے اخلاص کے ساتھ یہ دعا مانگیں، اللہ تعالیٰ ایسا بنادیں گے۔ (ج22ص112)

مبارک ہو اس شخص کو

ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

طُوْبٰى لِمَنْ مَلَكَ نَفْسَهٗ وَ وَسِعَهٗ بَيْتُهٗ وَبَكٰى عَلٰى خَطِيْئَتِهٖ.

"مبارک ہو اس شخص کو جس کا نفس اس کے قابو میں ہو، اس کا گھر وسیع ہو، اور اس کو اپنے گناہوں پر رونا آتا ہو۔"

اس حدیث مبارکہ میں نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جس بندے میں تین خوبیاں ہوں اس کو مبارک ہو۔ (ج22ص124)

رونا اللہ کو کیوں پسند ہے

یہ جو گنہگار اور خطا کار کے آنسو ہیں، یہ آسمان سے اوپر کی دنیا کے لئے امپورٹڈ چیز کی مانند ہیں۔فرشتے عبادت کرسکتے ہیں لیکن ندامت کا رونا نہیں رو سکتے۔عرش کے اوپر یہ جنس نہیں ہے۔ یہ نعمت وہاں نہیں ہے۔لہٰذا جب کسی بندے کی آنکھوں سے ندامت کے آنسو نکلتے ہیں تو فرشتے ان کو امپورٹڈ چیز کی مانند اٹھا کر اللہ کے حضور پیش کر دیتے ہیں۔

موتی سمجھ کر شانِ کریمی نے چن لیے قطرے جو تھے مرے عرقِ انفعال کے

ایک مرتبہ ابراہیم علیہ السلام کی طرف وحی نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''میرے پیارے ابراہیم! تو اپنے دل کو دھولیا کر۔''

ابراہیم علیہ السلام حیران ہو کر پوچھتے ہیں: اللہ! پانی تو وہاں پہنچتا نہیں، میں اپنے دل کو کیسے دھوؤں؟ تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:''میرے خلیل! یہ دل دنیا کے پانی سے نہیں دھلتا، یہ تو ندامت سے نکلے ہوئے آنسوؤں سے دھلا کرتا ہے۔''

کاش! ہمارا بھی کوئی ایک آنسو ایسا ہو جو ہمارے مالک کو پسند آجائے۔

کوئی آنسو تو ایسا معتبر ہو ادھر نکلے ادھر ان کو خبر ہو

کوئی ایک معتبر آنسو ہی آنکھ سے نکال جاتے۔ تڑپ کے روتے۔ ندامت کے ساتھ روتے اور مالک کو ترس آجاتا۔(ج22ص126,128,129)

اللہ والے کی نصیحت کا اثر

عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

رحم اللہ ابن رواحۃ انہ یحب المجالس التی تتباھی بھا الملئکۃ.

''اللہ ابن رواحہ پر رحم فرمائے، یہ ایسی مجالس میں بیٹھنا پسند کرتا ہے جن مجالس پر ملائکہ بھی فخر کرتے ہیں۔'' جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو وہ رونے لگ گئے۔ کسی نے کہا: عبداللہ! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ فرمانے لگے:

و اللہ ما بکیت جزعا من الموت ولکنی بکیت من قول اللہ عزوجل و ان منکم الا وارد ھا، ولم ادر انجوا منھا لا.

"میں موت کے خوف کی وجہ سے نہیں رو رہا، بلکہ میں تو اللہ تعالیٰ کے اس قول کی وجہ سے رو رہا ہوں کہ وَاِنْ مِّنْکُمْ اِلَّا وَارِدُھَا اور میں نہیں جانتا کہ میں نجات پاؤں گا یا نہیں پاؤں گا۔" ایک مرتبہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ایک ایسے نوجوان کے پاس سے گزرے جو ہنس رہا تھا۔ انہوں نے اس کو دیکھ کر فرمایا: **یا بنی ھل جزت علی الصراط؟ قال: لا قال: ھل تبین لک انک تصیر الی الجنۃ؟ قال: لا قال ففیم الضحک؟ فما روی الشاب ضاحکا بعد ذلک.**

"اے بیٹے! کیا تو پل صراط سے گزر چکا ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ پھر فرمایا: کیا تجھے اس بات کا پتہ چل گیا ہے کہ تو جنت میں جائے گا؟ اس نے کہا: نہیں۔ تو پھر فرمایا: پھر یہ ہنسنا کس بات کی وجہ سے ہے؟ (یہ اللہ والے کی نصیحت تھی، اس نے اپنا اثر دکھایا) کہتے ہیں: اس کے بعد وہ نوجوان اپنی پوری زندگی ہنستا نظر نہیں آیا۔"

اللہ اکبر! اس نوجوان کے دل میں ایک غم آ گیا کہ مجھے بھی تو پل صراط سے گزرنا ہے، ابھی تو قیامت کے دن کا فیصلہ ہونا ہے۔ جب یہ بات دل میں آ جاتی ہے تو پھر انسان کی ہنسی ختم ہو جاتی ہے۔ پھر غم دل کے اوپر غالب آ جاتا ہے۔ (ج 22 ص 107,137)

شفاء اللہ کے حکم سے ملتی ہے

حضرت موسیٰ علیہ السلام بیمار ہوئے، کوہ طور پر آئے اور پوچھا: پروردگار عالم! طبیعت ناساز ہے۔ حکم ہوا: فلاں درخت کے پتے کھالو۔ استعمال کئے تو ٹھیک ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد پھر اسی طرح بیماری کے آثار ظاہر ہوئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف لے گئے اور درخت کے پتے بھی کھائے اور اثر بھی نہیں ہوا۔ اب کوہ طور پر گئے کہ رب کریم! آپ ہی کے حکم سے میں نے پتے کھائے تو شفا ملی تھی اب پتے بھی استعمال کئے ہیں مگر طبیعت ٹھیک نہیں ہو رہی۔ فرمایا: پیارے کلیم! ان پتوں میں شفا نہیں تھی ہم نے ان پتوں میں آپ کے لئے شفا رکھ دی تھی تو یہ اللہ رب العزت کی مرضی اور منشا ہے کہ وہ جب چاہتے ہیں چیزوں میں انسانوں کے لئے فائدہ رکھ دیتے ہیں اور جب چاہتے ہیں انسانوں کے لئے نقصان رکھ دیتے ہیں۔ (ج 22 ص 162)

ایک ہی جملے سے اصلاح

سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

میں نے ایک دفعہ وعظ کیا اور اس میں میں نے ایک فقرہ بولا:

عجبا لضعیف یعصی قویا

''تعجب ہے اس کمزور پر جو قوی کی نافرمانی کرتا ہے''

کہتے ہیں کہ یہ سن کر ایک نوجوان کھڑا ہو گیا۔ اس کا لباس بڑا فاخرانہ اور امیرانہ تھا۔ اس کے علاوہ اس کے ساتھ حشم و خدام بھی تھے۔ وہ اٹھا اور چلا گیا۔

اگلے دن میں بیٹھا تھا کہ وہ میرے پاس اکیلا آیا۔ اس دن اس کے نوکر چاکر نہیں تھے۔ سادہ سا سفید لباس پہنا ہوا تھا۔ وہ مجھ سے آ کر پوچھنے لگا: کل آپ نے ایک بات کہی تھی۔ میں نے کہا: ہاں۔ پوچھنے لگا:

اس کا معنیٰ کیا ہے؟ میں نے کہا: دیکھو! اللہ سے قوی کوئی ہے نہیں اور بندے سے ضعیف بھی کوئی نہیں۔ لہٰذا تعجب ہے اس بندے پر جو اللہ کی نافرمانی کرتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اس نافرمانی پر سزا دینے کا فیصلہ فرمالیں تو بندے کا کیا بنے گا۔

فرماتے ہیں کہ جب اس نے میری بات سنی تو اس کی آنکھوں میں سے آنسو آ گئے اور کہنے لگے: آج کے بعد میں اپنی زندگی کا رخ بدلتا ہوں اور میں اپنے اس قوی پروردگار کی کبھی نافرمانی نہیں کروں گا۔ (ج 22 ص 144)

پروردگار عالم کا شکوہ

''عطاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے بندوں سے کہہ دو کہ تم ان تمام دروازوں کو بند کر لیتے ہو جس سے مخلوق دیکھتی ہے اور اس دروازے کو بند نہیں کرتے جس سے میں پروردگار دیکھتا ہوں۔ کیا اپنی طرف دیکھنے والوں میں سب سے کم درجے کا تم مجھے سمجھتے ہو؟'' (ج 22 ص 145)

ایک انوکھا سفارشی

حدیث مبارکہ میں ہے...... ذمہ داری سے عرض کر رہا ہوں...... اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جب جہنمیوں کو جہنم میں ڈالیں گے تو کئی لوگوں کو تو شفاعت کی وجہ سے نکال لیا جائے گا۔ انبیاء شفاعت کریں گے، علماء کریں گے، شہدا کریں گے، جنتی کریں گے۔ حتیٰ کہ کوئی شفاعت کرنے والا باقی نہیں رہے گا۔

ایک جہنمی ایسا ہوگا جس کی پلکوں کا بال اللہ کے حضور سفارش کرے گا۔ کہے گا۔

یا اللہ! میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ دنیا میں آپ کی محبت میں اور آپ کے خوف کی وجہ سے ایک مرتبہ رویا تھا۔ اس رونے کی وجہ سے ایک چھوٹا سا آنسو نکلا تھا جس کی وجہ سے میں تر ہو گیا تھا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ بندہ تیرے ڈر کی وجہ سے رویا تھا۔ اللہ تعالیٰ جبریل علیہ السلام کو فرمائیں گے: جبرئیل! ندا دے دو کہ پلکوں کے ایک بال کی گواہی کی وجہ سے ہم نے اس جہنمی کو بھی جہنم سے نکال لیا۔ (ج22ص152)

ذکر کی اہمیت

شیخ الاسلام عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ پیر ہررات کے نام سے مشہور تھے۔ انہوں نے ایک عجیب بات لکھی، سونے کی سیاہی سے لکھنے والی بات ہے۔ فرماتے ہیں:

"کوئی نقشبندی ہے، کوئی چشتی ہے، کوئی قادری ہے، کوئی سہروردی ہے۔ اگر دل میں خدا کی شاد ہے تو تم سب کچھ ہو ورنہ کچھ بھی نہیں۔" (ج22ص210)

تصوف ایک حقیقت ہے

اسی بات کو ایک اور زاویے سے آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں:

ایک تھیں تعلیماتِ نبوی اور ایک تھیں کیفیاتِ نبوی۔ تعلیماتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو "علم شرائع" (شرع کا علم) کہتے ہیں۔ اور کیفیاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو "علم الاحسان" کہتے ہیں۔ اسی علم الاحسان کا دوسرا نام تصوف ہے۔ بھئی! ہم اگر اس کو تصوف کہتے ہیں اور

آپ کو اس نام سے چڑ ہے تو آپ اس کو تزکیہ کہہ دیں یا علم الاحسان کہہ لیں، یہ تو قرآن و حدیث کے الفاظ ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کا تذکرہ قرآن مجید میں یوں فرماتے ہیں:

وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ. (آل عمران: ۱۳۴)

''اور اللہ تعالیٰ محسنین سے محبت فرماتے ہیں۔'' (ج22 ص248,253,255,258)

سلاسل تصوف کی منزل

تصوف کے تمام سلاسل کی منزل ایک ہے۔ اگر کوئی پوچھے کہ جی! وہ کیسے؟ اس کو ایک مثال سے سمجھیں۔ دیکھو! پہاڑ کی چوٹی پر ایک محل بنا ہوا ہے۔ ایک راستہ ادھر سے جاتا ہے، دوسرا راستہ ادھر سے، تیسرا ادھر سے اور چوتھا ادھر سے۔ تو راستے مختلف ہیں مگر منزل ایک ہی ہے۔ اسی طرح یہ چار راستے محسوس ہوتے ہیں مگر ان سب کی منزل ایک ہی ہے۔ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے:

''کوئی نقشبندی ہے، کوئی چشتی ہے، کوئی قادری ہے، کوئی سہروردی ہے، اگر دل میں ایک خدا کی یاد ہے تو تم سب کچھ ہو ورنہ تم کچھ بھی نہیں ہو۔''

تو تمام سلاسل کا مقصود اللہ رب العزت کی یاد ہے اور سلسلہ کے اسباق سے انسان کو یہ کیفیت نصیب ہو جاتی ہے۔ یہ نیت انسان مشائخ کے پاس آ کر سیکھتا ہے۔ نیت سے ہی تو عمل بدل جاتا ہے۔ (ج22 ص264)

مشکلات پر صبر کرنا

اَنْ یَّکُوْنَ الْعَبْدُ صَابِرًا عَلَی الْمَکَارِہِ. ''کہ بندہ مشکلات آنے پر صبر کرتا ہے''۔

یعنی وہ اس بات کا مصداق بن جاتا ہے کہ ع

سرِ تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

اگر مشکل بھی آتی ہے تو وہ اس پر بھی اللہ سے راضی ہوتا ہے۔ اپنے دل میں وہ کہتا ہے: اللہ!

ترا غم بھی مجھ کو عزیز ہے کہ وہ تیری دی ہوئی چیز ہے

(ج23 ص41)

مصیبت پر خوشی

ایک مرتبہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا کے پاس گئے اور ان کی موجودگی میں انہوں نے کہہ دیا: اَللّٰھُمَّ ارْضِ عَنِّیْ ''اے اللہ! تو مجھ سے راضی ہو جا۔''

فَقَالَتْ: اَمَا تَسْتَحْیِیْ مِنَ اللّٰہِ اِنْ تَسْاَلَہُ الرِّضَا وَاَنَّکَ غَیْرُ رَاضٍ عَنْہُ؟

''رابعہ نے کہا: کیا تمہیں حیا نہیں کہ تم اللہ سے اس کی رضا مانگتے ہو، اور تم خود اللہ سے راضی نہیں ہو۔'' یعنی تو چاہتا ہے کہ اللہ راضی ہو جائے اور خود تو راضی ہے نہیں۔ جب انہوں نے یہ بات کہی تو سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ میں اللہ سے معافی مانگتا ہوں''

قَالَ جَعْفَرُ: فَقُلْتُ لَھَا: مَتٰی یَکُوْنُ الْعَبْدُ رَاضِیًا عَنِ اللّٰہِ تَعَالٰی؟

''جعفر کہتے ہیں، پھر میں نے سوال پوچھ لیا:'' بندہ اپنے رب سے کب راضی ہوتا ہے؟''

فَقَالَتْ: اِذَا کَانَ سُرُوْرُہُ بِالْمُصِیْبَۃِ مِثْلَ سُرُوْرِہٖ بِالنِّعْمَۃِ.

''رابعہ نے جواب دیا: جب اللہ کی طرف سے آئی ہوئی مصیبت پر بندے کو اسی طرح خوشی ہو جیسے اس کو اللہ کی طرف سے آئی ہوئی نعمت پر خوشی ہوتی ہے۔''

دیکھا! یہ ہے محبت۔ اللہ اکبر کبیرا۔ (ج 23 ص 54)

اللہ کے نام سے مصائب ٹلنا

نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ چار وجوہات سے آنے والی مصیبتوں کو ٹال دیتے ہیں، جب مؤذن اذان کے الفاظ کہتا ہے اللہ اکبر تو یہ اللہ کی عظمت کا بیان کرنا اللہ کو اتنا پسند ہے کہ اتنے الفاظ کہنے کی وجہ سے آبادی سے مصیبت کو ٹال دیتے ہیں۔ یہی طالب علم کل کو اللہ کا نام بلند کرنے والے بنیں گے۔

جب مؤمن احرام باندھتا ہے محرم بن جاتا ہے، اس وقت جب وہ تلبیہ پڑھتا ہے، لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ تو یہ لبیک کا لفظ اللہ رب العزت کو اتنا پسند ہے کہ اس لفظ کے سنتے ہی اللہ اس آبادی پر آنے والی مصیبتوں کو ٹال دیتے ہیں۔

جب کوئی مجاہد دین کی سر بلندی کے لئے اللہ کے نام کو بلند کرتا ہے اور اللہ اکبر کہتا ہے۔ تو جہاں تک آواز جاتی ہے اللہ رب العزت مصیبتوں کو ٹال دیتے ہیں۔

چوتھا فرمایا: قرآن مجید کا حافظ جب اللہ کے قرآن کو پڑھنے کے لئے الحمد للہ کہتا ہے، تو اسکے الحمد للہ کہنے کیساتھ اللہ اس آبادی پر آنے والی مصیبت کو ٹال دیتے ہیں۔ (ج23 ص106)

ذکر اور ذوق عبادت

ایک طالب بتانے لگے کہ جب سے میں نے دورہ مکمل کیا، اتنے سال گزر گئے اب تک میں نے ایک مرتبہ بھی پورا قرآن پاک ترتیب سے نہیں پڑھا۔ دورہ کئے ہوئے کئی سال گزر گئے۔ پڑھتے ہیں، کبھی کہیں سے کبھی کہیں سے، لیکن ترتیب سے ایک مرتبہ بھی نہیں پڑھا۔

عبادت کے ساتھ مناسبت ہی نہیں تو بھئی یہ عبادت کا ذوق شوق پیدا ہو جائے، اخلاق حمیدہ پیدا ہو جائیں، شہوات دور ہوں، انسان کو حیا اور پاک دامنی کی زندگی نصیب ہو جائے، ان کیفیات کو حاصل کرنے کے لئے یہ ذکر واذکار کرنے پڑیں گے۔ اس لئے ہر سالک اپنے شیخ کے ساتھ جو رابطہ ہے اس میں اپنے اسباق کے بارے میں ضرور بتاتا رہے۔ اب کئی سال بعد ملتے ہیں تو جب پوچھتے ہیں کہ سبق کرتے ہو کہ نہیں تو ان کو یاد ہی نہیں ہوتا کہ کوئی سبق ہے بھی یا نہیں۔ (ج23 ص142)

چالیس سال قبل کا گناہ

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ''کتاب الزہد'' میں محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ لکھا ہے۔ ایک دفعہ وہ مقروض ہو گئے۔ فرمانے لگے:

انی لاعرف ھذا الغم بذنب اصبتہ منذ اربعین سنۃ.

''میں جانتا ہوں کہ میرے اوپر یہ جو مصیبت آئی ہے، یہ ایک گناہ کی وجہ سے ہے جو میں نے چالیس سال پہلے کیا تھا''۔ (ج23 ص171)

ایک قیمتی حدیث

نبی علیہ السلام کی ایک حدیث پاک ہے۔ بالکل مختصر سی ہے مگر ہمارے لئے اس میں سبق اور نصیحت ہے۔ اس میں تین باتیں ارشاد فرمائی گئیں:

۱۔ جو آدمی مال میں سے اللہ کی راہ میں صدقہ کرتا ہے اس کے بدلے اللہ تعالیٰ اس کے مال میں برکت عطا فرماتا ہے۔ ۲۔ جو بندہ اللہ کے لئے کسی دوسرے کو معاف کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس کی عزت میں اضافہ فرما دیتے ہیں۔ ۳۔ جو بندہ اپنے اندر تواضع پیدا کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس کو بلندی عطا فرما دیتا ہے۔ (ج 23 ص 183)

معاف کرنے کی فضیلت

ایک حدیث مبارکہ میں ارشاد ہے: (وَمَا كَادَ اللّٰهُ عَبْدًا بِعَبْدٍ اِلَّا عِزَّةً)

''جو بندہ دوسروں کو معاف کر دیتا ہے اس معافی کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اس کی عزت کو بڑھا دیتے ہیں''۔ (ج 23 ص 190)

جھگڑوں کی بنیادی وجہ

عام طور پر دیکھا گیا اگر کسی کے ساتھ جھگڑا ہو تو آدمی کا دل چاہتا ہے میں اینٹ کا جواب پتھر سے دوں۔ ایک کے بدلے دو باتیں کروں، ایک گالی کے بدلے کئی گالیاں دوں، مگر حدیث پاک میں فرمایا گیا: جو بندہ دوسروں کو معاف کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس کی عزت میں اضافہ فرما دیتا ہے۔ یہ عفو درگزر بڑی نعمت ہے۔

اگر آپ غور کریں عورتوں کے جو گھروں کے جھگڑے ہیں، ساس بہو کا جھگڑا، نند کے ساتھ جھگڑا، پڑوسن کے ساتھ جھگڑا، آپس میں جھگڑا، بھائیوں کا جھگڑا، تمام جھگڑوں کی بنیادی وجہ ایک دوسرے کے ساتھ غصہ اور دشمنی ہوتی ہے۔ اگر ایک نے کوئی غلطی کر بھی لی تو دوسرا اس کو معاف کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عادت مبارکہ تھی کہ دوسروں کی غلطیوں کو جلدی معاف فرما دیتے تھے۔ (ج 23 ص 190)

متاعِ عشق

یہی وجہ ہے کہ جو انسان وہاں چلا جاتا ہے اس کا پھر واپس آنے کو دل نہیں چاہتا۔ لوگ کہتے ہیں چلو! وقت ہو گیا ہے، فلائیٹ قریب ہے، مگر بیت اللہ سے جدا ہونے کو دل ہی نہیں کرتا۔

عشق کو حسن کے انداز سکھا لوں تو چلوں — منظر کعبہ نگاہوں میں بسا لوں تو چلوں

باب کعبہ سے پھر اک بار لپٹ کر رو لوں — اور چند اشک ندامت کے بہا لوں تو چلوں

دل ہی نہیں کرتا وہاں سے واپس آنے کو۔ اسی کو کسی عارف نے یوں کہا: ؎

دل و جاں کی وہ سب دولت جو کہ پیاری رہی اب تک
ترے کوچے میں پھر پھر کر وہیں پر اس کو وار آئے
وہ عالم کیف و مستی کا وہ طوفان اشک باراں کا
الٰہی زندگی میں پھر وہ آئے بار بار آئے
متاع عقل و دانش جمع کی تھی عمر بھر میں جو
وہ میقات۔ حرم پر عشق کی بازی میں ہار آئے

(ج24ص38)

وہی تیرا معبود ہے

کوئی بھی ایسی چیز جو انسان کو اللہ تعالیٰ سے غافل کرے وہ اس کا صنم (معبود) ہوتا ہے۔ حدیث پاک میں فرمایا:

کل ما شغلک عن اللہ فھو معبودک.

"جو چیز تجھے اللہ سے غافل کر دے وہی تیرا معبود ہے۔"

چنانچہ اگر ہم کسی کی وجہ سے اللہ سے غافل ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نفس پرست ہیں، خواہش پرست ہیں اور بت پرست ہیں، خدا پرستی کوئی اور چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی ایسی محبت عطا فرما دے کہ باقی تمام غلط قسم کے تعلقات سے ہمارا چھٹکارا ہو جائے۔ (ج24ص46)

تین سنہری اقوال

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہمارے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے سرخیل امام ہیں۔ ان کے تین اقوال ایسے ہیں جو سونے کی روشنائی سے لکھنے کے قابل ہیں۔

۱۔ انہوں نے سب سے پہلی بات اللہ رب العزت کی عظمت کے بارے میں کہی، جس پر سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''امت محمدیہ میں عظمت باری تعالیٰ کے بارے میں اس سے بلند بات کسی نے نہیں کی'' کیا عجیب بات کہی! انہوں نے فرمایا: **"سبحان من لم یجعل لخلقه سبیلًا الا بالعجز عن معرفته"**. ''پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی معرفت پانے کیلئے عجز کے سوا کوئی دوسرا راستہ ہی نہیں بنایا'' دیکھیں! اس بات سے کتنی اللہ کی معرفت ظاہر ہوتی ہے۔ یعنی جو بندہ اللہ کے سامنے عاجز بنے گا وہی اس کی معرفت کو پا سکے گا۔

۲...... دوسری بات یہ فرمائی: **"لا خیر فی قول لا یرادبه وجهه ولا خیر فی مال لا ینفق فی سبیل الله"** ''اس بات میں کوئی خیر نہیں، جس بات کا مقصد اللہ کی رضا نہ ہو اور اس مال میں کوئی خیر نہیں جو اللہ کے راستے میں خرچ نہ کیا جائے۔''

۳۔ اور تیسری بات یہ فرمائی: **" من ذاق خالص محبة الله شغله ذلک من طلب الدنیا و اوحشه من جمیع البشر"**. ''جو بندہ اللہ تعالیٰ کی خالص محبت کا ذائقہ چکھ لیتا ہے، یہ چیز اسے دنیا کی طلب سے ہٹا دیتی ہے اور مخلوق سے اسے متوحش کر دیا کرتی ہے۔''

معلوم ہوا کہ جو بندہ اس محبت کا ایک مرتبہ ذائقہ چکھ لیتا ہے تو پھر دنیا کی شہوانی اور شیطانی محبتیں اس کا راستہ نہیں روک سکتیں۔

معیت گر نہ ہو تیری تو گھبراؤں گلستاں میں
رہے وہ ساتھ تو صحرا میں گلشن کا مزہ پاؤں

یہ محبت ایک عجیب نعمت ہے۔ اس راستے سے اللہ تعالیٰ تک پہنچنا بہت آسان ہے۔

راہ برسوں کی طے ہوئی پل میں ۔۔۔ عشق کا ہے بہت بڑا احسان

(ج24ص46)

موبائل کا استعمال

بھئی! سیل فون کو سیل فون کی حد تک استعمال کرنا چاہئے۔ فارغ وقت نہ ٹیلیفونوں کے لئے، نہ اخباروں کے لئے، نہ ٹی وی کے لئے، فارغ وقت اللہ کی یاد کے لئے فارغ وقت کس کے لئے؟ اللہ کی یاد کے لئے۔ (ج 24 ص 56)

ایک بوڑھے کی دلچسپ دعا

ایک مرتبہ غالباً پندرہ شعبان کی رات تھی، لوگ مسجد میں عبادت کر رہے تھے، دعائیں مانگ رہے تھے، اس عاجز کے قریب ایک بوڑھا بندہ بھی دعائیں مانگ رہا تھا، مگر اس نے ایک دعا ایسی مانگی کہ اس دعا کو سن کر بس میری تو رات بنا دی۔ لوگ کہتے ہیں۔

''تم نے میرا دن بنا دیا'' Youmade my day

اور میں کہتا ہوں:

''اس نے میری رات بنا دی'' He made my night

وہ پنجابی زبان میں دعا مانگ رہا تھا۔ تو دعا مانگتے مانگتے کہنے لگا:

''اللہ! میاں! ہک واری جنت وچ وڑن دیویں، اگاں آپے لگا دیساں''

اے اللہ! ایک مرتبہ مجھے جنت میں داخل ہونے دینا، آگے میں خود چلا جاؤں گا''

اللہ اکبر! وہ محبت میں کہہ رہا تھا۔ واہ میرے مولا! بوڑھوں کی باتیں بھی بڑی عجیب ہوتی ہیں۔ (ج 24 ص 63)

ایک عجیب بات

ایک بات ہے، تو کسی فاسقہ عورت کی لیکن بات اس نے بڑی عجیب کی ہے، کہتی ہے۔

اس شرط پہ کھیلوں گی پیا! پیار کی بازی   جیتوں تو تجھے پاؤں، ہاروں تو میں تیری

محبت ہے نا محبوب کو حاصل کرنا چاہتی ہے۔ (ج 24 ص 65)

اللہ رب العزت کا شکوہ

ایک کتاب میں ایک عجیب بات پڑھی۔ اس میں لکھا ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"عبدی قد طهرت منظر الخلق سنين"

"اے میرے بندے! تو نے مخلوق کو دکھانے کے لئے اپنے چہرے کو سالوں سجایا"

"فهل طهرت منظری ساعة"

کیا تو نے کبھی اپنے آپ کو میرے لئے بھی سجایا؟

ذرا اس پر غور کیجئے! (ج 24 ص 68)

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کا نور

ابن عساکر نے ایک عجیب بات لکھی ہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ایک مرتبہ میرے ہاتھ سے سوئی گر گئی۔ اندھیرا تھا اور سوئی کا پتہ نہیں چل رہا تھا۔ اتنے میں میرے آقا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کمرے میں تشریف لائے۔

فتبينت الابرة من شعاع نور وجهه.

"جیسے ہی میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے، چہرے کا ایسا نور تھا کہ مجھے اس کی وجہ سے اپنی سوئی نظر آ گئی اور میں نے اپنی وہ سوئی اٹھالی۔" (ج 24 ص 94)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی نظر میں

بیہقی نے "دلائل النبوۃ" میں روایت بیان کی ہے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كان رسول الله يرى بالليل فى الظلمة كما يرى بالنهار من الضوء.

"(اللہ تعالیٰ کا دیدار حاصل کرنے کے بعد) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بینائی ایسی ہو گئی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے اندھیرے میں اسی طرح دیکھتے تھے جیسے لوگ دن کی روشنی میں دیکھا کرتے تھے۔" (ج 24 ص 94)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

من راٰہ بداھۃ ھابہ ومن خالطہ معرفۃ احبہ یقول ناعتہ لم ارقبلہ ولا بعدہ مثلہ صلی اللہ علیہ وسلم.

"جو شخص نبی علیہ السلام کو اچانک دیکھتا تو وہ مرعوب ہو جاتا، جو نبی علیہ السلام سے میل جول رکھتا وہ محبت کرنے لگ جاتا" وہ ان کی تعریف میں یوں کہتا: ایسا حسین نہ میں نے کبھی پہلے دیکھا اور نہ میں نے کبھی اس کے بعد دیکھا:

آنکھوں کے آگے بس رہے صورت حضور کی | خواہش پری کی ہے نہ تمنا ہے حور کی

سو بار صدقے ہو کے بھی یہ چاہتا ہے دل | سو بار اور آپ کے قربان جایئے

کہنے والے نے کہا:

ہمیں اس لئے ہے تمنائے جنت | کہ جنت میں ان کا نظارہ کریں گے

(ج24ص96)

عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام

ایک شاعر نے نبی علیہ السلام کی منقبت میں چالیس ہزار اشعار لکھے۔ کتنے اشعار لکھے؟ چالیس ہزار، اور چالیس ہزار اشعار لکھنے کے بعد آخر میں جو اشعار لکھے ان کا اردو میں ترجمہ ہے:

تھکی ہے فکر رسا اور مدح باقی ہے | قلم ہے آبلہ پا اور مدح باقی ہے

تمام عمر لکھا اور مدح باقی ہے | ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے

چالیس ہزار اشعار لکھنے والے بندے نے بھی کہا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن وجمال کا حق ادا نہیں کر سکا۔ اب دل کی ایک تمنا ہے اس کو کسی نے شعر میں کہا ہے:

کوئی طلب مجھے زیست میں تو اتنی ہے | نبی کی چاہ ملے اور بے پناہ ملے

جس دل میں نبی علیہ السلام کا تصور ہو وہ مبارک دل ہوتا ہے۔ کہنے والے نے کہا:

اے جنت! تجھ میں حور و قصور رہتے ہیں | میں نے مانا ضرور رہتے ہیں

میرے دل کا طواف کر جنت　　میرے دل میں حضور رہتے ہیں

ایک اور شاعر نے تو بہت ہی عجیب شعر لکھا:

آپ سے عشق میرے دل کی شریعت آقا　　آپ سے عشق میری جاں کی عبادت آقا

آپ کے ادنیٰ غلاموں کے غلاموں کا غلام　　ہے شرف میرے لئے اتنی ہی نسبت آقا

شعرا کو بھی عجیب عجیب خیال آتے ہیں۔ چنانچہ ایک شاعر نے اور بھی عجیب بات کہی کہتے ہیں: ؎

محل مینار کیا کرنے ہیں مجھ کو؟　　مدینے کے خس و خاشاک لوں گا

ملی جاگیر جنت میں جو کوئی　　تو دہلیز شہ لولاک لوں گا

کہ مجھے محل مینار نہیں چاہئیں، مجھے تو مدینے کی گلی کے تنکے ہی چاہئیں۔ اگر اللہ نے جنت میں مجھے کوئی ملکیت دی تو آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی چوکھٹ کو میں ملکیت کے طور پر لے لوں گا۔

ایک اور شاعر نے کہا:

تمہاری ایک نگاہ کرم میں سب کچھ ہے　　پڑے ہوئے سر راہ گزار ہم بھی ہیں

جو سر پہ رکھنے کو مل جائے نعل پاک حضور　　تو پھر کہیں گے کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں

اللہ اکبر! اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک جوتے سر پر رکھنے کو مل جائیں تو ہم اپنے آپ کو تاجدار سمجھنے لگ جائیں۔ (ج24ص116)

سنت کی قیمت

اللہ رب العزت ہمیں بھی اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمادے۔ ہم سر سے لے کر پاؤں تک نبی علیہ السلام کی سنتوں سے اپنے آپ کو مزین کرلیں۔ جیسے عورت زیور پہنتی ہے تو وہ سمجھتی ہے کہ میرے حسن میں اضافہ ہوگیا۔ اسی طرح جب انسان اپنے وجود کو نبی علیہ السلام کے سراپائے انور کے مطابق بناتا ہے تو اس کا حسن اس کے پروردگار کی نظر میں بڑھ جایا کرتا ہے۔ (ج24ص120)

علم اور معلومات کا فرق

ایک علم ہوتا ہے اور ایک معلومات ہوتی ہیں۔ ان کے درمیان فرق کو سمجھنے کی کوشش فرمائیں۔جس بندے کے اندر ایمان کی رتی بھی نہیں،اس کے پاس علم نہیں ہوسکتا،اس کے پاس فقط معلومات ہوتی ہیں۔تو کافروں اور فاسقوں کے پاس فقط معلومات ہوتی ہیں۔ جسے علم کہا جاتا ہے وہ ایک نور ہے جو انسان کے سینے کو منور کرتا ہے۔جس کے پاس بہت ساری معلومات ہوں وہ عالم نہیں کہلاسکتا۔عالم وہ ہوتا ہے جس کے اندر علم کا نور ہوتا ہے۔(ج24ص126)

بلا عذر وظائف ترک کرنے کا وبال

فرمایا: ''جب کوئی سالک بلا عذر (غفلت کی وجہ سے) وظائف کو ترک کر دیتا ہے تو یا اس پر کوئی ابتلاء آزمائش نازل ہوتی ہے یا کم از کم حرام شہوات کی طرف اس کی طبیعت مائل ہو جاتی ہے''(ج24ص141)

تصوف اضطراب کا نام

فرمایا: ''تصوف اضطراب کا دوسرا نام ہے''

جو پکا صوفی ہوتا ہے وہ مضطرب ہوتا ہے۔اس کا ہر وقت اللہ کی طرف دھیان رہتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی طرف بڑھنا اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے کوشش کرنا، اس کا مقصود زندگی ہوتا ہے۔گویا اس کے دل میں ایک آگ لگی ہوتی ہے۔اس آگ کا دوسرا نام تصوف ہے۔ جب یہ اندر کی آگ ٹھنڈی ہو جاتی ہے تو پھر تصوف بھی رخصت ہو جاتا ہے۔تو صوفی کے سینے میں اللہ تعالیٰ کی محبت کے انگارے ہوتے ہیں۔ جب یہ انگارے بجھ جائیں اور راکھ بن جائے تو بندے کا تصوف میں کوئی حصہ نہیں رہتا۔ اضطراب ہوگا تو راتوں کو اٹھے گا، اللہ کو منائے گا اور غمزدہ رہے گا۔ نبی علیہ السلام متواصل الحزن تھے،یعنی زیادہ وقت غمگین رہا کرتے تھے۔(ج24ص159)

سالک کی صفات

فرمایا: ''سالک کے اندر چند صفات لازمی ہونی چاہئیں: حوادث سے متذبذب نہ ہو، عیوب غیر پر نظر نہ کرے، اپنے کو دوسرے مسلمانوں سے ترجیح نہ دے، مساکین کے ساتھ ہم نشینی رکھے، سلف صالحین کے حالات سامنے رکھے، غیبت سے بچے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے۔'' (ج 24 ص 160)

اسم اعظم اللہ ہے

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک فرمان نقل کرتے ہیں:

فرمایا: ''اسم اعظم "اللہ" ہے۔ بشرطیکہ دل میں اللہ کے سوا کچھ نہ ہو'' کیسی پیاری بات کہی! امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مذہب تھا۔ وہ بھی فرماتے تھے کہ اسم اعظم "اللہ" ہے۔

ہمارا دل چونکہ غیر سے بھرا پڑا ہے اس لئے ہماری زبان سے اللہ کا لفظ نکلتا ہے تو اثر ہی کوئی نہیں ہوتا۔ (ج 24 ص 165)

غیبت کا علاج

فرمایا: ''غیبت کے وقت یہ خیال کرو کہ دوسرا شخص میرے نیک اعمال کا حق دار بنے گا'' یہ غیبت کا انوکھا علاج ہے کہ جب بندہ غیبت کر رہا ہو تو سوچے کہ دوسرا شخص میرے نیک اور مقبول اعمال کا حقدار بن جائے گا۔ تو جب وہ یہ سوچے گا کہ کمائی میری ہے اور جائے گی دوسرے کے پاس، تو پھر غیبت سے بچ جائے گا۔ (ج 24 ص 171)

حضرت عبداللہ بن مبارک کا مقام

ابن عیینہ ایک محدث ہیں، وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے عبداللہ ابن مبارک کی زندگی کو حدیث کے آئینے میں دیکھا تو ان کی زندگی میں اور صحابہ کرامؓ کی زندگیوں میں صحبت نبوی کے سوا مجھے کوئی فرق نظر نہ آیا۔ (ج 24 ص 173)

من کی صفائی

من کو صاف کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔آپ دیکھیں! اللہ تعالیٰ نے انسان کے دل کو اپنا گھر فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نہ میں زمینوں میں سماتا ہوں، نہ آسمانوں میں سماتا ہوں، میں مومن بندے کے دل میں سماجاتا ہو۔بھئی! گندہ گھر تو کسی کو بھی اچھا نہیں لگتا۔ آج کی عورت تین گھنٹے اپنے گھر کو صاف کرتی ہے۔پوچھیں کہ اتنی محنت کیوں کر رہی ہو؟ تو جواب دے گی کہ اگر خاوند نے گھر کو گندہ پایا تو وہ ناراض ہوگا۔اگر عام خاوند کی بیوی بھی اپنے گھر کو صاف کرنا اپنی ذمہ داری سمجھتی ہے تو کیا ہم پروردگار کی خاطر اپنے دل کے گھر کو صاف نہیں کرسکتے!؟ یہ دل خدا کا گھر ہے۔قلب عبداللہ، عرش اللہ ہے۔اللہ کا عرش ہے۔

یہاں طالب علم کے ذہن میں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب دل اللہ کا گھر ہے تو پھر اللہ تعالیٰ خود اسے کیوں نہیں صاف کر دیتے؟ جب وہ اس گھر کے مالک ہیں تو اس گھر کو خوف صاف کر دیں۔علماء نے اس کا جواب لکھا ہے: جب کوئی کرایہ دار ہو تو پھر گھر کی صفائی اس کرایہ دار کے ذمے ہوا کرتی ہے۔اسی طرح یہ دل اس وقت ہمارے پاس ادھار کا مال ہے۔اس کو صاف کرنا بھی ہماری ہی ذمہ داری ہے۔(ج24ص179)

خصوصی مجالس کیا ہیں

خصوصی مجالس کی یہ پہلی محفل ہے۔خصوصی کا کیا مطلب ہے؟ کہ بڑے درجات والے، معرفت والے، بڑے مقامات والے بندوں کی محفل ہے؟ نہیں جو زیادہ بیمار ہیں، جو خصوصی نگہداشت کے قابل ہیں، جو زیادہ موذی مرض والے ہیں، جن پر زیادہ توجہ کی ضرورت ہے، جن کا کام اتنا بگڑا ہوا ہے کہ اگر ان کو فوری طور پر دوا نہ ملی تو اپنی موت کے قریب ہیں۔یہ ان لوگوں کی محفل ہے۔

ہسپتال میں جہاں زیادہ پیچیدہ بیماریوں والوں کو رکھا جاتا ہے، اس کا نام ہوتا ہے" خصوصی نگہداشت کا وارڈ" تو اب یہ خصوصی مجالس شروع ہوگئیں۔جو زیادہ پیچیدہ بیماریوں والے تھے، جن کی بیماریاں سمجھ نہیں آتیں۔کمپلیکس بیماریاں ہیں۔ایک وقت میں کئی کئی

بیماریاں ان کو چمٹی ہوئی ہیں ایسی موذی بیماریوں کی لپیٹ میں آئے ہوئے بندے روحانی طور پر مریض ہیں۔ یہ ان کے لئے خصوصی مجالس ہیں۔ (ج 24 ص 231)

دیدِ قصور

جس طرح درخت کو اپنے پھل وزنی معلوم نہیں ہوتے اسی طرح انسان کو بھی اپنے عیب برے معلوم نہیں ہوتے۔ تاہم اپنے عیبوں سے جب ہم واقف ہوں گے تب ان کی اصلاح ہوگی۔ اس کو ہمارے مشائخ نے دیدِ قصور کا لفظ دیا۔ دیدِ قصور کسے کہتے ہیں: اپنے عیبوں کو جاننا اور اپنی کوتاہیوں سے واقف ہونا، دیدِ قصور کہلاتا ہے۔

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑا خوبصورت لفظ استعمال کیا کہ فلاں بندے کو دیدِ قصور" نصیب ہو گیا۔ ایک اصطلاح انہوں نے استعمال کرنی شروع کردی۔ اپنی دعاؤں میں یہ دعا بھی مانگا کیجئے۔ اے اللہ! ہمیں دیدِ قصور نصیب فرما۔ کیا مطلب؟ ہمارے عیب ہمارے اوپر واضح کردیجئے۔ (ج 24 ص 238)

انسان گناہوں کو کیسے چھوڑے

انسان گناہوں کو کیسے چھوڑے۔ تو بھئی جب نقصان پہنچنے کا یقین ہو۔ اس چیز کو چھوڑنا بڑا آسان ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر۔ سانپ کتنا خوبصورت ہے۔ اتنا پیارا ڈیزائن بنا ہوتا ہے۔ کلر اتنا اچھا اور ملائم۔ تو ذرا ہاتھ میں پکڑ کر دیکھیں کہیں گے نہیں۔ کیوں بھئی اتنے خوبصورت سانپ کو کیوں نہیں ہاتھ لگاتے۔ کہیں گے نقصان ہوتا ہے۔ موت آجائے گی۔ تو جس طرح عام آدمی موت کے خوف سے ڈر کر اتنے خوبصورت سانپ کو ہاتھ نہیں لگاتا قریب بھی نہیں جاتا۔ اسی طرح اللہ کا ولی اپنی روحانی موت کو سامنے رکھتے ہوئے گناہ کے قریب بھی نہیں جاتا۔ آپ کے سامنے کوئی ڈبہ لائے مٹھائی کا۔ جی یہ فرسکو کی بنی ہوئی ہے۔ نرالا کی مٹھائی بنی ہوئی ہے۔ یہ ایک سو لڈو ہیں صرف ایک کے اندر زہر ہے باقی سب ٹھیک ہیں۔ جی کھائیے۔ پیچھے ہٹ جائیں گے۔ جی کیوں ننانوے تو بالکل ٹھیک ہیں۔ بڑھائیں نا ہاتھ۔

بالکل نہیں۔ کیوں بھئی۔ کیا پتہ وہی زہر والا ہو موت آئے گی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم جب کسی چیز میں نقصان کا یقین رکھتے ہیں تو ایک فیصد بھی رسک نہیں لیتے۔ سو میں سے ایک ہے۔ تو ون پرسنٹ بھی رسک لینے کو تیار نہیں ہیں۔ ہاتھ ہی نہیں بڑھاتے۔ حالانکہ مٹھائی اچھی لگتی ہے۔ نہیں کھائیں گے۔ نقصان کے خوف کی وجہ سے۔ اچھا بجلی کے تار کو کوئی ہاتھ لگاتا ہے۔ کیوں بھئی کتنوں نے تجربہ کیا بجلی کو ہاتھ لگانے کا۔ کسی نے تجربہ نہیں کیا۔ سنا کہ فلاں کا ہاتھ لگ گیا موت آ گئی۔ اسی لئے بچ رہے ہیں۔ بالکل اسی طرح اللہ والے دوسروں سے عبرت پکڑتے ہیں۔ فلاں نے گناہ کا ارتکاب کیا۔ دیکھو اس کا معاملہ کیا خراب ہوا۔ ایسی بات کو سن کر دیکھ کر وہ اللہ کے نیک بندے خود بخود گناہوں سے رک جاتے ہیں۔ (ج25ص24)

قیامت کی آنکھوں دیکھی نشانیاں

بہت ساری روایتوں میں قرب قیامت کی ایسی نشانیاں بتائی ہوئی ہیں کہ آج ہم ان کو اپنی آنکھوں سے پورا ہوتا دیکھ رہے ہیں۔

مثال کے طور پر ایک وعظ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب مکہ مکرمہ کے پیٹ کو چیر کر راستے بنا دیے جائیں اور وہ عمارتیں پہاڑوں سے بھی اونچی ہو جائیں پھر تم قیامت کا انتظار کرنا۔ چنانچہ جو لوگ حج و عمرہ کے سفر کرتے ہیں وہ لوگ دیکھتے ہیں کہ پہاڑوں کو چیر کر ان کے اندر Tunnels سرنگیں بنا دی گئیں ہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے پہاڑوں کو چیر کر یہ راستے بنا دیئے گئے۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے نگاہ نبوت ہزاروں سال پہلے اس منظر کو بنتا ہوا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی ہے۔ حالانکہ اس زمانہ میں ایسی نشانیوں کا بندے کے ذہن میں تصور بھی نہیں آ سکتا تھا کہ پہاڑوں کو کھود کر اندر سے راستے بنا دیئے جائیں گے۔

نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا!

''جب مکہ مکرمہ کے پیٹ کو چیر کر راستے بنا دیئے جائیں اور جب عمارتیں پہاڑوں کے برابر اونچی ہو جائیں۔'' (ج25ص66)

شہید کی روح نکلنے کا منظر

امام قرطبی نے ایک عجیب بات اپنی تفسیر میں لکھی ہے۔ کہ دنیا میں جب کسی کی موت آتی ہے تو اللہ رب العزت فرشتوں کو بھیجتے ہیں کہ جاؤ میرے اس بندے کی روح قبض کرلو۔ حتیٰ کہ ولی ہو متقی ہو پرہیز گار ہو ابدال ہو کسی مقام پر ہو۔ ملک الموت کو ہی بھیجا جاتا ہے کہ جایئے میرے اس مقرب بندے کی روح قبض کر لیجئے حتیٰ کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے بھی ملک الموت کو بھیجا جاتا ہے۔

جایئے میرے انبیاء کی خدمت میں حاضر ہو جایئے کہ میرے پروردگار یاد کر رہے ہیں۔ مگر جب شہید کا وقت آتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ ملک الموت کو کہتے ہیں یہ میرا بندہ ہے کہ یہ میرے نام پر جان دے رہا ہے۔ ملک الموت تو پیچھے ہٹ اس بندے کی روح کو میں خود قبض کروں گا۔ چنانچہ شہید کی روح کو اللہ تعالیٰ خود قبض فرمایا کرتے ہیں۔

فنا فی اللہ کی تہہ میں بقا کا راز مضمر ہے
جسے مرنا نہیں آتا اسے جینا نہیں آتا

(ج25 ص108)

تین خوش بخت صحابہؓ

حدیث پاک میں آتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تین شاگرد تھے اور تینوں کا نام عبداللہ تھا وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش پیش تھے حدیث پاک میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان تینوں کا نام لے لے کر تہجد میں دعائیں مانگتے تھے۔

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ تینوں دنیا میں بہت عزتیں پانے والے بزرگ بنے چنانچہ ان میں سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ امام المفسرین بنے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر امام المحدثین بنے۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ امام الفقہاء بنے۔ اللہ تعالیٰ نے تینوں کو ایسے بخت لگا دیئے۔ یہ جو ہوتا ہے ناں بڑوں کی دعائیں لینا یہ اللہ رب العزت کی بہت بڑی مہربانی ہوتی ہے۔ (ج25 ص176)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں

روح المعانی تفسیر میں لکھا ہے کہ جب حضرت خدیجہؓ کی وفات ہونے لگی تو نبی علیہ الصلوٰۃ السلام نے فرمایا کہ اے خدیجہؓ جب جنت میں جانا تو میری بیویوں کو سلام کہنا۔ وہ بڑی حیران ہوئیں کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں دنیا میں آپ کی پہلی بیوی ہوں جنت میں اور کون سی بیویاں ہیں۔ فرمایا جنت میں اللہ تعالیٰ نے بی بی آسیہ اور مریم علیہا السلام کو میری بیوی بنا دیا ہے۔ سبحان اللہ! مانگنے والے نے گھر مانگا تھا اللہ کی شان کتنی بلند ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے محبوب جیسا خاوند عطا فرما دیا۔ (ج25ص185)

دنیا کی محبت کا نتیجہ

اللہ تعالیٰ سے محبت اس لئے بھی کرنی چاہئے کہ دنیا کے جتنے بھی محبوب ہیں وہ ایک نہ ایک دن جدا ہو جائیں گے، کیونکہ جس نے دنیا سے محبت کی وہ ایک نہ ایک دن دنیا سے جدا کر دیا جائے گا اور جس نے اللہ رب العزت سے محبت کی وہ ایک نہ ایک دن اللہ سے ملا دیا جائے گا۔

ایک مرتبہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس سیدنا جبریل علیہ السلام آئے اور انہوں نے آکر عرض کیا: اے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم!

وَاَحْبِبْ مَنْ شِئْتَ فَاِنَّکَ مَفَارِقُه. (شعب ایمان: رقم ۱۰۵۴/۱)

اور آپ جس سے چاہیں محبت کیجئے، ایک دن آپ کو اس سے جدا ہونا پڑے گا۔

اگر دنیا میں محبت کرنے والے دو بندے ہوں تو وہ ہر وقت تو اکٹھے نہیں ہو سکتے، بھلے میاں بیوی ہی کی محبت لے لیجیے، وہ ہر وقت اکٹھے نہیں رہ سکتے، کبھی میاں سفر پر ہے اور کبھی بیوی اپنے والدین کے گھر ہے۔ یعنی دنیا میں بھی عارضی جدائیاں ہوتی ہیں اور موت کے وقت تو ویسے ہی جدائی ہو جائے گی۔ محبتوں میں جتنی بھی شدت ہو، ایک کی موت آجاتی ہے تو وہ محبت کا تعلق ختم ہو جاتا ہے۔ تو دنیا کے محبوب بالآخر ایک دن جدا ہو جائیں گے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ ہمیشہ اکٹھے رہیں۔

علماء نے فانک مفارق میں ایک نکتہ لکھا ہے کہ یہاں پر بلاغت کی انتہاء دیکھئے کہ باب مفاعلہ استعمال کیا۔ اس کی صفات میں سے ہے کہ دو محبت کرنے والوں میں سے یہ جدائی کسی کی طرف سے بھی ہو سکتی ہے۔ کبھی میاں، بیوی کو چھوڑ سکتا ہے اور کبھی بیوی، میاں کو چھوڑ سکتی ہے اور کبھی دونوں موت کی وجہ سے ایک دوسرے کو چھوڑ سکتے ہیں۔ (ج 26 ص 26)

منعم حقیقی کے ساتھ محبت

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک حدیث پاک میں ارشاد فرمایا:

''تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرو، اس لئے کہ اس نے تمہیں اپنی نعمتوں سے نوازا ہے۔

اب اگر بندہ اس بات پر غور کرے کہ اللہ رب العزت نے اس کو کتنی نعمتوں سے نوازا ہے تو دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور زیادہ آئے گی۔ اس نے بینائی دی، سماعت دی، صحت دی، گویائی دی، عقل کی روشنی دی، عزت دی، رزق دیا۔ کتنی نعمتیں ایسی ہیں جو پروردگار نے بن مانگے عطا فرمائیں۔

چنانچہ دل سے یہ آواز آتی ہے کہ اس منعم حقیقی کے ساتھ اپنے دل کی گہرائیوں سے محبت کرنی چاہئے۔ (ج 26 ص 26)

اللہ کی محبت کا انجام

تو اس دنیاوی محبت کا انجام بالآخر جدائی ہے۔ ایک ہی محبوب ایسا ہے کہ جب اس کی محبت ملتی ہے تو پھر وہ محبوب جدا نہیں ہوتا، وہ ہر وقت انسان کے ساتھ ہوتا ہے۔ دن میں بھی اور رات میں بھی، صحت میں بھی اور بیماری میں بھی، خوشی میں بھی اور غمی میں بھی۔ انسان پہاڑوں کی چوٹیوں پہ چلا جائے، زمین کی پستیوں میں چلا جائے یا سمندر کی گہرائیوں میں چلا جائے، پھر بھی وہ محبوب کبھی جدا نہیں ہوتا۔ اس نے قرآن میں فیصلہ فرما دیا:

هُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ. (الحدید:۴)۔ (ج 26 ص 27)

وہی زمانہ آچکا ہے

آج ایسا وقت آچکا ہے کہ اس خالق حقیقی کو چھوڑ کر ہم دنیا کی چیزوں کی محبت کے پیچھے بھاگتے پھر رہے ہیں۔ اس کی اصلی وجہ یہ ہے کہ ہمیں دھوکہ لگ گیا ہے۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

سیاتی زمان علی امتی یحبون خمسا وینسون خمسا.

"عنقریب میری امت پر ایک ایسا وقت آئے گا کہ وہ پانچ چیزوں سے محبت کریں گے اور پانچ چیزوں کو بھول جائیں گے۔ **یحبون الدنیا وینسون الاخرۃ**

"وہ دنیا سے محبت کریں گے اور آخرت کو بھول جائیں گے۔

یحبون المال وینسون الحساب.

"وہ مال سے محبت کریں گے اور اس کا حساب دینا بھول جائیں گے۔"

یحبون الذنوب وینسون التوبۃ. وہ گناہوں سے محبت کرینگے اور توبہ کو بھول جائینگے۔

یحبون القصور وینسون القبور (ارشیف ملتقی: ۱/۷۔۱۴۲۴)

"وہ محلات سے محبت کریں گے اور قبروں کو بھول جائیں گے۔" (ج 26 ص 37)

محبت کی آزمائش

جو انسان اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ کرے اور پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر کوئی آزمائش آجائے اور اللہ کے شکوے ہی کرتا پھرے کہ ہماری تو وہ سنتا نہیں، ہمیں تو یہ نہ ملا، وہ نہ ملا، تو وہ اپنے اس دعوے میں جھوٹا ہوتا ہے۔

ایک بزرگ تھے۔ ان کے پاس کچھ لوگ جمع ہو گئے۔ انہوں نے پوچھا: کیوں جمع ہو گئے۔ انہوں نے جواب دیا: جی! ہم آپ سے محبت کرنے والے ہیں۔ انہوں نے یہ سن کر پتھر اٹھائے اور مارنا شروع کر دیئے، اس پر وہ سب لوگ بھاگ گئے۔ چنانچہ انہوں نے پیچھے سے آواز دے کر فرمایا: **لو کنتم احباء ی ما فررتم علی بلاء ی**

"اگر تم مجھ سے محبت کرنے والے ہوتے تو میری اس آزمائش پر بھاگ نہ جاتے۔"
اس طرح اگر اللہ تعالیٰ کی طرف کوئی آزمائش آجائے تو بندہ صبر کرے۔ یہ نہ ہو کہ اپنے رب کے گھر کا دروازہ ہی بھول جائے۔ (ج26ص39)

اللہ کو ناراض کرنے کا وبال

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جو بندہ یہ چاہتا ہے کہ میں مخلوق کو راضی کرلوں اور اللہ تعالیٰ کو ناراض کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ مخلوق کو بھی اس سے ناراض کر دیتے ہیں واقعی! آپ دیکھیں کہ شادی بیاہ کے موقعہ پر اللہ تعالیٰ کو بھول کر لوگوں کو خوش کرنے میں لگے ہوتے ہیں۔ بالآخر نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جن کو راضی کرنے کے لئے اتنا کیا وہ بندے بھی اس سے راضی نہیں ہوتے۔ (ج26ص46)

سنت اور بدعت میں فرق

سنت اور بدعت کا ایک فرق یہ بھی ہے کہ سنت آفاقی ہوتی ہے۔ آفاقی کو انگریزی میں یونیورسل Universal کہتے ہیں۔ پوری دنیا میں کہیں بھی چلے جاؤ، سنت وہی ہوگی۔ جب کہ بدعت علاقائی ہوتی ہے، مختلف علاقوں کی مختلف بدعتیں ہوتی ہیں۔ تو یہ بھی بدعت اور سنت کا ایک بڑا فرق ہے۔ جس سے انسان اندازہ لگا سکتا ہے کہ یہ عمل بدعت ہے یا سنت۔ (ج26ص100)

ان کا رونا اتنا پسند آیا

حدیث پاک میں آیا ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک مرتبہ وعظ فرمایا، وعظا بلیغا۔ وہ بڑا پر اثر وعظ تھا۔ اس کی وجہ سے ایک صحابی رضی اللہ عنہ پر گریہ طاری ہوگیا۔ رو پڑے جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی آہ وزاری دیکھی تو فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ کو ان کا رونا اتنا پسند آیا کہ ان کی وجہ سے محفل میں موجود تمام لوگوں کی اللہ نے مغفرت فرما دی۔ وہ کتنا کریم پروردگار ہے کہ اتنے بڑے مجمعے میں سے اس نے کسی ایک کی فریاد قبول کرلی اور اس صدقے باقی سب کی اللہ نے مغفرت فرما دی۔ (ج26ص53)

ترک دنیا سے فکر آخرت

سب سے پہلے انسان کو کیا نعمت نصیب ہوتی ہے؟ ادب ملتا ہے۔ ادب کے بعد انسان کو کیا ملتا ہے؟ علم نافع نصیب ہوتا ہے۔ علم نافع نصیب ہونے کے بعد انسان کو عمل کی توفیق نصیب ہو جاتی ہے۔ عمل کی برکت سے انسان کو اللہ تعالیٰ حکمت عطا فرماتے ہیں۔ اور حکمت کا نور انسان کے دل میں دنیا کی حقیقت کو کھول دیتا ہے۔ لہٰذا انسان کا دل دنیا سے کٹتا ہے اور آخرت کے ساتھ جڑتا ہے۔ چنانچہ ترک دنیا سے انسان کو یہ نعمت ملتی ہے کہ اس کو "انابة الی الاخرة" کی توفیق مل جاتی ہے۔ "اَلتُّجَا فِی عَنْ دَارِ الْغُرُوْرِ" دھوکے والے، گھر دنیا سے دل کٹ گیا وَ"اَلاِنَابَةُ اِلٰی دَارِ الْخُلُوْدِ" ہمیشہ رہنے والے گھر آخرت کی طرف دل اٹک گیا۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: ہم نے تصوف کی یہ نعمت اوراد و وظائف سے حاصل نہیں کی ترکِ دنیا اور مخالفتِ نفس کی وجہ سے حاصل کی۔ اللہ کرے یہ نعمت ہمیں بھی نصیب ہو جائے کہ دنیا کی چمک دمک ہم پر اثر نہ کرے۔ (ج 26 ص 79)

گناہ اور سرکشی میں فرق

ایک ہوتا ہے گناہ، ایک ہوتی ہے سرکشی۔ ان دونوں میں فرق ہے۔ گناہ کہتے ہیں کہ اپنے نفس کی وجہ سے بے قابو ہو کر ایک گناہ کر لینا مگر اپنے آپ کو مجرم سمجھنا، اپنے آپ کو خطا کار سمجھنا، یہ گناہ کہلاتا ہے۔ ایک ہوتی ہے سرکشی۔ سرکشی ہوتی ہے کہ گناہ کو گناہ ہی نہ سمجھنا۔ یہ چیز بندے کو کفر تک پہنچا دیتی ہے۔ جیسے ایک ہوتا ہے نوٹ کا پھٹنا، اور ایک ہوتا ہے نوٹ کا پھاڑنا۔ آپ کے پاس پھٹا ہوا نوٹ ہے، آپ اس کو کسی بینک والے کے پاس لے جائیں وہ آپ کو اس کی جگہ نیا نوٹ دے دے گا، کہ پھٹ گیا ہے، چلیں نوٹ بدل دیتے ہیں۔ لیکن اگر آپ بنک والے کے سامنے نوٹ کو پھاڑ دیں کہ میں اس کو نہیں مانتا۔ تو کیا اب آپ کو نیا نوٹ دیا جائے گا؟ نہیں بلکہ آپ کو ملک کا غدار سمجھا جائے گا۔ تو گناہ کرنے والے کے لئے واپسی کا راستہ پھر بھی آسان ہے۔ سرکشی کرنے والے کے لئے واپسی کا

راستہ بند کر دیا جاتا ہے۔ اگر بندہ گناہ کرلے تو اپنے آپ کو دل میں شرمندہ بھی کرے اور کہے کہ اللہ! مجھ سے کوتاہی ہوئی مجھے معاف کر دے۔ (ج26 ص102)

گناہوں کی معافی

جو شخص صلہ رحمی کرنے والا ہو تو اللہ رب العزت اس کے نیک عمل کی برکت سے اس کے کئے ہوئے گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں۔ تو صلہ رحمی بڑے بڑے گناہوں کی بخشش کا ذریعہ ہے۔ فرمایا:

"اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّئَاتِ". (ھود:۱۱۴)

نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں تو اگر یہ نیکیاں انسان کرے تو کتنے گناہوں کی بخشش کا ذریعہ بن جاتی ہیں۔ (ج26 ص211)

قبولیت اعمال

پھر فرمایا کہ اللہ رب العزت اس بندے کی نیکیوں کو قبول فرما لیتے ہیں۔ اب دیکھیں! انسان نیکی تو کرتا ہے لیکن اس معیار کی تو نہیں کر سکتا جو اللہ کی شان کے معیار کے مطابق ہو۔ تو کوالٹی اچھی نہ ہونے کی وجہ سے ممکن ہے کہ وہ رد ہو جائیں۔

آپ تو ایسے نہیں کرتے، جاتے ہیں دکاندار کے پاس کہ بھئی مجھے سیب دے دو، وہ سیب دینے کے بعد پوچھتا ہے کہ جی کیلے بھی لے لیں، آپ جیسے ہی ایک نظر کیلوں پر ڈالتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اتنے اچھے نہیں لگ رہے، کہتے ہیں کہ مجھے نہیں چاہئیں۔ ایک نظر ڈال کر آپ نے کہا: مجھے نہیں چاہئیں۔ کیوں؟ پسند جو نہیں تھے۔ تو ممکن ہے کہ ہمارے بے ذوق سجدے، بے سرور نمازیں، یہ ہمارے ریا سے بھرے اعمال، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بھی ایک نظر ڈالیں اور کہیں کہ مجھے ایسے اعمال کی ضرورت ہی نہیں۔ پھر کیا بنے گا ہمارا؟ تو گناہوں کی ندامت الگ چیز اور کی ہوئی غیر معیاری نیکیوں کے قبول نہ ہونے کا غم الگ چیز ہے۔ تو فرمایا کہ صلہ رحمی کے صدقے اللہ تعالیٰ انسان کی نیکیوں کو بھی قبول فرما لیتے ہیں۔ (ج26 ص212)

لیلۃ القدر میں محرومی

سینہ بے کینہ ہونا چاہئے۔ کینہ کہتے ہیں کسی کے بارے میں دل کے اندر انقباض ہو، دشمنی ہو، عداوت ہو، نفرت ہو، اسے کینہ کہتے ہیں۔ سنئے اور دل کے کانوں سے سنئے! حدیث پاک میں آتا ہے کہ لیلۃ القدر میں اللہ تعالیٰ سب گنہگاروں کی مغفرت کر دیتے ہیں سوائے چند گنہگاروں کے، جن میں سے ایک وہ ہے جس کے سینے کے اندر ایمان والوں کے لئے کینہ ہوا کرتا ہے۔ دوسرے سے بدگمان رہنے والے اور کینہ رکھنے والے کی لیلۃ القدر میں بھی بخشش نہیں ہوگی۔ تو اس لئے اس پتے ہی کو کاٹو! کبھی کسی ایمان والے کے لئے دل میں بدگمانی نہ رکھو! فوراً دل سے ختم کر دیں۔ آپ دوسروں کے ساتھ حسن ظن رکھیں اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ حسن ظن کا معاملہ فرمائیں گے۔ اس لئے حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ: انسان دوسروں کے قصور کو جلدی معاف فرما دیں گے۔ اور جو انسان دوسروں کے عذروں کو جلدی قبول کر لے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے عذروں کو جلدی قبول فرمالیں گے۔ (ج 26 ص 237)

مال کے چوکیدار

ایک ہوتے ہیں مالدار اور ایک ہوتے ہیں مال کے چوکیدار۔ مال دار تو وہ ہوتا ہے جس کو اللہ نے تو خوب نوازا اور وہ دونوں ہاتھوں سے اللہ کے راستے میں خرچ کر رہا ہے۔ اور مال کے چوکیدار وہ ہوتے ہیں جو صبح اٹھ کر بنک بیلنس دیکھتے ہیں، اب کتنا ہو گیا؟ اب میرے اکاؤنٹ میں اتنے لاکھ آ گیا، اب اتنے کروڑ ہو گیا۔

حَلَالُهَا حِسَابٌ وَحَرَامُهَا عَذَابٌ. ”حلال کا حساب ہوگا اور حرام کی وجہ سے عذاب ہوگا۔“ حلال بھی ہوگا تو حساب دینا پڑے گا اور حرام ہوگا پھر تو عذاب میں جلنا پڑے گا۔ اس لئے اللہ سے دعا مانگیں کہ اللہ اتنا دے کہ غیر کی محتاجی نہ ہو، اور وبال سے خالی مال دے۔

حدیث پاک میں آتا ہے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

میری امت کے غربا میری امت کے امراء سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے۔ (ج 26 ص 262)

جہنم کی آگ

”تعجب ہے اس شخص پر جس کو جہنم کی آگ کا پتہ ہو اور پھر بھی وہ گناہ کرے۔“

جہنم کی آگ دنیا کی آگ سے ستر گنا زیادہ سخت ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے:

"اشتکت النار الی ربھا فقالت رب اکل بعض بعضا. (سنن الترمذی:۲۵۱۷)

”جہنم کی آگ نے اللہ کے سامنے یہ شکایت کی کہ یا اللہ! میرے بعض حصے اتنے گرم ہیں کہ وہ میرے بعض دوسرے حصوں کو کھا گئے۔“

اتنی گرم آگ! اس آگ کے اندر انسان کو بھی جلایا جائے گا۔ (ج26 ص265)

جنت کا سیکورٹی گیٹ

عام طور پر دیکھا ہے کہ تقریب میں جب لوگ آتے ہیں تو ایک سیکیورٹی ہوتی ہے جہاں سے ان کو گزر کے آنا پڑتا ہے۔ ہوائی جہاز کے اڈوں پر آپ دیکھیں مشینیں لگی ہوتی ہیں، اس سے گزر کے جانا پڑتا ہے، اس سے پتہ چل جاتا ہے کہ کون بندہ ایسا ہے کہ اس کے پاس کوئی غلط چیز ہے۔ اللہ رب العزت نے بھی جنت کے راستے میں ایک ایسی جگہ کو بنا دیا جس کو پل صراط کہتے ہیں فرمایا:

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا. (مریم: ۷۱)

”یہ حتمی اور فیصلہ شدہ بات ہے کہ تم میں سے ہر بندہ اس سے گزرے گا۔“

(۷۱) ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا. (مریم:۷۲)

”پھر ہم نجات دینگے انکو جو متقی ہوں گے اور ظالموں کو اس میں چھوڑ دینگے۔“ (ج27 ص27)

نعمتوں کا حساب

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بندے کو کھڑا فرمائیں گے اور اس کا حساب لیں گے کہ بتاؤ بھئی! تم نے میری Rent (کرائے) کی چیزوں کو کیسے استعمال کیا۔ (ج27 ص110)

بینائی کی نعمت کا حساب

تمہاری آنکھ غیر محرم کو دیکھتی تھی، تم اس قابل نہیں کہ تم جنت میں آؤ اور میرا دیدار ان آنکھوں سے کرسکو۔ اب جہنم میں بھیجیں گے، وہاں جہنم کے فرشتے آگ کے اندر گرم کئے ہوئے نیزے انسان کی آنکھوں میں چبھوئیں گے اور کہیں گے آنکھ کو Misuse (غلط استعمال) کیا تھا نا! بنائی چلی گئی، اب بنائی نہیں ملے گی۔

عجیب بات سنئے، جب انسان قیامت کے دن کھڑا ہوگا تو اس کی بداعمالیوں کی وجہ سے اندھیرا ہوگا مؤمن کے اوپر روشنی ہوگی۔

نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ بِاَيْمَانِهِمْ.

لیکن کافروں اور منافقوں پر کوئی روشنی نہیں۔ ایمان والوں کو کہیں گے کہ ذرا ہماری طرف توجہ فرمایئے۔

نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ. ''ہم تمہاری روشنی سے فائدہ اٹھائیں''۔

قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآئَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا.

''کہا جائے گا واپس جاؤ دنیا میں یہ روشنی تو وہاں ملا کرتی تھی۔''

تو قیامت کے دن اندھیرے میں کھڑا ہوگا۔ جب اس بندے کو جہنم میں ڈالا جائے گا تو جہنم کی آگ دنیا کی آگ کے برخلاف روشنی نہیں دیتی۔ دنیا کی آگ جہاں زیادہ ہو، روشنی زیادہ ہوتی ہے، جہنم کی آگ زیادہ ہو تو وہاں اندھیرا زیادہ ہوتا ہے۔ پرائمری سکول میں سائنس کی کتاب میں شعلے کے حصے پڑھائے جاتے ہیں۔ اس میں جو روشن حصہ ہوتا ہے، وہ کم گرم ہوتا ہے۔ جو سب سے زیادہ گرم ہوتا ہے وہ نیلے رنگ کا ہوتا ہے اور نیلے کے بعد ایک حصہ ہوتا ہے جو نظر ہی نہیں آتا، وہ اس سے بھی زیادہ گرم ہوتا ہے۔ اس کا مطلب یہ کہ جہنم کی آگ اتنی گرم ہوگی کہ نظر ہی نہیں آئے گی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہنم کی آگ جتنی زیادہ ہوگی وہاں اتنا زیادہ اندھیرا ہوگا۔ اب جہنم میں گیا تو وہاں بھی اندھیرا۔ آنکھوں کا غلط استعمال کیا موت کے وقت بینائی چھن گئی۔ اب یہ اس کو جہنم کی آگ کے اندر بھی نہیں ملے گی۔ (ج27ص110)

دنیا کردار بننے کی جگہ

جس بندے کی پیدائش ہوئی اور اس کی آنکھیں نہیں تھیں تو کیا دنیا کے ڈاکٹر مل کر آنکھیں بنا سکتے ہیں؟ نہیں بنا سکتے۔ ساری دنیا کے ڈاکٹر مل جائیں جی بچے کی آنکھیں بنا دیجئے، کہیں گے کہ اگر ماں کے پیٹ سے یہ بچہ بغیر آنکھوں کے آیا، دنیا میں نہیں بنا سکتے۔ جس طرح ماں کا پیٹ انسان کے بننے کی جگہ ہے، اگر کوتاہی رہ گئی تو دنیا میں آ کر پوری نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح زمین آسمان کا پیٹ انسان کی شخصیت بننے کی جگہ ہے، کردار بنانے کی جگہ ہے۔ جس کی شخصیت میں یہاں کمی رہ گئی وہ قیامت کے دن جا کے پوری نہیں ہو سکتی۔ ہم نے اپنی شخصیت کو یہاں بنانا ہوگا، اپنے اندر اخلاق کو یہاں بنانا سنت ہے۔ اپنے آپ کو یہاں سجانا ہوگا ورنہ قیامت کے دن یہ نعمت نہیں ملے گی، کہیں گے: جاؤ! یہ نعمت تو دنیا میں ملا کرتی تھی۔ (ج 27 ص 118)

تھوڑے وقت میں زیادہ کام

ایک عام دستور کی بات ہے کہ آدمی کو ادھار کی چیز ملے تو وہ تھوڑی دیر میں زیادہ کام نکالنے کی کوشش کرتا ہے۔ مثال کے طور پر آپ نے صبح اٹھ کر دفتر جانا ہے، بیوی نے کپڑے استری کرنے شروع کیے اور استری خراب ہوگئی۔ اب کیا کیا جائے نئی تو بازار سے اتنی جلدی آ نہیں سکتی، وہ جو ساتھ آپ کے بھائی کا گھر ہے، ان سے بچے کے ذریعے سے منگوائے گی۔ اگر وہ استری دے دیں گے تو وہ آپ کے ہی کپڑے استری نہیں کرے گی بلکہ ساتھ اپنے بھی کر لے گی اور بچوں کے بھی کر لے گی۔ ایک دن کے نہیں دو چار دنوں کے کر لے گی۔ کہے گی ہو سکتا ہے کہ آنے میں دیر لگ جائے بار بار تو چیز نہیں مانگی جاتی معلوم ہوا کہ ادھار کی چیز سے تھوڑے وقت میں زیادہ کام نکالا جاتا ہے۔ عقل مند وہ ہے جو اس ادھار کے مال سے مختصر زندگی میں زیادہ اعمال نکالنے کی کوشش کرے اور ہمارے اکابر یہی کیا کرتے تھے دن رات اپنے جسم کو تھکا دیتے تھے، نیکی کر کر کے تھکتے تھے اور تھک تھک کر پھر نیکی کرتے تھے۔ (ج 27 ص 118)

مدارس، قرآن مجید کے کاپی سنٹر

یہ حفاظ قرآن مجید کی (Soft Capies) سوفٹ کاپیز ہیں۔ اسی لئے حافظ کا ہمیشہ احترام کرنا چاہئے، حافظ کو محبت کی نظر سے دیکھنا چاہئے، احترام کرنا چاہئے، وہ اللہ رب العزت کے کلام کو سینے میں لے کے پھر رہا ہوتا ہے اور حافظ کو بھی اپنے اس کلام کی قدر کرنا چاہئے۔

قرآن مجید کی سوفٹ کاپیز کو آج کل مدارس کے اندر بنایا جاتا ہے۔ کاپی سینٹر ہوتے ہیں نا جیسے فوٹو کاپی سینٹر ہوتے ہیں۔ تو یہ جو مدارس ہیں نا ان کا ٹیکنیکل نام ہے قرآن کاپی سنٹر کہ ایک بندے کو اللہ نے قرآن مجید کا حافظ بنا دیا تو وہ بیٹھ کر ماشاء اللہ دوسرے بچوں کے ذہن میں، دلوں میں، اس کو کاپی کر دیتا ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کے گھروں میں کوئی بچہ بچی قرآن مجید کا حافظ ہو۔ (ج 27 ص 89)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امتیازی خصوصیت

چنانچہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ الخلفا میں لکھا ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اللہ رب العزت نے پانچ خصوصیتیں دیں۔ جو ان کے سوا کسی کو نہیں ملی۔

ایک نبی علیہ السلام نے آپ کے سوا صدیق کا لفظ کسی کیلئے نہیں بولا، یہ لقب آپ کو ملا۔

دوسرا قرآن مجید میں ثانی اثنین کا تمغہ فقط سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ملا۔

تیسرا نبی علیہ السلام کے ساتھ ہجرت کی سعادت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ملی۔

چوتھی بات نو ہجری میں جب حج فرض ہوا تو نبی علیہ السلام نے خود اپنے مبارک ہاتھوں سے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر حج کرنے کے لئے بھیجا۔

اور پانچویں بات فرماتے تھے کہ نبی علیہ السلام نے اپنی زندگی کی آخری نماز میں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امام بنایا اور ان کے پیچھے اقتدا کے ساتھ نماز ادا فرمائی۔ یہ صدیق رضی اللہ عنہ کی خصوصیتیں ہے۔ (ج 27 ص 172)

تین کاموں کی وصیت

انسان ایک کام نہ کرے، ایک کام کم کرے اور ایک کام زیادہ کرے۔
پہلا کام جو نہ کرے وہ ہے علم اور ارادے سے گناہ کرنا۔ یہ کبھی نہ کرے۔ بے دھیانی میں ہو جائے، بلا ارادہ ہو جائے اللہ تعالیٰ معاف کر دیں گے۔
ایک کام کم کرے، کھانا کھائے مگر جتنی بھوک ہو اس سے کم کھائے، اتنا نہ کھائے کہ پھنس کے ڈکار آئے۔ اور ایک کام جو بہت زیادہ کرے، وہ ہے اللہ کا ذکر۔
مشائخ نے لکھا ہے کہ جو انسان علم اور ارادے سے گناہ کرنا چھوڑ دیتا ہے اس کی روح سلامت ہو جاتی ہے۔ جو انسان کھانا کم کھانا شروع کر دیتا ہے اس کا جسم سلامت ہو جاتا ہے اور جو انسان اللہ کا ذکر یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف زیادہ بھیجنا شروع کر دیتا ہے، اس کا دین سلامت ہو جاتا ہے۔ (ج 27 ص 207)

گناہ نجاست کی مانند

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب انسان کی موت کا وقت آتا ہے تو ملک الموت کئی فرشتوں کے ساتھ آتے ہیں اور وہ فرشتے آ کر انسان کے اعضا کو سونگھتے ہیں۔ یہ حدیث پاک کے الفاظ کا مفہوم ہے۔ جس جس عضو سے وہ گناہ کرتا ہوگا اس اس عضو سے ان کو بدبو آئے گی۔ آنکھوں سے بدبو، کانوں سے بدبو، منہ سے بدبو، ہاتھوں سے بدبو، دل دماغ سے بدبو، جب انہیں انسان کے اعضاء سے بدبو آتی ہے تو وہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ ہمارے رب کی نافرمانی کرتا تھا۔ حدیث پاک میں ہے کہ وہ سختی کے ساتھ اس کی روح کو قبض کرتے ہیں۔ حدیث پاک میں یہ بھی ہے کہ جس عضو سے گناہ کریں گے اس عضو پر نجاست ہوگی۔ یہ گناہ نجاست کی مانند ہیں۔ (ج 27 ص 209)

غیر محرم سے نظر ہٹانے کا انعام

بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ اگر آدمی غیر محرم کو دیکھنے پر قادر ہو مگر اللہ رب العزت کے ڈر اور خوف کی وجہ سے وہ غیر محرم سے نظریں ہٹا لے تو ہر مرتبہ نظر بچانے کے صدقے اللہ

تعالیٰ اس کو جنت میں ایک مرتبہ اپنے چہرے کا دیدار نصیب فرمائیں گے۔ آج غیر محرم سے نظر بچائیے پھر دیکھئے جنت میں کیا اس کا بدلہ اور انعام نصیب ہوگا۔ (ج 27ص 53)

اللہ کیلئے محبت کا درجہ

اس نسبت سے جو محبت ہو اللہ کے ہاں اس کا بڑا درجہ ہے۔ یہاں تک کہ حدیث پاک میں فرمایا گیا: قیامت کے دن سخت دھوپ ہوگی، مشکل وقت ہوگا، لوگ پسینے میں ڈوبے ہوں گے، ان میں سے چند لوگ ایسے ہوں گے جو اللہ رب العزت کے عرش کے سائے میں ہوں گے۔ وہ سات بندے اس دن جو عرش کے سائے میں ہوں گے، ان میں سے دو وہ ہوں گے:

هُمْ مُتَحَابُّوْنَ فِي اللّٰهِ۔ (جامع الحدیث: رقم ۱۹۲۶۴)

جو اللہ کی رضا کے لئے ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہوں گے۔

ان کی محبت کی بنیاد دین ہوگی۔ دین کی وجہ سے ایک دوسرے سے محبت رکھنا، یہ ایسا عمل ہے کہ اسی پر قیامت کے دن مغفرت ہو جائے گی۔ آپ سوچئے اللہ کے ہاں اس کا کیا مقام ہے؟ کہ "مَنْ اَحَبَّ لِلّٰهِ جس نے اللہ کے لئے محبت کی۔" (ج28ص 25)

برائی سے نفرت، برے سے نہیں

اس کا یہ مطلب نہیں کہ دل میں نفرت ہو، دل میں نفرت نہیں ہونی چاہئے۔ جو لوگ کچا پیاز کھاتے ہیں تو منہ کے اندر ایک بری سی مہک آجاتی ہے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ میں کچا پیاز اس لئے نہیں کھاتا:

انی اکرہ ریحھا۔ (مسلم، رقم: ۱۲۸۴) "میں اس کی بدبو کو ناپسند کرتا ہوں۔"

تو یہاں سے محدثین نے نکتہ نکالا، یہ نہیں فرمایا کہ میں پیاز کو ناپسند کرتا ہوں، فرمایا میں اس کی بدبو کو ناپسند کرتا ہوں، اس کا مطلب یہ کہ برے سے نفرت نہیں اس کی برائی سے نفرت ہونی چاہئے۔ کسی وقت بھی وہ برائی کو چھوڑ سکتا ہے۔ چنانچہ ہمارے مشائخ اللہ کی رضا کے لئے ایک دوسرے سے تعلق رکھتے تھے۔ (ج 28ص 34)

مخلص کون ہوتا ہے

چنانچہ فقیہ ابواللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے کہا کہ حضرت اخلاص کے بارے میں بڑا پڑھتے ہیں مثال دے کے سمجھائیں مخلص کون ہوتا ہے؟ انہوں نے کہا کہ بھئی! تم نے کبھی بکریاں چرائی ہیں؟ اس نے کہا: جی بھئی بکریاں چراتے ہوئے کبھی نماز کا وقت آیا؟ جی، تو پھر کیسے پڑھتے ہو؟ اس نے کہا کہ مصلی بچھا کے پڑھتا ہوں، ارد گرد بکریاں چر رہی ہوتی ہیں۔ اچھا جب تم نماز پڑھ لیتے ہو تو کیا تمہارے دل میں یہ طمع ہوتی ہے کہ بکریاں میری تعریف کریں گی اس نے کہا طمع تو کوئی نہیں بکریوں سے تو کوئی توقع ہی نہیں ہوتی، فرمانے لگے کہ جس طرح چرواہا بکریوں کے درمیان بیٹھ کر عبادت کرتا ہے اور اسے بکریوں سے تعریف کی کوئی توقع نہیں ہوتی مخلص بندہ لوگوں کے مجمع میں بیٹھ کر عبادت کرتا ہے اور اسے کوئی توقع نہیں ہوتی کہ لوگ میری عبادت کریں۔ یہ ہے اللہ کے لئے کرنا۔ (ج 28 ص 40)

خوف کی زینت

فرمایا کہ خوف کی زینت گناہ چھوڑنے میں ہے۔ کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے گناہ کو ترک کر دے۔ (ج 28 ص 116)

خوف میں دو قدم

پہلا قدم یہ ہے کہ انسان اپنی کوتاہیوں پر روئے۔ یہ اکثر طلبا کو حاصل ہوتا ہے، کام اگر غلط ہو جائے تو ندامت ہوتی ہے پھر روتے بھی ہیں، معافیاں بھی مانگتے ہیں یہ پہلا قدم ہے۔ الحمد للہ چلو ندامت تو ہے، نا روتے تو ہیں نا۔

مگر خوف کی وجہ سے رونا پہلا قدم اور خوف کی وجہ سے گناہ کو چھوڑ دینا یہ دوسرا اور بڑا قدم ہے۔ اللہ کا خوف دل میں ایسا بیٹھ جائے کہ انسان گناہ کو چھوڑ دے۔ اور گناہ کو چھوڑنا اللہ کو بڑا اچھا لگتا ہے۔ (ج 28 ص 116)

گناہ چھوڑنے پر عبادت میں لذت

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو انسان غیر محرم پر نظر ڈالنا چھوڑ دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس کو عبادت کی لذت عطا فرما دیتے ہیں۔ ہر گناہ کے چھوڑنے پر اللہ کی طرف سے انعام ملتا ہے۔ میرے بندے! تم نے یہ وقتی لذت چھوڑی میں اس کے بدلے تمہیں (دائمی) Permanant لذت عطا کرتا ہوں۔ اور میں نے ایک کتاب میں یہ بھی پڑھا کہ اگر کوئی آدمی کسی غیر محرم پر قابو پائے، موقع ہو کہ وہ گناہ کرنا چاہے تو کر سکتا ہو لیکن اللہ کے خوف سے چھوڑ دے، اللہ اس کے بدلے قیامت کے دن اپنے چہرے کا دیدار عطا فرمائیں گے۔ گناہ چھوڑنا اللہ کو بڑا پسند ہے، بڑا پسند۔ تو خوف کی زینت گناہ چھوڑنے میں ہے۔ اور اس لئے فرمایا:

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى. (النازعات:۴۰)

جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرے اور اپنے آپ کو خواہش سے روک لیا۔

دیکھا خوف کا اصل مقصد یہ ہے کہ نفس گناہوں کو چھوڑ دے۔ (ج 28 ص 116)

گناہ سے کیسے بچیں!

بعض نوجوان پوچھتے ہیں کہ جی گناہ سے بچنا تو بہت مشکل ہے، بلکہ آج کے دور میں تو گناہ سے بچنا ناممکن ہے۔ ایسی بات نہیں ہے، نیک روحیں آج بھی موجود ہیں اور آج بھی تقویٰ طہارت کی زندگی گزار رہی ہیں۔ آدمی گناہوں سے بچتا کیسے ہے؟ ذرا اس کی مثال سن لیجئے: اگر ایک آدمی آپ کے پاس ایک پلیٹ کے اندر مٹھائی لائے اور کہے کہ جی اس میں ایک چیز کے اندر زہر ہے باقی سب ٹھیک ہے، آپ کھائیے! تو کیا آپ کھانا شروع کر دیں گے؟ آپ ہاتھ بھی نہیں لگائیں گے۔ حالانکہ آپ کو پتہ ہے کہ فقط ایک چیز کے اندر زہر ہے باقی میں زہر نہیں ہے۔ مگر آپ کو یہ ڈر ہے کہ اگر میں نے ان کو کھا لیا تو ہو سکتا ہے جو کھا رہا ہوں اسی میں زہر ہو، میری تو جان چلی جائے گی۔ اب اس مٹھائی میں لذت بھی ہے، دل بھی چاہتا ہے کھانے کو، مگر آپ قریب نہیں جاتے، جس طرح جسمانی موت کے ڈر سے آپ اس مٹھائی کے قریب نہیں جاتے اسی طرح اللہ والے روحانی موت کے ڈر سے گناہ کے قریب نہیں جاتے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ پوری زندگی کا کیا کرایا ضائع ہو جائے گا۔ ہر بندے کو محنت کے ضائع ہونے کا افسوس ہوتا ہے۔ (ج 28 ص 177)

جنتی عورت کا حسن

عام لوگ وہاں کی حور وغلمان کی خوبصورتی کا سن کر بڑے حیران ہوتے ہیں۔ بھئی نوکر نوکر ہوتے ہیں، مالک مالک ہوتے ہیں، اگر خادموں کے حسن کا یہ عالم ہے تو سوچو کہ مالکوں کے حسن کا کیا عالم ہوگا؟ بس اتنا فرق ہے کہ اللہ تعالیٰ حیا کو پسند فرماتے ہیں:

اَلْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْاِيْمَانِ. (مسند احمد، ۹۳۳۳)

تو حیا کا تقاضا یہ تھا کہ جنتی عورتوں کی خوبصورتی کو واضح نہ کیا جاتا۔ اس لئے آپ قرآن مجید میں پڑھ کر دیکھیں تو حوروں کے حسن کو واضح کیا گیا ہے، موٹی آنکھوں والی ہوں گی، ایسی ہوں گی، ایسی ہوں گی لیکن مومنہ عورتوں کے بارے میں اتنا کہا گیا کہ وہ اپنے خاوندوں سے محبت کرنے والیاں ہوں گی، بہت اچھی ہوں گی۔ موٹی سی باتیں کر دیں، ان کے حسن کو کھولا نہیں گیا۔ کیوں؟ مرد کو غیرت آتی ہے کہ میری بیوی کا تذکرہ کوئی اور کیوں کرے؟ اللہ تعالیٰ نے چونکہ حیا کو غیرت کو پسند کیا، اس لئے مومنہ عورت کے حسن کو نہیں کھولا، حوروں کے حسن کو کھول دیا۔ مقصد کیا تھا کہ تم اندازہ لگا لو کہ جب خادمہ وہاں کی ایسی ہوں گی تو مالکہ وہاں کی کیسی ہوگی؟ الغرض کہ جنت میں کیا کیا نعمتیں اللہ تعالیٰ بندے کو دیں گے۔ (ج28ص219)

آج علم ظاہر کی اہمیت ہے

آج آپ اگر غور کریں تو صبح کے وقت ہمارے گھروں سے یہ جو ہماری بیٹے بیٹیاں کتابیں بستے ہاتھ میں لے کر نکلتے ہیں ان کی تعداد لاکھوں میں ہے۔ لاکھوں میں ان کی تعداد ہے لیکن رخ کدھر ہوتا ہے؟ سکولوں کالجوں کی طرف۔ اور قرآن اور حدیث پڑھنے والے کتنے ہوتے ہیں؟ ایک فیصد بھی نہیں ہوتے۔ اب جس قوم کے ایک فیصد بچے بھی قرآن اور حدیث پڑھنے کی طرف نہیں جاتے تو پھر اس قوم نے کس علم کو اہمیت دی ہے؟ علم ظاہر کو۔ اور اہمیت کیوں دے رہیں؟ اس لئے کہ اس سے پیسہ آتا ہے۔ اگر لوگوں کو پتہ ہوتا کہ دورۂ حدیث کر لینے سے پچاس ہزار روپیہ تنخواہ بن جائے گی تو پھر دار العلوم کے اندر لائنیں لگی ہوتیں، بیٹھنے کی جگہ ہی نہ ملتی۔ پھر ویٹنگ لسٹیں بنی ہوتیں۔ وزیر صاحب آ رہے ہوتے کہ جی میں بھی اپنے بیٹے کو عالم بنانا چاہتا ہوں لیکن مقصد کیا ہوتا؟ پچاس ہزار روپے۔ (ج28ص259)

عالم کا مقام

ارشاد فرمایا کہ علم والوں کے درجات اللہ رب العزت بڑھاتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ ظاہر میں انسان کے جسم میں جو دل کی حیثیت ہے معاشرے کے اندر وہی حال عالم کا بھی ہے۔ اگر انسان کا دل بیمار ہو جائے تو پورا جسم بیمار ہو جاتا ہے، دل کا مریض ہمیشہ قابل رحم ہوتا ہے، جسمانی مریض ہو یا روحانی مریض ہو۔ اسی طرح اگر عالم بگڑ جائے تو بھی مریض قلب کی طرح ہوتا ہے۔

قلب سقیم کی طرح ہوتا ہے، قابل رحم حالت ہوتی ہے اس کی۔ اگر کسی انسان کا دل صحت مند ہو تو بلڈ پریشر بھی ٹھیک ہوتا ہے اور صحت بھی اچھی رہتی ہے۔ اسی طرح اگر کسی معاشرے میں علماء ٹھیک ہوں صاحب علم اور ورع اور تقویٰ والے ہوں تو پھر پورے معاشرے کی کیفیت اور ہو جاتی ہے۔ دل کے بگڑنے سے انسان بگڑتا ہے اور دل کے سنورنے سے انسان سنورتا ہے۔ اسی طرح کہتے ہیں کہ علماء کے سنورنے سے معاشرہ سنورتا ہے اور علما کے بگڑنے سے معاشرہ بگڑتا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت اس امت کی کشتی کیسے ڈوبے گی؟ فرمایا علماء کے ذریعے سے۔

اس نے حیران ہو کے پوچھا کہ حضرت اس امت کی کشتی کنارے کیسے لگے گی؟ فرمایا: علماء کے ذریعے سے۔

تو وہ بڑا حیران ہوا کہ ڈوبے گی بھی علماء کی وجہ سے اور کنارے بھی لگے گی علماء کی وجہ سے۔ فرمایا: ہاں جو علمائے سو ہوں گے ان کی وجہ سے کشتی ڈوبے گی اور جو علمائے حق ہوں گے ان کی وجہ سے کشتی کنارے لگ جائے گی۔ یہ جو درباری ملا ٹائپ لوگ ہوتے ہیں، ان کی وجہ سے کشتی ڈوبے گی۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ علماء کی حیثیت دریا کی سی ہے اور عوام کی حیثیت نہر کی سی ہے، جب دریا کا پانی گدلا ہوگا تو نہروں میں بھی گدلا پانی آئے گا اور دریا کا پانی صاف ہوگا تو نہروں میں بھی صاف پانی آئے گا۔ (ج28ص260)

علماء کی تربیت کی ضرورت

آج پتہ کیا ہوتا ہے کہ جمعہ پڑھانا ہوتا ہے، کہتے ہیں دو چار اخبار لے آنا۔ اخباری جمعوں سے امت کی اصلاح تھوڑی ہوتی ہے؟ اب دو چار اخبار پڑھ کر جو جمعے کے خطبے میں تبصرے کردیئے جائیں گے تو ان تبصروں سے قوم کی اصلاح تھوڑی ہوگی۔ آپ جمعہ پڑھانے کے لئے مشکوٰۃ شریف کا مطالعہ کرتے، بخاری شریف کا مطالعہ کرتے، مسلم شریف کا مطالعہ کرتے تو سمجھ میں آتی بات کہ آپ قوم کو کچھ نعمت دے رہے ہیں۔ اخباری جمعے!! دو چار نعرے ہوں ہاں کے لگ گئے اور کہتے ہیں جی بس ہم نے بڑا کام کیا۔ اپنی حالت کیا ہوتی ہے؟ ملک کے صدر کو گالیاں نکالتے ہیں اور مسجد کے صدر سے ڈر رہے ہوتے ہیں، مسجد کے صدر کے سامنے خود جھک رہے ہوتے ہیں، پتہ ہے کہ یہ نکال دے گا۔ اب توحید کہاں گئی؟ تو اس لئے اہل علم کی اصلاح زیادہ اہم ہے کہ وہ آگے معاشرے کی اصلاح کرنے والے ہیں۔ اس کو کہتے ہیں Trained the treiner کہ جو آگے تربیت دینے والا ہو تم اس کو تربیت دے دو۔ (ج28ص262)

بے دینوں کی غلط فہمی

چنانچہ ہم نے دیکھا کہ ایک آدمی مفتی صاحب سے بات کر رہا تھا، بات کرتے ہوئے مفتی صاحب سے کہنے لگا آپ کچھ پڑھے لکھیں بھی ہیں؟ اب اندازہ لگایئے! وہ بات مفتی صاحب سے کر رہا ہے اور پھر کہتا ہے آپ کچھ پڑھے لکھے بھی ہیں۔ کتنی سوچ میں تبدیلی آ گئی کہ جس شخص نے قرآن وحدیث کے علوم کو اپنے سینے میں سمیٹ لیا، اس سے پوچھ رہے ہیں کہ مفتی صاحب آپ کچھ پڑھے ہوئے بھی ہیں؟ یعنی وہ انگریزی کی کٹ مٹ جو وہ پڑھا ہوا ہوگا، یہ اس کو پڑھا لکھا سمجھتے ہیں ورنہ اس کو جاہل سمجھتے ہیں۔ حقیقت میں جو دین کی اہمیت کو نہ سمجھتے ہوں، جو آخرت سے غافل ہوں، اللہ تعالیٰ سے غافل ہوں، وہ جتنی بھی معلومات اکٹھی کرلیں وہ سارے کے سارے بے دین لوگ ہوتے ہیں۔ (ج28ص264)

ظاہری علوم کا حصول بھی واجب ہے

یاد رکھیں کہ آفاق کا علم حاصل کرنا یہ واجب ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس علم کی وجہ سے کافر مسلمانوں پر غالب آسکتے ہوں اس علم کا حاصل کرنا مسلمانوں پر واجب ہے۔ دیکھو! یہ ہے اصل نکتہ۔ اگر مسلمان مغلوب ہو جاتے ہیں کسی وجہ سے اور اسلام کا پرچم نیچا ہو جاتا ہے کسی وجہ سے تو فرمایا کہ تم وہ علم حاصل کرو جس سے وہ غالب آسکتے ہیں اور اعلائے کلمہ کیلئے نکلو! تو جس علم کی وجہ سے کافر مسلمانوں کے اوپر غالب آسکتے ہیں، اس علم کا حاصل کرنا واجب ہے۔ (ج28 ص270)

دل کا کام

جسم کے ہر عضو کا کوئی نہ کوئی کام ہے۔ آنکھ سے ہم دیکھتے ہیں، کان سے سنتے ہیں، زبان سے بولتے ہیں، ناک سے سونگھتے ہیں۔ اسی طرح ہاتھ پاؤں کے بھی اپنے اپنے کام ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ دل کا کیا کام ہے، محبت کرنا۔ ہر انسان کا دل کسی نہ کسی سے محبت ضرور کرتا ہے۔

دل بحر محبت ہے محبت یہ کرے گا — لاکھ اس کو بچا تو یہ کسی پر تو مرے گا

پتھر سے ہو خدا سے ہو یا پھر کسی سے ہو — آتا نہیں ہے چین محبت کئے بغیر

دنیا میں کوئی انسان ایسا نہیں جو یہ کہے کہ مجھے کسی سے محبت نہیں ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اللہ رب العزت سے محبت ہے، یا مخلوق کے ساتھ محبت ہے۔ (ج29 ص21)

محبت کسے کہتے ہیں؟

''محبت'' دل کی ایک کیفیت کا نام ہے۔ یہ کیا ہوتی ہے؟ کہ بندے کو کوئی چیز پسند آ جائے...... کوئی بندہ پسند آ جائے، یا اللہ رب العزت کے ساتھ تعلق جڑ جائے...... پھر ہر وقت بندے کا دھیان اسی کی طرف رہتا ہے۔ دل چاہتا ہے کہ بس اسی کو دیکھتے رہیں۔

بچپن کے زمانے میں ہم پنجابی زبان میں ایک نعت سنا کرتے تھے:

ایسا نقش ہکے تیرا محبوبا! جدوں ویکھا تے سامنے توں ہوویں
اکھاں میٹاں تے تیری شکل دسے، اکھاں کھولاں تے سامنے توں ہوویں

دل کی اس کیفیت کا نام محبت ہے۔ (ج29 ص21)

گناہ کرنا اللہ کو اذیت دینا ہے

جب بندہ گناہ کرتا ہے تو وہ اللہ رب العزت کو بڑی تکلیف پہنچاتا ہے۔ اسی لئے اللہ کا نام ہے "صَبُوْر" صبر کرنے والا۔ جیسے بچہ نافرمانی کرے تو ماں باپ کا دل دکھتا ہے اسی طرح جب بندہ گناہ کرتا ہے اور بے پردہ ہو کر گھر سے باہر پھرتا ہے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچاتا ہے۔

ایک بندے نے دوسرے کو ناحق قتل کر دیا تو اللہ کو تکلیف پہنچائی۔ چوری کر لی تو اس نے اللہ کو ایذا پہنچائی۔ تو اللہ تعالیٰ کا نام "صَبُوْر" ہے۔ کیا مطلب؟ کہ باوجود اس کے کہ بندہ گناہوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچا رہا ہوتا ہے اور اللہ رب العزت اس کو عذاب دینے میں جلدی نہیں کرتے، بلکہ صبر کر رہے ہوتے ہیں کہ شاید میرا بندہ باز آ جائے۔ اس لئے علماء نے لکھا ہے:

"اَلصَّبُوْرُ فِی الصحیح لَیْسَ اَحَدٌ اَصْبَرُ عَلٰی اَذٰی مِنَ اللّٰہِ"

"اذیت پر صبر کرنے میں اللہ سے بڑا کوئی نہیں ہے"۔ (ج29 ص49)

ایک نکتے کی بات

ایک نکتے کی بات سنیے۔ جیسے میاں بیوی کا ایک تعلق ہوتا ہے تو بیوی چاہتی ہے کہ خاوند محبت کا اظہار کرے۔ چنانچہ جو خاوند محبت کا اظہار نہیں کرتے ان کے بارے میں بیویوں کو شکوے ہوتے ہیں۔ وہ چاہتی ہیں کہ اگر خاوند کے دل میں محبت ہے تو پھر یہ محبت کا اظہار بھی کریں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی پسند فرماتے ہیں کہ بندہ اللہ رب العزت سے اپنی محبت کا اظہار کرے۔ نوافل کے ذریعے کرے، تلاوت کے ذریعے کرے، سچ بولنے کے ذریعے کرے، نیکی تقویٰ کے ذریعے کرے، اللہ سے اپنی محبت کا اظہار ضرور کرے کہ اے اللہ! میں واقعی آپ سے ایسی محبت کرتا ہوں۔ (ج29 ص65)

ہر نماز امام کے پیچھے

حضرت قاری رحیم بخش پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے تھے کہ میں ایک مرتبہ حج کے لئے گیا تو جتنے دن مجھے وہاں رہنے کا موقع ملا میری ہر نماز تکبیر اولیٰ کے ساتھ پہلی صف میں امام کے پیچھے ادا ہوئی۔ میں نے کوئی نماز دوسری صف میں بھی ادا نہیں کی۔ اب سوچئے کہ ہر نماز پہلی صف میں امام کے پیچھے ادا کی۔ مجھے تو لگتا تھا شاید وہ فجر سے پہلے وضو کرنے جاتے ہوں گے اور پھر عشاء کے بعد وضو کرنے جاتے ہوں گے۔ ظہر سے لے کر عشاء تک اسی وضو سے نمازیں پڑھتے ہوں گے۔ ایسا لگتا ہے کہ بس حرم میں ہی بیٹھے رہتے تھے۔ ہمارے بزرگوں نے یہاں ایسا وقت گزارا۔ (ج 29 ص 81)

مجاہدہ کے بعد مشاہدہ

اکابرین حضرات مجاہدے تو کرتے تھے اور پھر مشاہدے بھی تو کرتے تھے۔ آج اگر مجاہدہ نہیں تو پھر مشاہدہ بھی تو نہیں ہے۔ دن گزر جاتے ہیں اور جیسے آتے ہیں ویسے کے ویسے رہتے ہیں، اپنے دل میں کوئی تبدیلی نہیں محسوس کرتے۔ یہ بھی تو شکوہ ہوتا ہے کہ مجھے اپنے اندر کچھ محسوس نہیں ہو رہا۔ اصل میں کہنے والا کہہ رہا ہوتا ہے کہ جی میں کیا کروں میری آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی ہے مجھے کچھ نظر نہیں آرہا

آنکھ والا تیرے جلووں کا تماشا دیکھے
دیدۂ کور کو کیا آئے نظر، کیا دیکھے

(ج 29 ص 83)

اللہ کی محبت کا عالم

سچی بات کہتا ہوں۔ دل کی بات کہتا ہوں کہ اس دنیا میں جتنا اللہ رب العزت کو چاہا گیا۔ جتنا اللہ رب العزت سے محبت کی گئی جتنا اللہ رب العزت کو تنہائیوں میں پکارا گیا جتنا اس کے سامنے دامن پھیلائے گئے جتنا اسے خلوتوں میں یاد کیا گیا اور جتنا اس کی محبتوں میں آنسو بہائے گئے اور جتنی اس کی محبت میں گردنیں کٹوائی گئیں کوئی اور ہستی جہاں میں ایسی نہیں جس کو مخلوق میں اتنی زیادہ محبت دی گئی ہو۔ یہ شان صرف اس پروردگار عالم کی ہے جو مخلوق اس پر قربان ہوئے جا رہی ہے۔ کاش! اللہ تعالیٰ ہمیں بھی وہ جذبہ عطا فرمائے کہ ہم بھی اس جذبے کے ساتھ کچھ پا کے یہاں سے واپس جائیں۔ (ج 29 ص 88)

یقین پختہ کر لیجئے

یقین اسے کہتے ہیں کہ انسان کسی چیز کے بارے میں پکا گمان کر لے۔ مثال کے طور پر: ایک آدمی سانپ کو دیکھ کر دور بھاگتا ہے، کیونکہ اس کے دل میں یہ یقین ہوتا ہے کہ اگر سانپ ڈس لے تو اس کے زہر کی وجہ سے وہ موت کا شکار ہو جاتا ہے۔ حالانکہ دیکھنے میں سانپ کتنا خوبصورت ہوتا ہے! اس پر اتنا اچھا ڈیزائن بنا ہوتا ہے کہ اسے پکڑنے کو جی چاہتا ہے، مگر اسے کوئی بندہ بھی ہاتھ نہیں لگاتا، بلکہ اس سے دور بھاگتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے ذہن میں یہ بات بیٹھ چکی ہوتی ہے کہ اس سے جان کا خطرہ ہے۔ اسی طرح جب دین پر یقین پختہ ہو جاتا ہے تو انسان گناہوں کے قریب بھی نہیں جاتا، کیونکہ اسے یقین ہوتا ہے کہ اس میں ایمان کا خطرہ ہے۔ ہمارے دل میں یہ بھی پکا یقین ہونا چاہئے کہ

مقدر کا رزق ضرور مل کر رہتا ہے۔ زکوٰۃ سے انسان کا مال محفوظ رہتا ہے۔

حرام مال سے اولاد نافرمان ہو جاتی ہے۔ سود کی ملاوٹ سے مال ناپاک ہو جاتا ہے۔

عزت اور ذلت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتی ہے۔

موت کا ایک وقت متعین ہے، اس سے پہلے نہیں آ سکتی۔ (ج 29 ص 142)

قرآن پاک کی برکت

تو جہاں کسی کو اٹھایا گیا اس کو عزتیں ملیں غور کریں تو اس کے پیچھے یا تو کسی عاشق قرآن کی دعائیں ہوں گی یا پھر وہ بندہ خود عاشق قرآن ہوگا۔ (ج 29 ص 181)

تکبر کا گناہ

حدیث پاک میں آتا ہے: چند گناہ ایسے ہیں جن کا گناہ آخرت میں بھی ہوگا مگر اس دنیا میں بھی ہوگا۔ ان میں سے ایک گناہ ہے تکبر، فرمایا:

اللہ تعالیٰ متکبر کو اس وقت تک موت نہیں دیتے جب تک دنیا میں اس کو لوگوں کے سامنے ذلیل و رسوا نہیں کرتے۔ اللہ اکبر کبیراً! (ج 29 ص 207)

شکستہ دل کی قدر ومنزلت

جب انسان اپنے عیوب پر نظر ڈالتا ہے تو پھر اسے اپنی اوقات کا پتہ چلتا ہے۔ پھر اس کا دل ٹوٹتا ہے کہ مجھے جیسے ہونا چاہئے تھا میں نہ بن سکا۔ یہ دل کا ٹوٹنا اللہ کی ایک نعمت ہے۔

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: دنیا میں ہر چیز کی قیمت ٹوٹنے سے گھٹتی ہے سوائے دل کے۔ دل کی قیمت ٹوٹنے سے بڑھ جاتی ہے۔''

تو بچا بچا کے نہ رکھ اسے تیرا آئینہ ہے وہ آئینہ
کہ شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہ آئینہ ساز میں

جب بندے کا دل ٹوٹتا ہے تو اللہ کو بندے پہ پیار آتا ہے۔

حلیۃ الاولیاء میں ہے: ''حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے اللہ! میں آپ کو کہاں ڈھونڈوں؟'' ''فرمایا: تم مجھے ٹوٹے ہوئے دلوں میں ڈھونڈو، میں ٹوٹے ہوئے دلوں میں رہتا ہوں''۔ (ج29 ص226)

آب حیات

قرآن مجید، فرقان حمید کے بارے میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ. (ابراہیم:۱)

''یہ ایسی کتاب ہے جسے ہم نے آپ کی طرف نازل کیا تاکہ آپ انسانوں کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لائیں۔''

تو معلوم ہوا کہ قرآن مجید، فرقان حمید، اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لانے والی کتاب، قعر مذلت میں پڑے ہوؤں کو اوج ثریا پہ پہنچانے والی کتاب، بھولے بھٹکوں کو سیدھا راستہ دکھانے والی کتاب حتیٰ کہ یہ انسانیت کے لئے آب حیات ہے۔

اس کتاب کا دیکھنا بھی عبادت، چھونا بھی عبادت، پڑھنا بھی عبادت، پڑھانا بھی عبادت، سمجھنا بھی عبادت، سمجھانا بھی عبادت، سننا بھی عبادت، سنانا بھی عبادت، اور اس کتاب پر عمل کرنا، دنیا کی سب سے بڑی عبادت ہے۔ (ج29 ص251)

قرآن مجید سمجھنے کے دو درجے

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن مجید کے ساتھ سچی محبت نصیب فرمائے تا کہ ہم اس کو سمجھ کر پڑھیں اور اپنی زندگی میں اس کو لاگو کر سکیں۔

قرآن مجید سمجھنے کے دو درجے (Levels) ہیں۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک درجہ (Level) تو ہے علماء کا۔ اس تک پہنچنے کے لئے تو اسپیشلائزیشن کرنی پڑے گی (تمام علوم پر عبور حاصل کرنا پڑے گا)۔ آٹھ دس سال پڑھیں گے، پھر سترہ علوم پر محنت ہوگی، تب جا کے ہمیں قرآن مجید کی حقیقت سمجھ میں آئے گی اور ہم اس میں سے مسائل اخذ کر سکیں گے۔ اور ایک ہے عام بندے کا لیول۔ وہ اتنا ہی ہونا چاہئے کہ اگر امام قرأت کر رہا ہے تو بس بندے کو پیچھے کھڑے ہوئے یہ پتہ چلے کہ یہاں جنت کا تذکرہ ہے اور یہاں جہنم کا تذکرہ ہے، یہاں اللہ نے اس بات کا حکم دیا ہے اور یہاں اس نے اس چیز سے منع کیا ہے۔ یعنی انسان کو موٹا موٹا پتہ چلتا جائے کہ حکم کیا جا رہا ہے۔ یہ عوام الناس کا درجہ (Level) کہلاتا ہے اور اس کو سمجھنا بہت آسان ہے۔

وہ کیسے؟...... ذرا توجہ فرمائیے گا، بات بہت قیمتی ہے...... آج کے زمانے میں پورے قرآن مجید کے الفاظ کو گنا جا چکا ہے۔ قرآن مجید کی آیات 6666 ہیں اور پورے قرآن مجید کے الفاظ 84000 سے کچھ زیادہ ہیں۔ لیکن مزے کی بات یہ ہے کہ ان میں سے اکثر الفاظ وہ ہیں جو قرآن مجید میں بار بار آتے چلے گئے۔ مثال کے طور پر: اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ یہ سات سو مرتبہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا، یہ 86 مرتبہ آیا ہے، لیکن لفظ تو ایک ہی ہے نا۔ تو جس کو ایک جگہ پر معنی کا پتہ چل گیا اس کو سب جگہوں پر معنی کا پتہ چل گیا۔

اب اس سے بھی زیادہ عجیب بات سنیں کہ وہ مختلف الفاظ جو قرآن مجید میں استعمال ہوئے، ان کو بھی گنا جا چکا ہے ان کی تعداد صرف 2000 ہے۔ یعنی صرف 2000 مختلف الفاظ کے ساتھ پورے قرآن مجید کی گفتگو ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہم 2000 الفاظ کے معانی پڑھ لیں تو ہمارے لئے قرآن مجید کو سمجھنا آسان ہو جائے گا۔

اس میں ایک اور لطف کی بات بھی ہے: جو لوگ اردو زبان بولتے ہیں، ان کے لئے اور بھی آسانی ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کے 500 الفاظ اردو زبان میں استعمال ہوتے ہیں، مثلاً: قبر، حشر، روح، بدن، قلم، کتاب، عرش، کرسی، تقویٰ، زہد، توکل، جن، انسان، جنت، جہنم۔

ان 2000 الفاظ میں سے 500 اردو زبان میں استعمال ہوتے ہیں۔ باقی کتنے رہ گئے؟ باقی 1500 الفاظ رہ گئے ہیں۔ تو کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم ساری زندگی میں قرآن مجید کے 1500 الفاظ کے معانی بھی نہ سیکھ سکے۔ اگر ہم سے یہ سوال کر لیا گیا کہ تم ڈاکٹر تھے، انجینئر تھے، میجر تھے، بزنس مین تھے، تمہیں ہم نے ٹریلین آف برین سیلز جو دیئے تھے، تم ان سے بزنس پلاننگ کرتے تھے، تم اپنا کام خوب اچھی طرح کرنا جانتے تھے۔ کیا میری کتاب کے صرف 1500 الفاظ کو سمجھنے کے لئے بھی تمہارے پاس فرصت نہیں تھی؟ تو ہم کیا جواب دیں گے؟ اگر ہم روزانہ ایک نماز کے بعد ایک لفظ کا ترجمہ پڑھیں تو ایک دن میں پانچ لفظوں کا ترجمہ ہو جائے گا۔ اس طرح ہم قرآن مجید کا یہ لیول آف انڈرسٹینڈنگ (سمجھنے کا درجہ) حاصل کر سکتے ہیں۔ اب بتائیں کہ کیا کوئی بندہ کل یہ کہہ سکے گا کہ مجھے فرصت نہیں ملی تھی؟

ہمیں چاہئے کہ ہم قریب میں کسی عالم سے مدد (Help) لے کر اس کو استاد بنا کر قرآن مجید کو سیکھنا شروع کر دیں۔ کیونکہ استاد کے ذریعے انسان غلطیوں سے بچ جاتا ہے اور بغیر استاد کے انسان کی بنیاد ہی نہیں ہوتی۔ بہر حال! ہم چند مہینوں میں قرآن مجید کا فرسٹ لیول آف انڈرسٹینڈنگ (سمجھنے کا پہلا درجہ) حاصل کر لیں گے۔ پھر اگر قرآن مجید کی تلاوت ہو رہی ہو گی تو ہمیں پتہ چل رہا ہو گا کہ اللہ کا فرمان ہم سے کیا کہہ رہا ہے؟ (ج 29 ص 283)

خشیت کا مطلب

ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا۔

”بے شک علماء ہی اللہ رب العزت سے ڈرتے ہیں“

خشیت کا مطلب ہوتا ہے کسی کی ناراضگی کے ڈر سے اس کی حکم عدولی سے بچنا، نافرمانی سے بچنا اور اس کو راضی کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش کرنا۔ (ج 30 ص 21)

خوف اور خشیت میں فرق

خوف اور خشیت میں فرق ہوتا ہے خوف کہتے ہیں کسی کا ڈر ہونا، خشیت میں اگر کوئی روٹھ جائے تو یہ سزا بھی کافی ہوتی ہے۔ تو علماء کے دل میں صرف خوف نہیں ہوتا کہ ہمیں سزا ملے گی بلکہ یہ اللہ رب العزت کی ناراضگی سے ڈر جاتے ہیں اور گناہوں سے بچ جاتے ہیں۔ (ج 30 ص 21)

شیطان کی اطاعت۔ مثال سے وضاحت

اس کی مثال یوں سمجھئے! کہ ایک وقت کا بادشاہ ہے اس نے اپنی ملکہ کو بہت خوش رکھا ہوا ہے، وہ ملکہ اس بادشاہ کے محل میں آرام، آسائش وسکون کی زندگی گزار رہی ہے۔ اب اس ملکہ کو کوئی چوڑا چمار بھنگی جو صورت کا بھی اچھا نہ ہو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کرے تو وہ عورت کبھی سوچ بھی نہیں سکتی کہ اس کے ذہن میں یہ ہوگا کہ میں اپنے ایسے خاوند کو ناراض کروں جس نے میری زندگی کو جنت بنایا ہوا ہے۔ اس کے ذہن میں ایک لمحہ کے لئے بھی یہ خیال نہیں آسکتا کہ میں اس بدصورت بھنگی کی طرف بھی توجہ کروں۔ بالکل اسی طرح ایک طرف اللہ رب العزت کی ذات ہے اور دوسری طرف شیطان۔ یہ بدصورت بھنگی شیطان ہمیں اپنی طرف متوجہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تم اس کی عبادت کو چھوڑو اور میری عبادت کرنے والے بن جاؤ۔ جب ہم اللہ تعالیٰ کے راستے کو چھوڑ کر اس گندے شیطان کے پیچھے چلتے ہیں تو اللہ رب العزت ایسے بندوں پر حیران ہوتے ہیں پھر اس کو یاددہانی کرواتے ہوئے فرماتے ہیں:

اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ. اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ. وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ. هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ. اللہ تعالیٰ اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں۔

''اے میرے بندو! کیا ہم نے تم سے عہد نہیں لیا تھا کہ تم شیطان کی بندگی نہیں کرو گے ایک ہماری عبادت کرو گے جو سیدھا راستہ ہے۔''

تو اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں اور ہم نبی علیہ السلام کے راستے کو چھوڑ کر رسم ورواج کے پیچھے چلتے ہیں۔ (ج 30 ص 24)

ایک گراں قدر ملفوظ

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اگر علماء تقویٰ پر عمل کریں گے تو عوام الناس فتویٰ پر عمل کریں گے۔

اگر علماء فتویٰ پر عمل کرنا شروع کر دیں گے تو عوام الناس مکروہات پر عمل کریں گے اور اگر علماء مکروہات پر بھی عمل شروع کر دیں تو عوام الناس کبائر کے مرتکب ہوں گے۔ اگر علماء کبائر کے مرتکب ہوں گے تو عوام الناس کفر کا ارتکاب کیا کریں گے۔ (ج 30 ص 26)

ایک عجیب بات

ہمارے بزرگوں نے ایک عجیب بات کہی:

"اگر تو چاہے کہ اللہ کے ہاں اپنا مقام معلوم کرے تو دیکھ کہ تیرے دل میں قرآن کا کیا مقام ہے" تم قرآن کے ساتھ کتنا وقت گزارتے ہو؟ سمجھنے میں، عمل کرنے میں۔

اگر گھر کے لوگوں میں سے پورے دن میں ایک بندہ بھی قرآن نہیں کھولتا تو پھر محبت کے دعوے کہاں کے؟

اگر کہیں کہ روز قرآن مجید کی تلاوت کرو، تو پڑھنا ہی مشکل ہوتا ہے۔ کہتے ہیں: جی ایک دفعہ مشکل سے پڑھا جاتا ہے۔ (ج 30 ص 87)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

لو طهرت قلوبكم ما شبعتم من كلام ربكم.

"اگر تمہارے دل صاف ہوتے تو قرآن مجید پڑھنے سے تمہارے دل کبھی بھرتے"۔ (ج 30 ص 87)

محبوب کل جہاں کا مقام محبوبیت

اس مبارک دیس کو بسانے والے، اس کو شان دلانے والے حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بہت بلند ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم امام الانبیاء، امام الملائکہ اور محبوب کل جہاں تھے۔ یاد رکھئے کہ ان کی نبوت کو ڈوبتے سورج نے پلٹ کر مانا، چاند نے دو ٹکڑے ہو کر مانا، زمین نے زلزلے روک کر مانا، پتھروں نے کلمہ پڑھ کر مانا، نباتات نے رو رو کر مانا، حیوانات نے گردنیں کٹوا کر مانا، انسانوں اور جنوں نے کلمہ پڑھ کر مانا، اور جن کافروں نے اپنی زبان سے نہ مانا انہوں نے اپنے دل سے مانا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَ هُمْ.

"یہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹے کو پہچانتے ہیں۔" (ج 30 ص 107)

مسجد نبوی میں ائمہ اربعہ کے نام

اگر حرم میں اندر جائیں جہاں چھتریاں لگی ہوئی ہیں وہاں اگر دیکھیں تو ائمہ اربعہ کے نام لکھے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یعنی چاروں اماموں کے نام:

(۱) امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ　(۲) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ

(۳) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ　(۴) امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

اور یہ وہ دیوار ہے جو عبدالعزیز کے زمانے میں بنی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے مقامی حکومت کے نزدیک بھی ائمہ اربعہ کی تقلید ایک ضروری عمل ہے۔ اس لئے تو انہوں نے مسجد نبوی کے اندر نام لکھوائے۔ (ج 30 ص 109)

روٹی کی فکر

آج کے مادی دور میں انسان نے روٹی اور رزق کو نصب العین بنا لیا ہے۔ روٹی کو اتنی اہمیت کبھی بھی حاصل نہیں تھی جتنی اہمیت آج حاصل ہے۔ اس لئے روٹی کمانے کے پیچھے وہ اپنے

مالک کو ناراض کر بیٹھتا ہے۔ حلال اور حرام کی تمیز ختم کر دیتا ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ ایک دوڑ لگی ہوئی ہے اور ہر بندہ پہلے سے زیادہ روٹی حاصل کرنے کے چکر میں ہے۔ اور یہ بات بھی ساتھ ہے کہ جتنی پیٹ بھرے کی بیماریاں آج ہیں تاریخ میں پہلے اتنی کبھی نہیں ہوتی تھیں۔ مثال کے طور پر

بلڈ پریشر نمک زیادہ کھانے سے۔ ذیابیطس (شوگر) چینی زیادہ کھانے سے۔

دل کے امراض چربی زیادہ کھانے سے پیدا ہوتے ہیں۔

چنانچہ اگر آپ غور کریں تو زیادہ کھا کر مرنے والوں کی تعداد کم کھانے کی وجہ سے مرنے والوں سے بہت زیادہ ہے۔ (ج 30 ص 139)

صرف پیٹ بھرنا ہی کام نہیں

بھئی صرف پیٹ کو بھر لینا ہی کام نہیں ہے۔ حدیث مبارکہ میں آیا ہے:

اکثر شبعا فی الدنیا اکثر جو عا فی الاخرۃ.

”جو بندہ دنیا میں اکثر پیٹ بھرا رہے گا وہ آخرت میں اکثر خالی پیٹ رہے گا“

اس لئے صرف پیٹ کو بھر لینا ہی مقصد زندگی نہیں ہونا چاہئے۔ ہاں! جو انسان کی ضرورت ہو، اس کو ضرورت کے درجے میں پورا کرنا چاہئے۔ (ج 30 ص 144)

اللہ کی تقسیم پر راضی رہیں

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيْشَتَهُمْ.

”ان کے درمیان معیشت کو ہم نے تقسیم کیا“۔

اس لئے مومن اللہ کی تقسیم پر راضی رہے وہ اپنی طرف سے پسینہ بہائے۔ یہ انسان کی ذمہ داری ہے۔ اس کے بعد دال ساگ بھی مل جائے تو اللہ کا شکر ادا کرے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کو فرمایا گیا: اے داؤد! اگر تجھے کھانے میں کبھی سڑی ہوئی سبزی ہی مل جائے تو سبزی کو نہ دیکھنا، اس بات کو دیکھنا کہ میرے پروردگار نے جب رزق کو تقسیم کیا تو میں بھی اسے یاد تھا۔ بھیجنے والا تو وہ ہے نا اس نے یاد رکھا، اس سے بڑی اور کیا بات ہو سکتی ہے۔ (ج 30 ص 147)

بایزید بسطامیؒ کا یقین کامل

بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے کہا: حضرت! کیا کریں، رزق کی بڑی پریشانی ہے۔ فرمایا: تم اپنے گھر جاؤ اور تمہیں اپنے گھر میں جو بندہ ایسا نظر آئے کہ اس کا رزق تمہارے ذمے ہو، اس کو تم بازو سے پکڑ کر گھر سے نکال دو اور جس کا رزق خدا کے ذمے ہے، اس کی تمہیں کیا پروا؟ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: ''اگر اللہ تعالیٰ ساری مخلوق کو میری عیال بنادے اور ساری زمین کو تانبے کی بنادے اور آسمان سے بارش کا ایک قطرہ بھی نہ ٹپکے تو بھی اتنے عیال کی روزی کی پریشانی نہیں، میرا مولا روزی پہنچادے گا۔ (ج30ص149)

پاکیزہ زندگی کا راز

شریعت نے جو ہمیں احکام دیے ہمارے فائدے کی خاطر دیے پابندیاں لگا دینے سے اللہ کا فائدہ نہیں ہے اس میں بندے کا اپنا فائدہ ہے اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ میرے بندے پاکیزہ زندگی گزاریں۔ شریعت انسان کو پاکیزہ کر دیتی ہے جسم کو بھی اور اس کے من کو بھی۔ یہ عجیب لطف کی بات ہے جتنا شریعت کے مطابق عمل ہوتا جائے گا اتنا زندگی پاکیزہ ہوتی جائے گی اور اس کی دلیل قرآن عظیم الشان میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ

کہ ہم نے جو شریعت کے احکام دیئے تمہیں مشکل میں ڈالنا اس کا مقصد نہیں ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ تم پاک ہو جاؤ۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ تو انسان احکام شریعت پر محبت کے ساتھ عمل کرے۔ بھئی دیکھیں بچے کو ماں دھو رہی ہوتی ہے صابن لگا رہی ہوتی ہے بچہ تو رو ہی رہا ہوتا ہے نا تو ماں ظالم تو نہیں نا۔ ماں کو تو پیار ہے وہ نجاست نہیں دیکھ سکتی اس کے بدن پر۔ یہ حال شریعت کا کہ شریعت نجاست پسند نہیں کرتی ہمارے جسموں پر، گناہوں کی ہو یا ظاہر کی اس لئے شریعت کہتی ہے کہ تم اپنے آپ کو پاک کرو ہم کہتے ہیں کہ نماز مشکل فلاں مشکل فلاں مشکل کچھ مشکل نہیں ہے اس سے انسان خود پاک ہوتا ہے اور پھر اگر اس کے دل میں اللہ کی یاد آجائے تو زندگی پوری عبادت بن جاتی ہے۔ (ج30ص188)

تقویٰ سے دل کو شفا

یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ ایک بڑی خوبصورت بات فرماتے ہیں:

الا قدر الخروج من الذنوب تکون الافاقۃ للقلوب .

جتنا گناہوں سے انسان نکلے گا اتنا دل کے مرض کو افاقہ ہوتا جائے گا۔ (ج34ص170)

قبر کا مونس انسان کے نیک اعمال

شیخ زروق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

من عرف وحشۃ فی القبر طلب ما یونسہ فیہ ولیس الا صالح عملہ.

جو قبر کی وحشت جانتا ہے، وہ قبر میں کوئی نہ کوئی اپنے لئے مونس چاہے گا (مددگار دل لگانے والا چاہے گا) اور نیک عملوں کے سوا قبر میں دل لگانے والا کوئی نہیں ہوسکتا۔

ومن عرف وقوفہ بین یدی اللہ استحی منہ ان یراہ حیث نہاہ.

اور جو قیامت کے دن اللہ رب العزت کے سامنے کھڑے ہونے کو جانتا ہے تو وہ حیا کرے گا کہ اللہ اس کو ایسا کام کرتا ہوا دیکھے جس کام سے اللہ نے اس کو منع کر دیا ہو۔

تو ہم گناہوں سے بچیں تا کہ قیامت کے دن اللہ کے سامنے شرمندگی نہ ہو، نیک اعمال کریں تا کہ قبر میں ہمیں تسلی دینے والے ساتھی مل جائیں۔ (ج34ص176)

ترک دنیا کا اصل مفہوم

ترک دنیا کا لفظ جو کتابوں میں مشائخ نے لکھا ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دنیا سے چل کر غار میں چلے جاؤ اور وہاں بیٹھ کر اللہ کی عبادت کرو۔ ہمارے حضرت فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف راستہ جنگلوں اور غاروں سے ہو کر نہیں جاتا ان گلی کوچوں اور بازاروں سے ہو کر جاتا ہے۔ ہم نے اسی دنیا میں رہنا ہے اور اسی دنیا کی ذمہ داریوں کو پورا کرنا ہے مگر غافل نہیں ہونا، جو چیز اللہ سے غافل کرے وہ ہماری دشمن ہے۔ اس کو کہتے ہیں ترک دنیا۔ ترک دنیا کی حقیقت کیا ہے؟ ترک زینت دنیا ہے کہ دنیا کی زینت کو چھوڑ دینا انسان جو کرے اللہ کے لئے کرے۔

"بڑا کام کرنے کے لئے دل بڑا ہونا چاہئے"

لہٰذا شادی کے بعد نوجوانوں کو چاہئے کہ وہ اپنا دل بڑا کرلیں اور زندگی کے ہر قسم کے حالات میں ایک دوسرے کے ساتھ محبت و پیار کی زندگی گزارنے کی کوشش کریں اسی سے کامیابی ہوجائے گی۔ (ج30ص235)

علم حدیث کی فضیلت

احادیث مبارکہ کا علم حاصل کرنا اللہ رب العزت کے ہاں بڑا مرتبہ رکھتا ہے، چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

نَضَّرَ اللّٰہُ اِمْرَاءً سَمِعَ مَقَالَتِیْ فَوَعَاھَا ثُمَّ اَدَّعَھَا کَمَا سَمِعَھَا۔

"اللہ تعالیٰ اس شخص کے چہرے کو تروتازہ رکھے جس نے میری بات کو سنا محفوظ کیا اور اسے دوسرے لوگوں تک اسی طرح پہنچا دیا۔"

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ خُلَفَائِی۔

"اے اللہ میرے خلفاء پر رحم فرما۔"

قِیْلَ وَمَنْ خُلَفَائِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ۔

پوچھا گیا کہ اے اللہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے خلفاء کون ہیں؟

قَالَ الَّذِیْنَ یَرْوُوْنَ اَحَادِیْثِی۔

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ جو میری احادیث کی آگے روایت کریں گے۔ وہ میرے نائب اور میرے خلفا ہوں گے۔"

جس زبان فیض ترجمان سے ہمیں اللہ کا قرآن ملا اس زبان فیض ترجمان سے نبی علیہ السلام کا فرمان ملا۔ اور آپ کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی بات کو حدیث کہتے ہیں۔ (ج31ص56)

جھگڑے ختم کر کے سوئیں

اگر کبھی ایک دوسرے کے ساتھ اختلاف رائے (Difference of Opinion) ہو بھی جائے تو جب تک اس کو سلجھا نہ لیا جائے اس وقت تک میاں بیوی کو سونا ہی نہیں چاہئے۔ سونے سے پہلے اپنے جھگڑے کو ختم کر کے سونا چاہئے۔ اس کو کہتے ہیں:

"مل بیٹھنا اور ایک دوسرے کو سمجھانا" Sit and Sttle Policy

اس لئے میاں بیوی کو چاہئے کہ وہ اس پالیسی پر عمل کر لیں، مل بیٹھیں اور ایک دوسرے کو بات سمجھانے کی کوشش کریں اور جب تک ایک دوسرے کو نہ سمجھا لیں تب تک نہ سوئیں۔

اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر مسئلہ ہی ایسا ہو کہ وہ سلجھنے والا ہی نہ ہو تو اس صورت میں ان کو مجلس کا اختتام کس طرح کرنا چاہئے؟...... انہیں چاہئے کہ وہ اس بات پر عمل کریں:

Let us agree upon dis-agree in tonight.

"چلیں آج ہم اس بات پر رضامند ہو جاتے ہیں کہ ہم اس پوائنٹ پر رضامند نہیں ہو سکتے"۔

تب جا کے سونا چاہئے۔ جب اس طرح میاں بیوی کسی ایک نتیجے تک پہنچیں گے تو زندگی کی مشکلات کوئی مشکلات نہیں رہیں گی۔ (ج 30 ص 239)

صحاح ستہ کے مؤلفین

اور یہ عجیب بات ہے کہ ان صحاح ستہ کے مؤلفین جتنے بھی ہیں وہ سب کے سب عجمی ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ عجمی، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ عجمی، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ عجمی، ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ عجمی، ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ عجمی، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ عجمی، تو یہ چھ کے چھ حضرات جن سے اللہ نے یہ کام لیا یہ عجمی لوگ تھے۔

کیا عجیب بات ہے کہ دین اترا عربوں کے اوپر لیکن اخلاص جس کے پاس ہو تو عرب ہو یا عجم اللہ تعالیٰ کے ہاں قبولیت ہے۔ (ج 31 ص 106)

نیت کی اہمیت

حضرت عارفی رحمۃ اللہ علیہ ایک عجیب بات فرماتے تھے۔ وہ فرماتے تھے کہ جب بھی صبح انسان کی آنکھ کھلے تو جو جاگنے کی دعا پڑھتا ہے تو اس کے بعد وہ ذہن میں یہ نیت کر لے کہ اللہ! آج میں جو عمل کروں گا تیری رضا کے لئے کروں گا۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب تک طبیعت میں اس کی ضد نہ آئے گی تو ہر عمل اللہ کی رضا کے لئے سمجھا جائے گا کیونکہ نیت کر لی تھی۔ تو یہ کتنا آسان عمل ہے کہ جب صبح اٹھو اور صبح اٹھنے کی دعا پڑھو:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِی اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَ اِلَیْہِ النُّشُوْرُ.

تو اسی وقت یہ نیت ساتھ کر لیا کرو کہ اے اللہ! آج کے دن میں جو بھی عمل کروں گا آپ کی رضا کے لئے کروں گا۔ اور اکثر و بیشتر ہم کام کے عین موقع پر نیت تو کرتے نہیں، کیونکہ نیت نہیں کرتے تو جو پہلے سے نیت کی ہوئی ہوگی تو وہ نیت شامل ہوگی، اسی طرح زندگی کے اکثر اعمال اللہ کی رضا والی نیت سے شمار کر لئے جائیں گے۔ (ج 31 ص 137)

حجاج بن یوسف کی عربی دانی

ایک واقعہ علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد البخاری میں لکھا ہے۔ بڑا دلچسپ واقعہ ہے کہ جب سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کو حجاج بن یوسف نے گرفتار کروایا تو وہ بڑا جابر آدمی تھا، جو اس کی مرضی میں آتا تھا وہ کر گزرتا تھا، تو جب سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سامنے آئے تو اس نے پوچھا:

مَاذَا تَقُوْلُ فِیَّ میرے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟

تو سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قَاسِطٌ عَادِلٌ

تو لوگ بڑے حیران کہ انہوں نے حجاج بن یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کر دی، لیکن حجاج خود عربیت کا ماہر تھا، وہ کہنے لگا: وَیْلَکُمْ لَمْ تَفْهَمُوْا جَعَلَنِیْ جَائِرًا کَافِرًا.

او تمہاری کم بختی! تم نے بات کو نہیں سمجھا، اس نے مجھے ظالم اور کافر بنا دیا۔ الم تسمعوا قوله تعالى. فاما القسطون فكانوا لجهنم حطباء و قوله تعالى.

ثُمَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ. (ج 31 ص 140)

چار بیماریوں سے نجات

ایک حدیث مبارکہ ہے جسے طبرانی اور مسندِ احمد نے روایت کیا ہے کہ جو شخص ایک فقرے کو تین مرتبہ فجر کے بعد پڑھے، اللہ تعالیٰ اس کو چار بیماریوں سے نجات عطا فرما دیتے ہیں۔

پہلی بیماری پاگل پن۔ دوسری کوڑھ پن، یہ جو برص ہو جاتا ہے یا شکل بدلتی ہے، داغ دھبے آجاتے ہیں۔ تیسرا اندھا پن، اور چوتھا فالج، چار بیماریاں اللہ تعالیٰ دور فرما دیتے ہیں اگر فجر کے بعد تین مرتبہ اس فقرے کو پڑھیں۔ فقرہ کتنا آسان ہے:

سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَ بِحَمْدِهٖ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ.

تو محنت کم اور اجر زیادہ۔ تو ہمیں Investment کا موقع مل گیا۔ تو ہمیں یہ نیت کر لینی چاہیے کہ آج کے بعد کوئی دن یا کوئی رات ان اعمال کے بغیر نہیں گزرے گی۔ (ج 31 ص 178)

ہم جیسے جھوٹوں کا کیا ہوگا

آج ذرا سی بات پر انسان کانپنے لگ جاتا ہے، قیامت کا دن تو وہ دن ہوگا جب اللہ تعالیٰ سچوں کو بلائیں گے۔ سینے اور دل کے کانوں سے سنئے! جس دن اللہ تعالیٰ سچوں کو بلائیں گے اور سچوں سے بھی ان کی سچائی کے بارے میں پوچھیں گے، قرآن عظیم الشان!

لِيَسْئَلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ. (الاحزاب:۸)

''اس دن سچوں سے ہم ان کی سچائی کے بارے میں پوچھیں گے۔''

مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ کھڑے رو رہے تھے۔ کسی نے دیکھا تو وہ کہہ رہے تھے اے اللہ! جن کو آپ نے قرآن پاک میں خود سچا کہا، پھر فرما رہے ہیں کہ ہم ان سچوں سے بھی ان کی سچائی کے بارے میں پوچھیں گے، پروردگار تو پھر ہم جیسے جھوٹوں کا کیا حال ہوگا؟ جب سچوں سے بھی ان کی سچائی کے بارے میں آپ پوچھیں گے۔ تو پھر ہم جیسے جھوٹوں کا کیا ہوگا؟ (ج 31 ص 233)

کمانا مشکل گنوانا آسان

غیبت اشارے کنارے سے بھی ہو جاتی ہے، ہاتھ کا اشارہ کر دیا جائے پھر بھی ہو جاتی ہے تو اس سے اپنے آپ کو بچانا چاہئے۔ اچھی محفلوں سے دلوں میں جو انوارات آتے ہیں وہ لمحوں کی غیبت کی وجہ سے زائل ہو جاتے ہیں، کمانا مشکل ہوتا ہے، گنوانا بہت آسان ہوتا ہے، اول تو عبادات کا ذخیرہ نہیں اور اوپر سے اگر غیبتیں کریں گے تو بنے گا کیا۔ (ج 31 ص 228)

افسوس سے گناہوں کی معافی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں:

اَنَّ الْعَبْدَ لَیَعْمَلَ ذَنْبًا وَاِذَا ذَکَرَہٗ اَحْزَنَہٗ.

بندہ گناہ کرتا ہے اور جب یاد کرتا ہے تو یاد کر کے افسوس کرتا ہے کہ مجھے ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا میں نے اچھا نہیں کیا۔

واذا نظر اللہ الیہ قد احزنہ، غفر لہ ما صنع قبل ان یاخذ فی کفارتہ بلا صلوٰۃ ولا صیام. (ابن عساکر، کنز العمال:۱۰۳۴۸)

''اللہ پھر دل کی طرف دیکھتے ہیں کہ یہ دل گناہ پر غمگین ہو رہا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکے گناہ معاف کر دیتے ہیں اور اس گناہ کے بدلے اسکی نماز کو اور روزے کو کچھ بھی کم نہیں فرماتے۔ (ج 32 ص 35)

اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ کا منتظر

اللہ تعالیٰ تو چاہتے ہیں کہ تم توبہ کرو میں قبول کرتا ہوں۔ سنئے! اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ کے منتظر رہتے ہیں۔ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

ان اللہ تعالیٰ یبسط یدہ باللیل لیتوب مسیء النھار.

اللہ تعالیٰ رات کو اپنی رحمت کا ہاتھ پھیلاتے ہیں کہ اے دن کے گناہ کرنیوالے لوتو توبہ کر لے۔

ویبسط یدہ بالنھار لیتوب مسیی الیل حتی تطلع الشمس من مغربھا. (مسند احمد، مسلم، کنز العمال:۱۰۱۸۶)

اور دن کو اپنی رحمت کا ہاتھ پھیلا دیتے ہیں کہ اے رات کے گنہگار توبہ کر لے حتیٰ کہ سورج مغرب سے طلوع ہوگا۔ سورج جب مغرب سے طلوع ہوگا اس وقت تک ایسا ہوگا کہ رات کو رحمت کا ہاتھ پھیلائیں گے کہ دن کو گناہ کرنے والا توبہ کر لے، دن میں رحمت کا ہاتھ پھیلائیں گے کہ رات کو گناہ کرنے والا توبہ کر لے، اللہ تعالیٰ منتظر رہتے ہیں۔ (ج 32 ص 44)

توبہ کی توفیق ہر بندے کو نہیں ملتی

اور یہ توبہ کی توفیق اور مہلت بھی ہر بندے کو نہیں ملتی۔ یہ تو اللہ کی رحمت ہے کہ ہم مسجد میں آجاتے ہیں، اللہ کی توفیق سے علماء کی صلحا کی کچھ باتیں سن لیتے ہیں، کچھ دل نرم ہو جاتا ہے، کچھ موم ہو جاتا ہے، کبھی آنکھ میں آنسو آجاتے ہیں اور کبھی دل میں ندامت آجاتی ہے تو توبہ کی توفیق مل جاتی ہے۔ ہر بندے کو تو توبہ کی توفیق نہیں ملتی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا: **یا عائشة لیس کل الناس مرخی علیه.**

اے عائشہ! ہر بندے کو ڈھیل نہیں دی جاتی۔ تو بھئی! اللہ نے اب تک ڈھیل دی ہے کہ گناہوں کے باوجود اللہ نے دنیا میں رسوا نہیں کیا۔ تو اب ہم اس سے پہلے کہ کوئی عذاب کا کوڑا آئے، اپنے گناہوں سے توبہ کر لیں۔ (ج 32 ص 51)

روضۂ اقدس پر توبہ

اور اگر کبھی حج پر جانے کا موقعہ ملے تو بیت اللہ کے سامنے اور روضۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سفارشی بنا کر اپنے گناہوں سے معافی مانگیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے کے تین دن کے بعد ایک دیہاتی آیا اور قبر کی مٹی اپنے سر پر ڈال کر رونے لگ گیا، اس نے روتے ہوئے کہا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ جو قرآن لے کر آئے اس میں ہے کہ

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ

الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا. (النساء:٦٤)

اگر یہ لوگ آپ کے پاس حاضر ہوں اور اپنے گناہوں کی استغفار کریں تو اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ بھی ان کے لئے استغفار کریں۔

اس نے گڑگڑاتے ہوئے یہ آہ وزاری کی کہ میں بھی یا رسول اللہ! آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں تا کہ آپ میرے لئے بخشش طلب فرمائیں تو قبر مبارک سے ندا آئی کہ تیرے لئے بخشش کر دی گئی۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۲۹، کنز العمال: ۱۰۴۲۲)

چنانچہ اللہ جب اس جگہ پر پہنچائے تو ہم بھی نبی علیہ السلام کو سفارشی بنا کر اپنے گناہوں پر معافی مانگ لیں۔ (ج32ص52)

تقویٰ کیا ہے

ایک بزرگ نے عجیب الفاظ میں بات فرمائی کہ تقویٰ یہ ہے:

ان تزین سرک للحق کما تزین علانیتک للخلق۔

کہ تو اپنے باطن کو اللہ کے لئے اس طرح مزین کر لے جیسے تو اپنے ظاہر کو مخلوق کے لئے مزین کرتا ہے۔

اب مخلوق سے ملنا ہو تیاری کر کے جاتے ہیں، کسی میٹنگ میں جانا ہو تو لوگ نہا دھو کر، اچھے کپڑے پہن کر، صاف ستھرے ہو کر جاتے ہیں کہ جی میری میٹنگ فلاں صاحب کے ساتھ ہے۔ شادی کے موقع پر میاں نے بیوی سے ملنا ہوتا ہے تو دیکھو کیسے بن سنور کے ملتے ہیں۔ انٹرویو کے لئے جانا ہو تو کیسے صاف ستھرے ہو کر جاتے ہیں۔ تو جیسے مخلوق کے ملاپ اور ملاقات کے لئے اپنے آپ کو اس طرح تیار کرتے ہیں تو ایسے ہی اپنے آپ کو اللہ کی ملاقات کے لئے تیار کرنا، اس کا نام تقویٰ ہے۔

مخلوق تو چہرے پر میل دیکھے کہ منہ دھویا ہوا نہیں تو انٹرویو میں فیل کر دیتی ہے، قیامت میں تو اللہ تعالیٰ نے دل کو دیکھنا ہے۔ اس نے دل پر میل دیکھی تو کیا بنے گا؟ (ج32ص140)

چالیس سال کی عمر والے نصیحت

ایک حدیث پاک میں علی رضی اللہ عنہ نے روایت کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس سال کی عمر کو پہنچنے والے کو نصیحت فرمائی۔

اذا اطال العبد اربعون سنة یجب علیه ان یخاف اللہ و یحزن۔

کہ جب بندہ چالیس سال کا ہو جائے تو اس کے اوپر واجب ہو جاتا ہے کہ وہ اللہ سے ڈرے اور گناہوں کو چھوڑ دے۔ (ج 32 ص 56)

علم کی وسعت

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی مجالس سے کتنا علم حاصل کیا؟ ایک کتاب انہوں نے لکھی، سیر کبیر اس کتاب کو ایک فرنگی نے پڑھا تو پڑھنے کے بعد کہنے لگا کہ

هذا محمد کم الصغیر فکیف یکون محمد کم الکبیر۔

چھوٹے محمد کا یہ حال ہے تو ان کے بڑے محمد کا کیا حال ہوگا۔ (ج 32 ص 89)

مشاجرات صحابہؓ میں امت کیلئے سبق

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ جو امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید ہیں، فرماتے ہیں کہ یہ جو مشاجرات صحابہ ہیں ہمارے لئے رحمت ہیں۔ اگر یہ نہ ہوتیں تو ہمیں حالت جنگ میں کیا کرنا چاہئے، یہ مسائل کہاں سے سیکھتے؟

اب امت کو سبق مل گیا کہ یوں ہو تو یہ کرنا چاہئے اور یوں ہو تو یہ کرنا چاہئے۔ اس لئے اگرچہ وہ آپس میں ٹکرائے اللہ نے ٹکرا دیا، ہماری نظر میں ادھر کے بھی صحابی کامیاب اور ادھر کے صحابی بھی کامیاب۔ ہمارا عقیدہ کیا ہے؟ صاف ستھرا عقیدہ یہ ہے کہ

صحابہ باہم جنگ بھی کریں تو وہ سعید ہیں ادھر کے بھی شہید ہیں ادھر کے بھی شہید ہیں

(ج 33 ص 119)

مزاج شریعت اور حدودِ شریعت

اب ایک بات اور سمجھیں، علمی نکتہ ہے۔ ایک ہوتا ہے مزاج شریعت اور ایک ہوتا ہے حدودِ شریعت۔ مزاج شریعت کا نام تقویٰ اور حدودِ شریعت کا نام فتویٰ ہے۔ اگر تم مزاج شریعت کو سیکھنا چاہتے ہو تو صدیقی اور فاروقی دور کو دیکھئے، تقویٰ کی مثالیں نظر آئیں گی اور اگر حدودِ شریعت کو سیکھنا چاہتے ہو تو پھر عثمانی اور علوی دور کو دیکھ لیجئے تمہیں پتہ چل جائے گا کہاں تک بردباری کی حدود جاتی ہیں۔ حدودِ شریعت کا پتہ چل جائے گا۔ (ج33ص122)

علماء اور دعوت دین

علماء کا کام ہے دین کی دعوت زندگی بھر دینا، لہٰذا آپ نے مدارس سے علم تو حاصل کر لیا، اب اپنے آپ کو تیار کرنا ہے کہ اللہ کے بندوں میں اللہ کے دین کا کام کرنا ہے۔ یہ جو علماء درس قرآن دیتے ہیں، درس حدیث دیتے ہیں، یہ دین کی دعوت کا کام ہی ہے۔ یہ جو علماء درس قرآن دیتے ہیں، درس حدیث دیتے ہیں، یہ دین کی دعوت کا کام ہی ہے۔ دعوت کی کئی ساری شکلیں ہیں، آج کے زمانے میں ایک دعوت و تبلیغ کے نام سے کام ہو رہا ہے یہ آج کے دور میں بہترین شکل ہے، مگر دعوت کے کام کو اس میں مقید نہیں کر سکتے۔ جو علماء جمعہ میں نصیحت کرتے ہیں، جو صبح میں درس قرآن دیتے ہیں، جو شام کو درس حدیث دیتے ہیں، یہ بھی دعوت کا کام ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے تشریف لانے سے پہلے تک امت کو کیسے ہدایت ملی؟ وہ اسی تعلیم و تعلم کے ذریعے سے ملی، انہی خانقاہوں کے ذریعے سے ملی۔ یہ تو نہیں کہہ سکتے نا امت میں سینکڑوں سال، درمیان میں کوئی ہدایت کا کام ہوا ہی نہیں۔ اس لئے جو علماء دین کا کام کرتے ہیں، وہ بھی دعوت کا کام ہے۔ ہاں نیت پہ منحصر ہے، اگر تو وہ تقریر کر رہے ہیں، لوگوں پہ علم کی دھونس بٹھانے کے لئے تو یہ تقریر جہنم میں جانے کا سبب بنے گی اور اگر دل میں درد ہے، نبی کی امت کا غم ہے کہ اس محلے کے سارے لوگ نمازی بن جائیں، محلے کے تمام گھروں سے فحش آلات ختم ہو جائیں، موسیقی کے آلات ختم ہو جائیں، سارے گھروں میں اللہ کے نبی کی سنتیں زندہ ہو جائیں، اس نیت سے اگر آپ درس دیتے ہیں تو آپ کا درس دین کی دعوت کا کام ہے۔ (ج33ص123)

محنت اور مزدوری کرنے والا اللہ کا دوست

اَلْكَاسِبُ حَبِيْبُ اللّٰہِ. ہاتھ سے محنت مزدوری کرنے والا اللہ کا دوست ہوتا ہے۔

تو اللہ کی دوستی کو مصلے سے منتفی نہ کرے کہ بس مصلے پہ بیٹھنے والے اللہ کے دوست ہیں، نہیں! کتنے لوگ ہیں ان کے اوپر گھر کے فرائض ہیں اور ان کے وہ اکیلے کفیل ہیں۔ کام کرتے ہیں، محنت مزدوری کرتے ہیں، اس محنت مزدوری اور رزق حلال کے کمانے پر اللہ تعالیٰ ان کو عبادت کا ثواب دیتے ہیں اور اپنے دوستوں میں شامل فرماتے ہیں۔

اس عاجز نے اپنی زندگی میں ایک ایسے دوست کو دیکھا، ان کا سلسلے میں تعلق تھا، پولیس میں کام کرنے والے تھے، مگر سالوں ان کی تہجد قضا نہیں ہوئی۔ تو ہاتھ سے محنت مزدوری کرنے والا وہ بھی اللہ کا دوست ہے۔ (ج 33 ص 170)

حفاظت دین۔ علماء کی ذمہ داری

پہلے جب کوئی بڑے نبی، اولوالعزم نبی آتے تھے تو پھر ان کی تعلیمات کو آگے پہنچانے کے لئے اور انبیاء آتے تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ سلسلہ مکمل ہو گیا۔ اب دین کا کام اللہ تعالیٰ نے اس امت کے علماء اور صلحاء پر ڈال دیا چنانچہ فرمایا:

وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ. (مائدہ: ۴۴)

اہل اللہ اور علماء کہ ان کو کتاب اللہ کی نگہداشت کا حکم دیا اور وہ اس کے اقراری ہو گئے۔

"ربانیون" رب والے، یعنی اللہ والے۔ "احبار" یعنی علماء۔

ان کا یہ فرض منصبی ہے کہ یہ دین کے محافظ ہیں، انہوں نے قرآن کی ایک ایک آیت کے اوپر ڈیرے ڈالنے ہیں، جھگیاں ڈالنی ہیں اور اس کی حفاظت کرنی ہے، یہ فرض منصبی ہے علماء کا۔ (ج 33 ص 219)

علمائے دیوبند کی قربانیاں

آپ کبھی اکابر علمائے دیوبند کی تاریخ پڑھیں تو صحیح پتہ چلے گا کہ پھر ان علماء نے دین کے لئے کیا قربانیاں دیں؟ ایسا بھی ہوا کہ دہلی میں انگریزوں نے انگارے جلائے اور بڑے بڑے علماء کو بلایا اور انگاروں پہ لٹایا کہ ہمارا ساتھ دینے کا وعدہ کرو ورنہ انگاروں پہ لٹائیں گے۔ وہ انگاروں پہ لیٹے جان دے دی مگر انہوں نے اپنے ایمان کا سودا نہیں کیا۔ ایسا بھی ہوا کہ سو علماء کو بلا کر سامنے کھڑا کیا اور ان کے سامنے سو فوجیوں کو بندوقیں دے کر کھڑا کر دیا۔ ان کو کہا کہ ہمارا ساتھ دینے کا وعدہ کرو! تو انہوں نے انکار کیا تو کہا کہ اچھا پھر بھاگ جاؤ، جب علماء پیٹھ پھیر کر جانے لگے تو پیچھے فوجیوں نے گولیاں مار کر سب کو زمین پر لٹا دیا۔ ایسا بھی ہوا کہ مختلف شہروں اور بستیوں میں جو جید علماء تھے، جن کی بات مانی جاتی تھی، ان کی فہرست بنائی، فرنگی نے ان کو گرفتار کیا اور پھانسی چڑھا دیا۔ دہلی سے لے کر پشاور تک جی ٹی روڈ کی سائیڈ پر کوئی بڑا درخت نہیں تھا جس پر کسی عالم کی لاش نہ لٹکائی گئی ہو۔ علماء نے دین کی خاطر اتنی سختیاں برداشت کیں۔

ہمیں ایک مرتبہ کشمیر جانے کا موقع ملا تو ہم نے وہاں بھی ایک درخت دیکھا، بڑے درختوں کی عمریں سینکڑوں سال ہوتی ہیں، سو سال، سوا سو سال، تو وہ آخری درخت تھا، ہمیں لوگوں نے وہ جا کر دکھایا کہ اس کے اوپر فلاں فلاں علماء کی لاشوں کو لٹکایا گیا۔ بادشاہی مسجد لاہور کے دروازے پر پھندہ لگایا گیا، ایک عالم کو لایا جاتا، پھانسی پر لٹکایا جاتا، جب تک لاش تڑپتی رہتی عوام کا مجمع دیکھتا رہتا اور جب لاش ٹھنڈی ہو جاتی تو پھر دوسرے عالم کی باری آتی، چوبیس گھنٹے ان کو نان سٹاپ پھانسی دی جاتی۔ فرنگی یہ چاہتا تھا کہ علماء کو اتنی سزائیں دو کہ یا تو یہ ہماری بات مانیں اور یا عوام توبہ کرے کہ ہم نے اپنے بچوں کو مولوی نہیں بنانا، یہ فرنگی کا مقصد تھا۔ لیکن میں سلام کرتا ہوں ان علماء کی عظمت کو کہ انہوں نے جانیں تو دے دیں مگر ایمان کا سودا نہ کیا۔ وَالَّذِیْنَ یُمَسِّکُوْنَ بِالْکِتَابِ.

اور وہ جنہوں نے اللہ کو مضبوطی سے پکڑا۔

دین کو سینے سے لگائے رکھا، ساری تکلیفیں برداشت کیں، دین کے اوپر جمے رہے، نتیجہ کیا نکلا کہ سارے ظلم وستم سہنے کے باوجود وہ پہاڑ کی طرح استقامت کے ساتھ کھڑے رہے۔ علماء تو بڑے ہوتے ہیں، علماء کے شاگردوں نے بھی استقامت دکھائی۔

فرنگی نے حضرت مولانا محمد علی جوہر رحمۃ اللہ علیہ کو پیغام بھجوایا کہ اگر تم ہمارے خلاف کچھ بولو گے تو ہم تمہیں مروا دیں گے، انہوں نے اس کے جواب میں کچھ اشعار لکھے:

تم یوں ہی سمجھنا کہ فنا میرے لئے ہے — پر غیب میں سامانِ بقا میرے لئے ہے
پیغام ملا تھا جو حسین ابنِ علی کو — خوش ہوں کہ وہ پیغامِ قضا میرے لئے ہے
یوں ابرِ سیاہ پہ فداد ہیں سبھی مے کش — مگر آج کی گھنگور گھٹا میرے لئے ہے
اللہ کی راستے کی جو موت آئے مسیحا — اکسیر یہی اک دوا میرے لئے ہے
توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے — کہ یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے

یوں ڈٹے رہے، بالآخر اللہ نے وہ دن دکھایا کہ فرنگی کو یہاں سے نکلنا پڑا۔ (ج 33 ص 232)

حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سنہری ملفوظ۔

چنانچہ الحمد للہ آج بھی کہیں علماء اور مشائخ دین کا کام کر رہے ہیں اور کہیں جماعت والے دین کا کام کر رہے ہیں۔ حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ کی ایک بات بڑی عجیب ہے یہ ان کے ملفوظات میں لکھی ہے اس لئے اسے یاد رکھیں۔ یہ مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں تحریر شدہ بات ہے، فرماتے ہیں:

علم وذکر! کے بغیر دین کی دعوت کا کام کریں گے تو صدیوں کے فتنے سالوں میں آ جائیں گے اور علم وذکر کے ساتھ کام کریں گے تو جو ہدایت صدیوں میں آنی تھی وہ اللہ کی رحمت سے سالوں کے اندر آجائے گی۔

اس لئے یہ جو چھ پوائنٹ (نمبر) ہیں ان میں علم وذکر مستقل ایک پوائنٹ ہے۔ شروع شروع میں جو حضرت کے پاس سہ روزہ کے لئے آتے تھے تو حضرت ان کو خانقاہ رائے پور بھیج دیتے تھے کہ بھئی! وہاں جا کر سہ روزہ گزار کے آؤ، خانقاہوں میں اللہ والوں کے پاس بھیج دیتے تھے۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ۔ تو علم وذکر کے ساتھ اگر دین کا کام ہوگا تو ہدایت بہت جلدی آگے بڑھے گی۔ (ج 33 ص 239)

عالمی فتنہ......سائبر فتنہ

اب جدید دور میں ایک نیا فتنہ ظاہر ہوا ہے، جس کو کہتے ہیں عالمی فتنہ۔ یہ فتنہ کیا ہے؟ کہ کفر نے دین اسلام کو زندگیوں سے نکالنے کے لئے اس وقت ایک سائبر جنگ شروع کردی ہے۔ میں آسان الفاظ استعمال کروں گا تا کہ طلباء سمجھ سکیں۔ (ج33ص241)

سائبر فتنے کے دو ہتھیار

دو ہتھیار ایسے انہوں نے ایجاد کیے ہیں جو ایمان کو مٹا کر رکھ دیتے ہیں۔

۱۔ انٹرنیٹ(Internet)

۲۔ سیل فون(Cell phone)۔ (ج33ص241)

پہلا ہتھیار......انٹرنیٹ

یہ ''انٹرنیٹ'' پہلا ہتھیار ہے۔ Internet کو تو کہنا چاہئے (Enter into the net) یعنی جال کے اندر داخل ہو جاؤ۔ مدارس کے طلباء ابھی بے خبر ہیں، الحمد للہ، ابھی ان کو کچھ پتہ نہیں لیکن اس انٹرنیٹ سے دنیا میں کتنی تباہی پھیل رہی ہے، کتنی امت ایمان سے محروم ہو رہی ہے، اس کا اندازہ وہ کر سکتا ہے جس کو سفر کرنے کا موقع ملتا ہے۔ عریانی فحاشی اتنی عام ہو گئی ہے کہ انٹرنیٹ کے اوپر ننگے بندے گھر میں بیٹھے دیکھ رہے ہیں۔ چنانچہ سکول کالج یونیوسٹی کے طلباء کو انہوں نے امتحانوں میں اسائن منٹس دینی شروع کردیں کہ جاؤ انٹرنیٹ سے تم فلاں انفارمیشن (معلومات) لے کر آؤ۔ اب جو بندہ کمپیوٹر کھول کر بیٹھتا ہے، کام وہ اپنا کر رہا ہوتا ہے، سامنے ننگی تصویریں آ جاتی ہیں۔ اب اس بندے کا ایمان کیسے بچے گا بھئی؟ تو یہ چیزیں انہوں نے عام کردیں جس کی وجہ سے سکولوں کالجوں اور یونیورسٹیوں کے نوجوان گھنٹوں سکرینوں پہ بیٹھ کر گندی فلمیں دیکھتے ہیں، گندے لوگوں کو دیکھتے ہیں۔ اور ان سے رابطے کا طریقہ بھی بنا دیا، یہ فیس بک ہے، اس کے ذریعے رابطے کرو۔ (ج33ص241)

دوطرح کے لوگ

تو اس امت میں دو طرح کے لوگ ہوں گے، کچھ ہوں گے جن پر تبلیغ غالب ہوگی علم وذکر جڑا ہوا ہوگا اور کچھ ہوں گے جن پر علم وذکر غالب ہوگا اور تبلیغ جڑی ہوئی ہوگی۔ چنانچہ امت میں ہدایت کا نظام اسی طرح چل رہا ہے، یہ دونوں شعبے اپنا اپنا کام کرتے رہیں گے، دین آگے بڑھتا رہے گا، امت دین کے اوپر لگی رہے گی۔ جماعت کے لوگ غافلوں کو پکڑ پکڑ کر مسجد تک لائیں گے اور اللہ والے ان مسجد میں آنے والوں کے ظاہر کے ساتھ ساتھ ان کے باطن کو بھی سنوار دیں گے، تب انسان کامل بنے گا۔ دونوں محنتیں ضروری ہیں، مل کر کام کریں گے۔ (ج33ص240)

دوسرا ہتھیار......سیل فون

اور دوسرا ہتھیار جو ہے اس کا نام ہے سیل فون، جس کو میں کہا کرتا ہوں ''ہیل فون'' یہ جہنم کا فون ہے۔ قسمت والے ہوں گے جو سیل فون کے فتنے سے بچ کر جنت میں جائیں گے، لاکھوں نہیں کروڑوں انسان قیامت کے دن اس سیل فون کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے۔ شیطان کے ہاتھ میں انسانوں کا ایمان برباد کرنے کے لئے تاریخ میں کبھی ایسا مہلک ہتھیار نہیں آیا تھا، جو یہ مصیبت سیل فون کی آئی ہے۔ ہے بھی ضرورت اور ہے بھی مصیبت۔ جس نوجوان کو دیکھو سیل فون کے ذریعے لڑکی سے رابطہ، کیا نمازی، کیا تہجد گزار، کیا ذاکر کیا غافل، سب پیچھے لگ گئے اس کام کے۔ اور کفر نے Planing (منصوبہ بندی) کے ساتھ کمپنیوں کو یہ کہہ دیا کہ تم ایمان خراب کرنے کے لئے پالیسیاں بھی جاری کرو! چنانچہ انہوں نے کیا کیا؟ سیل فون والی کمپنی کے کمرشل بورڈوں پر لکھا ہوتا ہے ''کرو بات ساری رات'' رات کو فری بالکل فری۔ ہمیں لوگوں نے خود بتایا کہ ہم تو جی تین تین گھنٹے چار چار گھنٹے غیر محرم سے باتیں کرتے ہیں۔ اب اگر نوجوان تین چار گھنٹے ہی غیر محرم سے باتوں میں لگا دیں گے تو وہ قوم پڑھے گی کیا؟ اور کرے گی کیا؟

چنانچہ کالجوں یونیورسٹیوں میں ایک عام شکایت ہے، پروفیسر کہتا ہے کہ جی طلباء آتے

ہیں اور سوئے ہوتے ہیں کلاسوں میں۔ راتوں کو نیندیں پوری نہیں ہوتیں صبح کو سور ہے ہوتے ہیں۔ اور ان کا نہ تعلیم میں دل لگتا ہے نہ ان کو کچھ یاد رہتا ہے۔

کتاب کھول کے بیٹھوں تو آنکھ روتی ہے ورق ورق تیرا چہرہ دکھائی دیتا ہے

پوری امت کو اس فتنے نے اس کام کے اوپر لگا دیا۔ اب بتائیے کہ روحانی حالت کتنی خراب ہو گئی؟ (ج 33 ص 242)

غفلت (لاعلمی) بھی ایک صفت ہے

آپ کالجوں یونیورسٹیوں کے طلباء کو مت دیکھا کریں، ان کی جو اندر سے ابتر حالت ہے وہ ہم سے پوچھیں۔ کیونکہ لوگ دل کی جو باتیں بتاتے ہیں، حکیم کو جسمانی علاج کے لئے بتاتے ہیں یا پیر کو روحانی علاج کے لئے۔ یونیورسٹیوں کے نوجوانوں کی اندر سے فتنوں کی وجہ سے اتنی بری حالت ہے کہ کچھ نہ پوچھیں۔ کمپیوٹر نے ان کے ایمانوں کو برباد کر کے رکھا ہوا ہے۔ اور آپ تو ماشاء اللہ ایمانوں کو محفوظ کر کے بیٹھے ہوئے ہیں۔

اس لئے دیکھیں کہ غفلت کتنی بری چیز ہے۔ فرمایا:

وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغَافِلِيْنَ. ''مت ہو جاؤ غافلوں میں سے''

لیکن عورت کے لئے صفت کے طور پر فرمایا:

مُحْصَنَاتٍ غَافِلَاتٍ. پاکدامنہ عورتیں جو غافل ہوتی ہیں''

غافلات کا کیا مطلب؟ غافلات کا مطلب ہے کہ جن کو برائی کے طریقہ کار کا پتہ ہی نہیں ہوتا، غیر محرم سے اپنے رشتے جوڑنے کے طریقوں کا پتہ ہی نہیں ہوتا، جو بالکل اس سے ہٹی ہوئی ہوتی ہیں وہ غافلات ہیں۔ اچھی عورتیں پاکدامن رہتی ہیں۔ (ج 33 ص 251)

امام گوگل کے پیروکار

اس ملک میں پھر بھی اثرات کم ہیں الحمد للہ...... ایک دفعہ سعودی عرب ائیر پورٹ پر یہ عاجز پاکستان آنے کے لئے بیٹھا تھا، تو ایک انگریزی اخبار دیکھنے لگ گیا

کہ ابھی وقت ہے، دیکھوں اس وقت کے حالات کیا ہیں؟ تو اخبار میں لکھا ہوا تھا کہ پاکستان دنیا کا ایسا ملک ہے جس میں انٹرنیٹ کا استعمال سب سے کم ہے۔ ۱۰ فیصد سے بھی کم لوگ انٹرنیٹ استعمال کرتے ہیں۔ میں نے کہا کہ الحمدللہ اتنی محنت کے باوجود اس ملک میں امام گوگل کے پیروکار ۱۰ فیصد سے بھی کم ہیں۔ یہ گوگل انٹرنیٹ کو استعمال کرنے اور سرچ کرنے کی ایک سروس ہے۔ تو عاجز کے لئے یہ ایک خوشی کی خبر تھی۔ میں نے تہجد میں دعا کی الحمدللہ یا اللہ تیری رحمت ہے۔ (ج33ص243)

اقامت دین کی کوشش منصب خلافت ہے

اب اس وقت بھی الحمدللہ علماء صلحاء جو دین کے نفاذ کی کوششیں کر رہے ہیں وہ بڑی ہمت والے ہیں، وہ بڑے بلند درجے والے لوگ ہیں، ہماری دعائیں ان کے ساتھ ہیں۔ اس لئے کہ ایک ہوتا ہے مومن، اپنی زندگی کو شریعت اور سنت کے مطابق گزارنے والا، عبادت کرنے والا، رجوع الی اللہ رکھنے والا، توبہ پہ قائم رہنے والا، یہ مومن ہوتا ہے۔ ایک ہوتا ہے خلیفہ، یہ وہ ہوتا ہے جو اللہ کی زمین پر اللہ کے حکم کو نافذ کرنے کی محنت کر رہا ہوتا ہے اس کا درجہ بلند ہوتا ہے۔

تو الحمدللہ آج بھی ایسے لوگ ہیں جو آج کے دور میں اس کے لئے کوششیں کر رہے ہیں، مگر وہ تھوڑے ہیں، دنیا کا فتنہ غالب آتا جا رہا ہے تو ہمیں دین کا کام کرنا ہے۔ کوئی اگر جماعت کا کام کر رہا ہے تو ہمارے دل کو ٹھنڈک پہنچے کہ الحمدللہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس دین کو لائے اس کو محفوظ کرنے کے لئے یہ کام کر رہے ہیں۔ دیکھیں! اگر گھر کو آگ لگی ہوئی ہو جو آگ کو بجھا رہا ہو وہ کتنا پیارا لگتا ہے تو گناہوں کی آگ لگی ہوئی ہے، اس گناہوں کی آگ کو بجھانے کے لئے اگر تبلیغی جماعت میں کوئی کام کر رہا ہے تو دل کو خوشی ہونی چاہئے، اگر مدرسے کی شکل میں کام کر رہا ہے تو خوشی ہونی چاہئے، اگر خانقاہ میں اللہ اللہ کے ذریعے بھی کوئی اللہ تو بہ کر رہا ہے تو خوش ہونا چاہئے، اس لئے کہ اللہ کی مدد کب اترتی ہے جب یہ اللہ والے اللہ سے مانگتے ہیں۔ (ج33ص252)

دو قسم کے لشکر

اس لئے امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات میں ایک عجیب بات لکھتے ہیں، فرماتے ہیں کہ ایک لشکر غزا ہوتا ہے، غازیوں کا لشکر، یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو آگے بڑھ کے نفاذ شریعت کے لئے کام کر رہے ہوتے ہیں، یہ غازیوں کا لشکر ہے۔ اور فرماتے ہیں ایک لشکر دعا ہوتا ہے، یہ وہ لوگ ہیں جو اگرچہ اپنے گھروں میں اپنے مدرسوں میں اپنی خانقاہوں میں ہوتے ہیں لیکن وہ اپنے ان بھائیوں کے لئے رات کے اوقات میں دعائیں مانگ رہے ہوتے ہیں: اللہ ان کو کامیابی دے، ان کی مدد فرما، تو وہ فرماتے ہیں کہ لشکر دعا لشکر غزا پر فضیلت رکھتا ہے، کیوں؟ اس لئے کہ لشکر غزا والے تو اپنی محنت کر رہے ہوتے ہیں اور لشکرِ دعا کی وجہ سے اللہ کی مدد ان کے ساتھ ہو رہی ہوتی ہے اور وہ اعلیٰ چیز ہے، جب تک اللہ کی مدد نہ ہو بندہ کچھ نہیں کر سکتا۔ (ج 33 ص 253)

سنت کا اتباع

ہمیں چاہئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک سنت کے ساتھ اپنے جسم کو مزین کریں۔ اس کی مثال یوں سمجھیں کہ شادی کے موقع پر دلہن کو سجانے کے لئے زیور پہنائے جاتے ہیں، تو دلہن یہ سمجھتی ہے کہ انگلیوں میں انگوٹھی پہنا دیں گے، انگلیاں خوبصورت ہو جائیں گی۔ بازؤں میں چوڑیاں پہنا دیں گے بازو خوبصورت بن جائیں گے، کانوں میں بالیاں ڈال دیں گے کان خوبصورت ہو جائیں گے، گلے میں ہار ڈالا گلا خوبصورت۔ اس طرح دلہن یہ سمجھتی ہے کہ جسم کے جس عضو پر سونے کا زیور آ گیا وہ میرے خاوند کی نظر میں زیادہ خوبصورت ہو جائے گا، مومن کو بھی ایسا ہی سمجھنا چاہئے کہ میرے جسم کے جس عضو کو سنت سے نسبت ہو گئی سنت کا عمل اس پر سج گیا میرا وہ عضو اللہ کی نظر میں خوبصورت ہو جائے گا۔ اس لئے فرمایا کہ

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ (آل عمران:۳۱)

تم میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کریں گے۔ (ج 34 ص 43)

تمام نمازوں کے جامع

سابقہ انبیاء علیہم السلام کو ایک ایک نماز ملی: آدم علیہ السلام کو فجر کی نماز ملی، ابراہیم علیہ السلام کو ظہر کی نماز ملی، عزیر علیہ السلام کو عصر کی نماز ملی، داؤد علیہ السلام کو مغرب کی نماز ملی، جبکہ اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے پانچ نمازیں عطا فرمادیں۔ چار نمازیں سابقہ انبیاء والی اور عشاء ان سے زائد بھی عطا فرمائی۔ (ج34ص81)

اللہ تعالیٰ کا حضرت داؤد علیہ السلام کو پیغام

اللہ نے داؤد علیہ السلام کو فرمایا: یَا دَاوٗدُ طَهِّرْ لِبَاسَکَ الْبَاطِنَ.

اے داؤد! اپنے باطن کی پوشاک کو پاک کر لیجئے!

وَاَمَّا الظَّاهِرَ فَلَا تَنْفَعُکَ عِنْدِی. ظاہر کے کپڑوں کا میرے سامنے کوئی اثر نہیں۔

تم بن سنور کر چہرہ سجا کے خوشبو لگا کے جب لوگوں میں نکلتے ہو تو لوگ متاثر ہوتے ہیں میں تو تمہارے عملوں کو دیکھتا ہوں۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَلَا اِلٰی اَمْوَالِکُمْ.

اللہ تعالیٰ نہیں دیکھتے تمہاری شکلوں اور صورتوں کو، نہیں دیکھتے تمہارے مال کو پیسے کو۔

وَلٰکِنْ یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ.

وہ دیکھتے ہیں تمہارے دلوں کو اور تمہارے عملوں کو۔

اس لئے فرمایا:

یا داؤد من غض طرفه	جس نے اپنی آنکھوں کو غیر محرم سے بچالیا۔
وصان فرجه	اپنے ناموس کی حفاظت کرلی
وحفظ لسانه	اور اپنی زبان کی حفاظت کرلی
فهو عندی من المقربین	وہ میرے مقربین میں سے ہوجائے گا۔

(ج34ص149)

مصیبت میں سراسر ذلت ہے

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابی اللہ ان یذل الا من عصاہٗ فی الدنیا والاخرۃ
اللہ رب العزت نے انکار کیا کہ جو دنیا میں میری نافرمانی کرے گا میں کبھی اس کو عزت نہیں دوں گا۔ اس کو ذلیل کر کے دکھاؤں گا۔ آپ اگر انفرادی حالت میں دیکھیں، تو نمرود کو دیکھ لیجئے کہ وقت کا بادشاہ ہے، ناک کے اندر مچھر گیا اور سر کے اوپر جوتے پڑا کرتے تھے۔ ہر دور کے نمرود اور فرعونوں کے اوپر جوتے برسائے گئے۔

قارون کو دیکھو! تو اس نے اللہ کے حکموں کی نافرمانی کی اللہ نے اسے زمین کے اندر دھنسا دیا۔ فرعون کو دیکھو اللہ نے پانی میں ڈبو دیا۔ (ج34ص161)

آنکھ کی حفاظت کا عجیب نسخہ

ایک نوجوان نے کسی اللہ والے سے سوال پوچھا:

سئل السائل کیف احفظ البصر.

میں نگاہوں کی حفاظت کیسے کروں؟ عریانی عام ہو گئی، جگہ جگہ نیلے پیلے کپڑے نظر آتے ہیں، تو میں اپنی آنکھوں کی حفاظت کیسے کروں؟ انہوں نے عجیب جواب دیا، فرمایا:

استعن علیہ بعلمہ ان رویۃ اللہ عزوجل سابقۃ الی نظرہ الی ما ینظر الیہ.

اس بات سے مدد پکڑ کہ اس سے پہلے کہ تیری نظر اس کے اوپر پڑیگی اللہ کی نظر تجھ پر پڑ رہی ہو گی۔ اللہ تجھے پہلے دیکھ رہا ہے کہ تو کر کیا رہا ہے؟ اگر بندہ یہ سوچے کہ میں جب نظر اٹھا کے دیکھوں گا اور اللہ مجھے دیکھ رہے ہوں گے تو کتنی حیا آئے گی؟ اگر اسی لڑکی کے ساتھ اس کا بھائی ہو یا شوہر ہو اور پتہ ہو کہ وہ میری طرف دیکھ رہا ہے تو ایسی صورت میں کوئی اس کی طرف آنکھ اٹھا کے نہیں دیکھے گا کہ اس کا باپ دیکھ رہا ہے، اس کا بھائی دیکھ رہا ہے، اگر باپ اور بھائی کے دیکھنے پر ان کے ردعمل کا اتنا ڈر ہے تو پروردگار عالم بھی تو ہمیں دیکھ رہے ہیں۔ تو فرمایا کہ جب تم یہ دل میں سوچو گے تو تمہارے لئے آنکھوں کی حفاظت آسان ہو جائے گی۔ (ج34ص173)

تقویٰ سے دل کو شفا

یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ ایک بڑی خوبصورت بات فرماتے ہیں:

الا قدر الخروج من الذنوب تکون الافاقة للقلوب .

جتنا گناہوں سے انسان نکلے گا اتنا دل کے مرض کو افاقہ ہوتا جائے گا۔ (ج34ص170)

قبر کا مونس انسان کے نیک اعمال

شیخ زروق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

من عرف وحشة فی القبر طلب ما یونسه فیه ولیس الا صالح عمله.

جو قبر کی وحشت جانتا ہے، وہ قبر میں کوئی نہ کوئی اپنے لئے مونس چاہے گا (مددگار دل لگانے والا چاہے گا) اور نیک عملوں کے سوا قبر میں دل لگانے والا کوئی نہیں ہو سکتا۔

ومن عرف وقوفه بین یدی الله استحی منه ان یراه حیث نهاه.

اور جو قیامت کے دن اللہ رب العزت کے سامنے کھڑے ہونے کو جانتا ہے تو وہ حیا کرے گا کہ اللہ اس کو ایسا کام کرتا ہوا دیکھے جس کام سے اللہ نے اس کو منع کر دیا ہو۔

تو ہم گناہوں سے بچیں تاکہ قیامت کے دن اللہ کے سامنے شرمندگی نہ ہو، نیک اعمال کریں تاکہ قبر میں ہمیں تسلی دینے والے ساتھی مل جائیں۔ (ج34ص176)

ترک دنیا کا اصل مفہوم

ترک دنیا کا لفظ جو کتابوں میں مشائخ نے لکھا ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دنیا سے چل کر غار میں چلے جاؤ اور وہاں بیٹھ کر اللہ کی عبادت کرو۔ ہمارے حضرت فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف راستہ جنگلوں اور غاروں سے ہو کر نہیں جاتا ان گلی کوچوں اور بازاروں سے ہو کر جاتا ہے۔ ہم نے اسی دنیا میں رہنا ہے اور اسی دنیا کی ذمہ داریوں کو پورا کرنا ہے مگر غافل نہیں ہونا، جو چیز اللہ سے غافل کرے وہ ہماری دشمن ہے۔ اس کو کہتے ہیں ترک دنیا۔ ترک دنیا کی حقیقت کیا ہے؟ ترک زینت دنیا ہے کہ دنیا کی زینت کو چھوڑ دینا، انسان جو کرے اللہ کے لئے کرے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ ہر دن نیا قمیص پہنا کرتے تھے لیکن وہ زاہد تھے، اس لئے کہ وہ اپنے لئے نہیں پہنتے تھے، ایک امیر آدمی نے وعدہ لیا تھا کہ میں آپ کو تحفہ دیا کروں تو آپ انکار نہیں کریں گے، چنانچہ وہ روزانہ نیا لباس سلوا کے تحفہ دیتا تھا، آپ پہن لیتے تھے۔ جب اگلے دن نیا لباس ملتا تھا تو پرانا لباس اللہ کے راستہ میں صدقہ کر دیتے تھے تین سو پینسٹھ کپڑے ایک سال میں بدلتے تھے اور وہ زاہدین میں سے تھے۔ (ج 34 ص 196)

دنیا کا منتر

کچھ لوگ ہوتے ہیں، انہوں نے سانپ کا منتر سیکھا ہوتا ہے، وہ واقعی سانپ کو پکڑ لیتے ہیں۔ ہمیں بھی ایک آدمی کا ایک مرتبہ تجربہ ہوا۔ وہ اللہ کا بندہ سانپ کو جہاں دیکھتا تھا، ایسے اٹھاتا تھا جیسے رسی اٹھاتے ہیں۔ بلکہ ایک جگہ ایک لمبا سا سانپ سویا پڑا تھا، تو کسی نے اسے کہا کہ دیکھو کہ وہ سانپ ہے۔ وہ آیا اور اس نے ہاتھ مار کر پہلے سانپ کو جگایا۔ کہتا ہے، سوئے ہوئے کو کیا پکڑنا؟ جب وہ بھاگنے لگا تو اس کو پکڑ لیا۔ وہ اس کا گولا بنا دیتا تھا، رسی کی طرح جیب میں ڈال لیتا تھا، ہم حیران ہوتے تھے کہ نہ اس نے دانت توڑے نہ کچھ اور کیا عجیب اس کا معاملہ تھا۔ تو علماء نے لکھا کہ جس طرح لوگوں نے سانپ کا منتر سیکھا ہوتا ہے اور سانپ انہیں نقصان نہیں دیتا، صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دنیا کا منتر سیکھ لیا تھا، دنیا ان کو نقصان نہیں پہنچا سکتی تھی۔

عوام الناس تو سمجھتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ وہ دریائے دجلہ سے پار ہو گئے، یہ عوام الناس کے نزدیک ہے۔ محققین کے نزدیک صحابہ رضی اللہ عنہم کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ جب فتوحات دنیا شروع ہوئیں تو ان کے سامنے دنیا کا دریا بہہ گیا، اس دریا میں سے وہ اپنے ایمان کو حفاظت سے لے کر گزر گئے، یہ ان کی بڑی کرامت ہے۔ تو دنیا تو ہمارے سامنے آج کھلی ہوئی ہے، جس بندے کو دیکھو اللہ نے ضرورت سے زیادہ دی ہوئی ہے، پھر اسی کے پیچھے بندہ لگ پڑے تو گویا اس نے اپنی آخرت کا نقصان کر لیا۔ تو مقصود ہمارا آخرت ہے، دل میں ہوس نہ ہو، تڑپ نہ ہو، بن طلب اللہ عطا کر دے تو انسان اس دنیا کو دین کے لئے استعمال کرے۔ (ج 34 ص 199)

دنیا کا حق مہر

مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

من خطب الدنیا طلبت منه دینه کله فی صداقها.

جس نے دنیا کو طلب کیا تو یہ اپنے حق مہر میں پورے دین کو مانگے گی۔

لا یرضیها منه الا ذلک. اس کے کم پر یہ نکاح نہیں کرتی۔

یعنی دنیا نکاح کرے گی تو اس نکاح میں حق مہر دین کو مانگے گی۔

یحیٰی بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے:

من طلق الدنیا تزوجته الاخرۃ علی الفور.

جو بندہ دنیا کو طلاق دیتا ہے آخرت فوراً اس کیساتھ نکاح کر لیتی ہے۔ (ج34ص196)

دل سویا ہوا یا مویا ہوا

ایک شخص حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا، کہنے لگا کہ حضرت! پتہ نہیں ہمیں کیا ہو گیا کہ ہمارے دل سیاہ ہو گئے۔ تو انہوں نے پوچھا کہ بھئی کیا ہوا؟ کہنے لگا کہ حضرت آپ درس قرآن دیتے ہیں اور ہمارے دل پر کوئی اثر ہی نہیں ہوتا، لگتا ہے کہ ہمارے دل سیاہ ہو گئے ہیں، سخت ہو گئے ہیں۔ حضرت نے یہ سنا تو فرمایا کہ بھئی! یوں نہ کہو کہ دل سیاہ ہو گیا بلکہ یوں کہو کہ ہمارے دل مر گئے۔ یہ نہ کہو کہ ہمارے دل سو گئے بلکہ یہ کہو کہ ہمارے دل مو گئے، مر گئے۔ وہ بڑا حیران ہوا کہ حضرت! مر کیسے گئے؟ تو حضرت نے آگے سے عجیب جواب دیا، فرمایا کہ دیکھو! جو سویا ہوا ہوتا ہے اسے جھنجھوڑا جائے تو وہ جاگ اٹھتا ہے، جو جھنجھوڑنے سے بھی نہ جاگے وہ سویا ہوا نہیں وہ مویا ہوا ہے۔ اس لئے کہ اللہ کا قرآن سنائیں اور جھنجھوڑیں پھر دل نہ جاگے تو یہ دل سویا ہوا نہیں یہ دل مویا ہوا ہے۔ ایسے ہی مردہ دل والے لوگ، یہ بھی چلتی پھرتی انسانیت کی قبریں ہوتی ہیں۔ ان کی لاش ایک گھر ہے، قبر ہے، جس کے اندر مردہ پڑا ہوا ہے۔ (ج35ص38)

مجالس علماء کی اہمیت

اسی لئے نبی علیہ السلام نے فرمایا: علیکم بمجالسة علماء و سماع کلام الحکماء.

تمہارے لئے علماء کی مجالس کو اختیار کرنا اور داناؤں (اہل اللہ) کی باتوں کو سننا لازم ہے۔

و ان اللہ تعالیٰ یحی القلب المیت کما یحی الارض المیت من ماء المطر.

بیشک اللہ تعالیٰ مردہ دل کو (ان بزرگوں کی باتوں سے) اس طرح زندہ کرتے ہیں جیسے کہ بارش کے برسنے سے اللہ تعالیٰ مردہ زمین کو زندہ کر دیا کرتے ہیں۔

جس طرح بنجر زمین پر بارش برسے تو کھیتی اُگ آتی ہے، اس بنجر دل کے اندر جب نصیحت کی بات پڑتی ہے تو اس کے اندر سے بھی خیر کے جذبے ابھر آتے ہیں۔ (ج35 ص38)

دل اللہ کے لئے وقف ہے

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایک جگہ فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ. (التوبۃ:۱۱۱)

اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کے مالوں کو اور ان کی جانوں کو جنت کے بدلے خرید لیا ہے۔

تو جنت کے بدلے دو چیزوں کو خریدا، اموالھم ان کے مالوں کو اور انفسھم اور ان کے نفوس کو۔ تو یہاں طالب علم کے ذہن میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ مال کو بھی خریدا اور نفوس کو بھی خریدا، حالانکہ سب سے پہلے خریدنے والا تو مکان خریدتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے دل کا تذکرہ تو کیا ہی نہیں کہ میں مومن سے اس کا دل خریدتا ہوں۔ تو دل کا تذکرہ کیوں نہیں کیا گیا؟ یہاں مفسرین نے ایک نکتہ لکھا وہ فرماتے ہیں: دل اللہ رب العزت نے اپنے لئے خاص کر لیا، دل کی مثال وقف کی جائیداد کے مانند ہوتی ہے اور کوئی وقف کی جائیداد بن جائے تو اسے بیچا اور خریدا نہیں جاتا۔ یہ دل کیونکہ وقف کی جائیداد ہے، اللہ کے لئے وقف ہو چکا، اس لئے اللہ نے اس کا تذکرہ نہیں کیا۔ اس کے سوا بندے کے پاس مال اور جان تھی، اللہ نے جنت کے بدلے اس کو بھی خرید لیا ہے۔ میرے بندے دل کا تذکرہ کیا کرنا یہ تو ہے ہی وقف کا مال، یہ تو ہے ہی میرے لئے۔ (ج35 ص52)

دل کے ابرہہ پر لا الہ کی کنکریاں

جب اللہ کے گھر پر ابرہہ نے ہاتھی لے کر چڑھائی شروع کی تھی تو پھر اس لشکر کو اللہ نے کس کے ذریعے سے مروایا تھا؟ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ. (الفیل:۴)
پرندوں نے کنکریاں پھینکیں اور ان کنکریوں نے اس ابرہہ کے لشکر کو کھائے ہوئے بھس کی طرح بنا دیا۔ بالکل اسی طرح آج کے دور میں بھی شیطان کی مثال ابرہہ کی مانند ہے اور یہ اس بیت اللہ کو ہم سے چھیننا چاہتا ہے، اللہ والو! اب تم اس کے اوپر لا الہ الا اللہ کی کنکریوں کی ایسی بارش کر دو کہ اس شیطان کو کھائے ہوئے بھس کی طرح کر دے۔ اس لئے مشائخ کہتے ہیں: یہ لا الہ الا اللہ کیا ہوتا ہے؟ شیطان کو کنکریاں پڑ رہی ہوتی ہیں۔ تو اس گھر کی حفاظت رب کریم نے پرندوں سے کر لی تھی اور ان گھروں کی حفاظت اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ذریعے فرماتے ہیں۔ ان پرندوں نے کنکریاں ماری تھیں اور یہ بندے لا الہ الا اللہ کی ضربوں سے اس شیطان کے اوپر پتھر اور کنکریوں کو پھینک رہے ہوتے ہیں۔ (ج35ص53)

دل کے مزے

ایک بات سمجھنے کی کوشش فرمائیں! انسان کے مختلف اعضاء ہیں، ہر ایک کے ساتھ کچھ لذتیں وابستہ ہیں۔ کچھ لذتیں دیکھنے سے ملتی ہیں، انسان خوبصورت شخصیت کو دیکھے، لباس کو دیکھے، مکان کو دیکھے، سبزی کو دیکھے، پھول کو دیکھے، دل خوش ہو جاتا ہے۔ دیکھنے سے لذت ملتی ہے۔
کچھ لذتیں انسان کو کان کے ذریعے سے ملتی ہیں، جیسے کوئی اچھا قرآن پڑھے تو کانوں میں رس گھل جاتا ہے، دل میں سرور آ جاتا ہے، تو کانوں کے ذریعے بھی لذت ملتی ہے۔
ناک کے ذریعے سے بھی لذت ملتی ہے، مشک کی خوشبو کوئی بندہ سونگھے، کستوری کی خوشبو کوئی سونگھے تو دل خوش ہو جاتا ہے۔
زبان سے بھی مزے ملتے ہیں، مثلاً یہاں جب تراویح پڑھنے کے بعد کو آئس کریم ملتی ہے، تو نئی نئی فلیور دیکھ کر مزہ ہی آ جاتا ہے۔ کل آئس کریم دیکھ کر ایک صاحب کہہ رہے تھے کہ دل

چاہتا ہے کہ پورا سال ہی اعتکاف میں بیٹھے رہیں۔ تو کچھ مزے انسان کو زبان سے ملتے ہیں۔
اسی طرح کچھ مزے انسان کی شرم گاہ سے وابستہ ہیں اور سب بالغ مرد لطف جانتے ہیں کہ وہ ایسے مزے ہیں کہ بسا اوقات وہ انسان کو بے بس کر دیتے ہیں۔
یہ تمام مزے ان اعضاء کے مزے ہیں جو دل کے ماتحت ہیں۔ جب ماتحت اعضاء سے ایسے مزے ملتے ہیں تو جو ان سب اعضاء کا حاکم اور سردار انسان کا دل ہے، اس سے جو مزے ملیں گے وہ کتنے عظیم ہوں گے۔ اس لئے جس کو دل کے مزے ملنے شروع ہو جاتے ہیں، اس کے لئے دنیا کے مزے بے رونق ہو جاتے ہیں۔ یہ زلفِ فتنہ گر پھر اللہ والوں کی نظر میں دم خر بن جاتی ہے۔ بس مسئلہ یہ ہے کہ ابھی ہمیں وہ مزے ملنے نہیں شروع ہوئے۔

عجب چیز ہے لذت آشنائی دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو

یہ آشنائی کی لذت بھی بڑی عجیب ہے، بس ذرا ایک مرتبہ دل کے مزے ملنے شروع ہو جائیں، ذکر قلبی کے مزے شروع ہو جائیں پھر انسان دنیا کی لذتوں کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔ (ج35 ص56)

قیامت میں اللہ تعالیٰ دل دیکھے گا

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کسی اور چیز کو نہیں دیکھے گا، فقط دل کو دیکھے گا، فرمایا:
اِنَّ اللہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَلَا اِلٰی اَمْوَالِکُمْ.
اللہ تعالیٰ نہیں دیکھتا تمہاری شکلوں کو اور تمہارے اموال کو۔
وہ تمہاری ظاہری خوبصورتی اور مال پیسے کو نہیں دیکھتا۔
وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ. (صحیح مسلم، رقم ۴۶۵۱)
وہ دیکھتا ہے تمہارے دلوں کو اور تمہارے اعمال کو۔
تو جیسے دفتروں میں باس یا افسر نے جس چیز کو دیکھنا ہوتا ہے تو اس کو ذرا سجا کر پیش کرتے ہیں۔ کوئی فائل دیکھنی ہو تو فائل کو بھی ذرا ٹھیک ٹھاک کر کے پیش کرتے ہیں۔ تو جب قیامت کے دن اللہ نے ہے ہی ہمارے دل کو دیکھنا تو آج ہمیں چاہئے کہ آج ہم اس چیز کو صاف کرنے کی محنت کر لیں تاکہ قیامت کے دن ہماری نجات ہو جائے، اللہ تعالیٰ کے ہاں ہماری قبولیت ہو جائے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں قلب سلیم عطا فرمائے۔ (ج35 ص58)

رزق حرام کی نحوست

پہلی کوشش تو سالک کو یہ کرنی چاہئے کہ چاہے تھوڑا ہی ہو لیکن رزق حلال ہو۔ اس لئے کہ جس نے حلال حرام کا خیال چھوڑ کر فقط پیسے سمیٹنے کی کوشش کی وہ اپنے گھر میں پیسے کا انبار تو لگا لے گا لیکن اپنی بیوی اپنی اولاد کو نافرمان بنا لے گا۔ اکثر اوقات اولادوں کے نافرمان ہونے کی وجہ رزق حرام ہوتا ہے۔ ہمارے مشائخ نے یہ لکھا کہ جو بچہ حرام مال سے پلتا ہے اس کا جو نشو حرام مال سے پیدا ہوا اس نشو میں گدگدی ہوتی رہتی ہے، جب تک کہ وہ حرام کا مرتکب نہ ہو جائے۔ خواہ مخواہ پھر اپنی بیویوں کو ڈانٹتے ہیں، بیٹیوں کو ڈانٹتے ہیں، بچوں کو ڈانٹتے ہیں، جب تم نے ان کو حرام کھلایا تو ان کو گناہ کئے بغیر چین ہی نہیں آتا۔ اب وہ کیسے تمہاری عزت کا خیال رکھیں؟ بیٹا ہے تو راتیں باہر گزریں گی، بیٹی ہے تو وہ چھپ چھپ کر ایسی حرکتیں کرے گی جو خاندان کی ناک کٹوانے کا باعث بنیں گی۔ انسان سمجھتا ہے کہ اولاد نے مجھے برباد کر دیا حالانکہ اس نے اپنے آپ کو بھی اور اپنی اولاد کو خود برباد کر دیا۔ یہ سب بنا جو اپنے گھر میں حرام کو لے کر آیا۔

حرام اور حلال کے بارے میں بندے کی طبیعت بالکل صاف ہونی چاہئے۔ آپ دیکھتے ہیں کچھ لوگوں کے بچے بڑے ادب والے اصیل ہوتے ہیں، کیوں ہوتے ہیں؟ رزق حلال کی برکت ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ ان بچوں کے دل میں ماں باپ کی عظمت، محبت، ادب ڈال دیتے ہیں۔ (ج 35 ص 95)

اولاد کی نافرمانی کی وجہ، مشتبہ مال

مشتبہ مال سے ایک تو بے برکتی ہو جاتی ہے اور دوسری صورت یہ کہ انسان کی اولاد اس کا کھانا کھاتی ہے تو وہ اولاد نافرمان ہو جاتی ہے۔ وہ رب کی بھی نافرمان ماں باپ کی بھی نافرمان بنتی ہے۔ منتیں کرو کہ تم نماز پڑھو! نماز میں ان کا دل نہیں لگے گا اور انٹرنیٹ پر پانچ گھنٹے بٹھا دو بیٹھے رہیں گے، انٹرنیٹ پر ان کا بڑا دل لگے گا۔ تو یہ بہت اہم ہے کہ جو بندہ چاہتا ہے کہ میرا دل زندہ رہے اس کو چاہئے کہ لقمہ حلال کا کھائے۔ (ج 35 ص 97)

جسم کی موت اور دل کی موت

جسمانی موت انسان کو دنیا سے جدا کر دیتی ہے، دل کی موت یا روحانی موت انسان کو اپنے پروردگار سے جدا کر دیتی ہے۔ اس لئے روحانی موت بہت زیادہ نقصان دہ ہے۔

ایک بزرگ فرماتے تھے: یا عجبا! الناس یبکون علی من مات جسدہ.

لوگ روتے ہیں اس پر جس کا جسم مر جائے۔

ولا یبکون علی من مات قلبہ وھو اشد.

اور نہیں روتے اس پر جس کا دل مر جائے حالانکہ دل کی موت زیادہ بری موت ہوتی ہے۔

تو کسی کا جسم مر جائے تو اتنا روتے ہیں اور کسی کا دل مر جائے تو کچھ افسوس نہیں ہوتا۔ (ج35 ص127)

فکر کی گندگی ذکر سے دور ہوتی ہے

اس لئے ہمیں کثرت کے ساتھ ذکر کرنا چاہئے اس کی اپنی برکتیں ہیں۔ اس سے انسان کی کونشن پاور بڑھتی ہے، انسان کو ادھر ادھر کے خیالات سے نجات مل جاتی ہے۔ یہ جواوٹ پٹانگ خیالات آتے ہیں، ہمارے بزرگ فرماتے ہیں کہ یہ فکر کی گندگی ہے۔ "فکر کی گندگی" یہ اصطلاح ہے فضول اور الٹے سیدھے خیالات کے لئے۔ ایک اصول یاد رکھیں کہ فکر کی گندگی ہمیشہ ذکر سے دور ہوتی ہے۔

ذکر کے بغیر کوئی آدمی اپنی سوچ کو پاک بنا ہی نہیں سکتا۔ اتنی گندی سوچ ہو جاتی ہے کہ کئی مرتبہ انسان دوسرے کو بتانے کے قابل ہی نہیں ہوتا۔

چنانچہ ایک ملک میں ایک نوجوان میرے پاس آیا کہنے لگا کہ حضرت میں کیا کروں اپنی حالت پر، فرض نماز بھی پڑھ رہا تھا اور کبیرہ گناہ کرنے کی پلاننگ بھی کر رہا تھا۔ نماز کی حالت میں پلاننگ کر رہا تھا کہ میں کبیرہ گناہ کا مرتکب کیسے ہو جاؤں، غفلت کی یہ حالت ہو گئی ہے۔ تو فکر کی گندگی ہمیشہ ذکر سے دور ہوتی ہے، ذکر کثرت سے کریں سوچ پاک ہوتی چلی جاتی ہے، اوٹ پٹانگ خیالات ہی نہیں آئیں گے۔ (ج35 ص136)

سب سے بڑا عمل

قال رجل لسلمان ای الاعمال افضل.

سلیمان رضی اللہ عنہ سے ایک آدمی نے پوچھا کہ اعمال میں سے کون سا عمل زیادہ افضل ہے

فقال اما تقرء القرآن (وَلَذِكْرُ اللهِ أكْبَرُ). (العنکبوت:۴۵)

فرمایا کیا تو نے قرآن نہیں پڑھا، اللہ کا ذکر سب سے زیادہ بڑا عمل ہے۔

یہ قرآن پاک کی گواہی ہے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بھی یہی کہا کرتے تھے۔

فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمادیا: وَلَذِكْرُ اللهِ أكْبَرُ.

اللہ کا ذکر سب سے بڑا عمل ہے اس عمل سے باقی اعمال میں جان آجاتی ہے۔ (ج35ص140)

تقرب کا بہترین نسخہ

چنانچہ حدیث پاک میں آتا ہے:

من سره ان یحب الله ورسوله فليقرء في المصحف.

کہ جو انسان چاہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول کو خوش کروں اس کو چاہئے کہ قرآن

مجید کی تلاوت کرے۔ چنانچہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

تقرب الی الله ما استطعت و اعلم انک لن تقرب اليه بشيء احب اليه من کلا

جتنی تیرے اندر استطاعت ہے اللہ تعالیٰ کے قریب ہو جا، مگر جان لے کہ تو اللہ

قریب نہیں ہو سکتا مگر اس کی پسندیدہ چیز قرآن مجید کی تلاوت کرنے کے بعد۔

تو جو انسان چاہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہو تو اس کو چاہئے کہ قرآن

مجید کی کثرت سے تلاوت کرے۔

من احب القرآن احب الله ورسوله.

کہ جو قرآن مجید کی تلاوت کو محبوب رکھتا ہے اللہ اور اس کے رسول اس

محبوب رکھتے ہیں۔ (ج35ص147)

قرآن پاک سے مناسبت نہ ہونے کی وجہ

آخر وجہ کیا ہے کہ قرآن مجید سے ہمیں وہ مناسبت نہیں جو ہونی چاہیئے۔ ابھی یہاں نعت پڑھوا دیں تو مجمع میں سے بیس بندے ایسے ہوں گے جو رونے لگ جائیں گے، کیا تراویح میں بھی کسی کو روتے دیکھا؟ ایک اہم نکتہ کہ آخر قرآن مجید سن کر ہمیں رونا کیوں نہیں آتا؟ قرآن مجید سے ہماری مناسبت کیوں نہیں؟ قرآن مجید پڑھنے سے آخر اتنا ہمیں شرف اور رغبت کیوں نہیں؟ فرق کہاں پر ہے؟ ہمارے مشائخ نے اس کا جواب دیا۔ انہوں نے فرمایا کہ جب انسان کے دل میں مخلوق بھری ہوتی ہے تو مخلوق کے کلام کی تاثیر اس پر زیادہ ہوتی ہے۔ جب اللہ کا تعلق بھر جاتا ہے تو وہ پھر اللہ کے کلام کی تاثیر زیادہ ہوتی ہے کہ قرآن سن کر روتا ہے۔ اس لئے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

لو طهرت قلوبكم من شبعت من كلام ربكم.

اگر تمہارے دل صاف ہو جاتے تو اللہ کا قرآن پڑھنے سے تمہارے دل کبھی نہ بھرتے۔

دل چاہتا کہ بس میں پڑھتا ہی رہوں، تو معلوم ہوا کہ دل صاف نہ ہونے کی وجہ سے ہمیں پھر قرآن پاک کے ساتھ مناسبت نہیں۔ (ج35ص151)

درود شریف کی برکت

درود شریف پڑھنے کے ہم نے اس دنیا میں اپنی آنکھوں سے فائدے دیکھے ہیں، یقین ہونا چاہیئے۔ آپ کبھی کسی کام کے لئے جائیں، کام اٹک جائے، مشکل پیش آ گئی حل نہیں ہوتی، ہر مشکل کے وقت آپ اگر اللہ کی طرف رجوع کر کے کھڑے ہوں اور نبی علیہ السلام پر درود شریف پڑھنا شروع کر دیں چند لمحوں میں آپ دیکھیں گے اللہ تعالیٰ آپ کی مشکل کو آسانی میں بدل دیں گے۔ یہ ایسا ایک ٹول ہے جہاں چاہو اسے استعمال کر لو۔ ہم نے اپنی زندگی میں ہزاروں مرتبہ اس کو استعمال کر کے دیکھا۔ تھک جاتے ہیں، کبھی یہ کام اٹک گیا، کبھی یہ کام اٹک گیا، اٹکے رہے تو انسان دین کا کام کیسے کرے؟ تو یہ کیونکہ حدیث پاک میں آیا ہے تو اس یقین کے ساتھ پڑھ لیتے ہیں اللہ تعالیٰ الجھنوں کو دور فرما دیتے ہیں۔ (ج35ص156)

شرح صدر کی نعمت

قرآن مجید کی آیت ہے:

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ۔ (الزمر:۲۲)

جس کا مفہوم ہے کہ وہ جس کے سینے کو ہم نے اسلام کے لئے کھول دیا وہ اپنے رب کی طرف سے ایک نور پر ہوتا ہے۔ یعنی اس کے سینے میں ایک نور آجاتا ہے۔ اس کو ہدایت کی ایک روشنی مل جاتی ہے، ایک نور ایمان نصیب ہو جاتا ہے، اس کا دل اسلام کے لئے کھل جاتا ہے، اس کا سینہ کھل جاتا ہے۔ اس کو کہتے ہیں شرح صدر نصیب ہونا۔

شرح صدر نصیب ہونے کا کیا مطلب؟ کہ انسان دین پر عمل کرے مگر طمانیت قلب کے ساتھ، دل کی چاہت کے ساتھ، شوق و ذوق کے ساتھ، محبت کے ساتھ۔ بوجھ سمجھ کر عمل نہ کرے، شریعت کے احکام اس کو مصیبت نہ نظر آئیں بلکہ اس کے اندر محبت ایسی ہو اللہ تعالیٰ کی اس پر شوق و ذوق کے ساتھ عمل کرے۔ یوں سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ سے قانونی تعلق نہ رہے، جنونی تعلق بن جائے۔ اس کو کہتے ہیں شرح صدر نصیب ہو جانا۔ (ج 35 ص 165)

علم حاصل ہونے کی علامت

چنانچہ اکمال الشیم میں لکھا ہے کہ علم نافع وہی ہے جس کی شعائیں سینہ و دل میں پھیل جائیں اور شکوک و شبہات کے پردوں کو پھاڑ دیں۔ ہمارے اکابر نے فرمایا کہ جتنا علم بڑھے، اتنا خوف خدا بھی بڑھنا چاہیے۔

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا۔ (فاطر:۲۸)

بیشک اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں وہی لوگ جو علم والے ہیں۔

تو علم جتنا بڑھے اتنا ہی خوف خدا بھی دل میں بڑھتا چلا جائے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ بیشک علم کے ساتھ سو جانا جہالت کے ساتھ نماز پڑھنے سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ (ج 35 ص 183)

بتوں کو توڑ............

اس لئے اللہ رب العزت کی ہی محبت بندے کے دل میں ہو باقی جتنے تخیلات کے بت بندے کے اندر ہیں، انسان ان کے دل سے نکال دے۔

بتوں کو توڑ تخیل کے ہوں یا پتھر کے

یہ بت توڑنے ہی پڑتے ہیں، پتھر کے بنے ہوں جو ظاہر میں نظر آتے ہیں یا اندر تخیل کے بت ہوں۔ ہوسکتا ہے کسی کے دل میں زن کا بت پڑا ہو، کسی کے دل میں کسی کلاس فیلو کا بت پڑا ہو، کسی کے دل میں کسی اور کا یہ بھی بت ہوتے ہیں۔

مَاهٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ. (الانبیاء:۵۲)

یہ کیسی مورتیں ہیں جن پر تم مجاور بنے بیٹھے ہو۔

اسی لئے یہ دل کبھی کبھی انسان بت خانہ بنالیتا ہے، یا گند خانہ بنالیتا ہے، تو دل سے ان تمام محبتوں کو ختم کر کے ایک اللہ رب العزت کی محبت کو دل میں رکھا جائے۔

صاحب اکمال الشیم فرماتے ہیں کہ جب تک دل نازیبا حرکتوں سے باز نہ آئے اس میں دقائق واسرار سمجھنے کی اہلیت پیدا نہیں ہوتی۔ (ج35ص187)

اللہ کی ناخوشی اور ناراضگی کی پہچان

ہمارے مشائخ نے ایک عجیب بات لکھی ہے وہ فرماتے ہیں کہ بندہ اپنی کیفیت کو پہچان سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے خوش ہیں یا اللہ تعالیٰ مجھ سے ناراض ہیں۔ اس کی انہوں نے بڑی سادہ سی پہچان بتائی۔ وہ فرماتے ہیں کہ جس بندے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں اس کی پہچان یہ ہے کہ وہ گناہوں سے بچتا ہے اور ذکر کی کثرت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو ذکر کی توفیق عطا فرمادیتے ہیں اور گناہوں سے اس کو محفوظ فرمادیتے ہیں۔ اور جس بندے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں، فرمایا کہ ذکر سے اس کو غافل کردیتے ہیں اور گناہوں میں ملوث ہوجاتا ہے۔ جب بندہ غافل بھی ہو اور گناہوں میں بھی ملوث ہو سمجھ لے کہ میرے دن برے ہیں۔ مجھے کثرت کے ساتھ استغفار کرنا چاہئے، اپنے رب کو منانا چاہئے۔ (ج35ص192)

جواہر پارے

انبیاءکرام کی سنتیں

ترمذی شریف کی روایت ہے کہ چار چیزیں سنن المرسلین یعنی انبیاء کی سنتیں ہیں

ا۔حیاء۔۲۔خوشبو۔۳۔مسواک۔۴۔نکاح۔(خطبات فقیر ج 1 ص 18)

حق مہر کی ادائیگی

خاوند کو زیب نہیں دیتا کہ حق مہر معاف کروانے کے لئے بیوی پر دباؤ ڈالے۔ہاں اگر کوئی بیوی حق مہر کی رقم واپس لوٹا دے تو قرآن کی رو سے اس رقم میں برکت ہوگی۔فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا۔حضرت علی رضی اللہ عنہ ایسی رقم سے شہد خریدتے اور پانی میں ملا کر مریضوں کو پلاتے تھے۔(ج 1 ص 23)

سلف صالحین کا معمول

سلف صالحین کا یہ معمول تھا کہ وہ اپنی بیٹیوں کو نکاح سے پہلے سورۃ النساء اور سورۃ النور ترجمہ کے ساتھ پڑھادیا کرتے تھے ہمیں بھی چاہیے جن کے ہاں بیٹی ہو اور وہ اس کو اگر پورا قرآن پاک ترجمہ کے ساتھ نہیں پڑھا سکتے تو کم از کم سورۃ النساء اور سورۃ النور کو ترجمہ کے ساتھ پڑھادیا کریں تا کہ لڑکی اچھی ازدواجی زندگی گزار سکے۔(ج 1 ص 34)

فرد واحد جماعت کے برابر

کئی بندے اکیلے ہوتے ہیں لیکن اپنی ذات میں ادارہ ہوتے ہیں۔لیکن جماعت سے زیادہ بھاری ہوتے ہیں دلیل قرآن سے پیش کرتا ہوں۔اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً (بے شک ابراہیم علیہ السلام امت تھے) دیکھا! جی ہاں ایسا بھی ہوتا ہے۔(ج 1 ص 86)

دل اور گند خانہ

آج ہم نے دل کو صنم خانہ بنالیا۔ بت خانہ بنالیا۔ بلکہ سچ کہوں کہ دل کو گند خانہ بنالیا ہے۔ مَاهٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ دل میں مورتیاں رکھی ہوئی ہیں۔ کسی نے دل میں لڑکی کی مورتی رکھی ہوئی ہے۔ کسی نے مال پیسے کی مورتی رکھی ہوئی ہے۔ کسی نے عہدے کی رکھ لی۔ جس گھر میں تصویر ہو اس گھر میں رحمت کا فرشتہ نہیں آتا۔ تو جس دل میں غیر کی تصویر ہوگی اس دل میں اللہ کی تجلیات کیسے آسکتی ہیں۔ (ج1 ص89)

تقویٰ کیا ہے

ہمارے حضرت غلام حبیب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہر چیز کو چھوڑ دینا جس کے اختیار کرنے سے تعلق باللہ میں فرق آئے اسے تقویٰ کہتے ہیں۔ (ج1 ص91)

اعمال کی اللہ کے ہاں پیشی

ایک نوجوان اپنی زبان سے اول فول بک رہا تھا کسی اللہ والے نے سنا فرمانے لگے بیٹے ذرا سوچ سمجھ کر بات کر اور دیکھ کہ تو اللہ کا نام کیسا مکتوب بھیج رہا ہے۔ ہماری زبان سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ ہمارے نامہ اعمال میں لکھا جاتا ہے اور یہ اعمال نامہ روزانہ اللہ رب العزت کے حضور پیش کیا جاتا ہے۔ (ج1 ص97)

اللہ کی محبت کا رنگ

کچھ لوگ رنگ فروش ہوتے ہیں کچھ لوگ رنگ ساز ہوتے ہیں۔ کچھ لوگ رنگ ریز ہوتے ہیں۔ ایک رنگ کا بیچنے والا اور ایک اس رنگ کو کپڑے کے اوپر چڑھانے والا، جو بیچنے والا ہو اس کو رنگ فروش کہتے ہیں جو رنگ اوپر چڑھانے والا ہو اس کو رنگ ریز کہتے ہیں۔ کتاب وسنت ایک رنگ ہے۔ علماء کرام رنگ فروش ہیں اور مشائخ وصوفیاء رنگ ریز ہیں۔ جو ان کے پاس جاتا ہے اس کے دل پر کتاب اللہ کا رنگ چڑھا دیتے ہیں۔ اللہ اکبر۔ (ج1 ص119)

اللہ کہاں ملتا ہے

میرے پیر و مرشد فرمایا کرتے تھے "سبزی ملتی ہے سبزی والوں کے پاس، کپڑا ملتا ہے کپڑے والوں کے پاس، لوہا ملتا ہے لوہے والوں کے پاس، اسی طرح اللہ ملتا ہے اللہ والوں کے پاس۔ (ج1 ص134)

اللہ کی رحمت کا واقعہ

مقربین کے ساتھ اللہ کا خاص معاملہ ہوتا ہے۔ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ رب العزت نے الہام فرمایا۔ اے شبلی! کیا تو چاہتا ہے کہ میں تیرے عیب لوگوں کے سامنے ظاہر کردوں تو دنیا میں تجھے کوئی منہ لگانے والا نہ رہے۔ انہوں نے جب یہ الہام سنا تو جواب میں کہا کہ یا اللہ کیا تو چاہتا ہے کہ میں تیری رحمت کھول کر لوگوں پر ظاہر کردوں تجھے دنیا میں کوئی سجدہ کرنے والا نہ رہے۔ پھر الہام ہوا کہ اے شبلی نہ تو میری بات کہنا نہ میں تیری بات کہوں گا۔ (ج1 ص146)

بزرگی کا معیار

سلف صالحین کے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ جب وہ کسی کی بزرگی کا تذکرہ کرتے تو یوں کہتے کہ فلاں آدمی تو بہت بزرگ آدمی ہے اور دلیل یہ دیتے تھے کہ اس نے تو اپنی زندگی کے اتنے رمضان گزارے ہیں۔ ان کے نزدیک بزرگی کا یہ پیمانہ تھا۔ بزرگی اور ترقی درجات کا اندازہ لگانے کا یہ معیار تھا کہ فلاں انسان زندگی کے اتنے رمضان المبارک گزار چکا۔ اب اس کے درجے کو تو ہم نہیں پہنچ سکتے۔ اللہ اکبر۔ (ج1 ص162)

موت کا منکر کوئی نہیں

اس دنیا میں اسلام کے منکر تو مل جائیں گے۔ اللہ کے منکر تو مل جائیں گے لیکن اس دنیا میں موت کا منکر کوئی نہیں مل سکتا۔ موت ایک ایسی اٹل حقیقت ہے جس نے بالآخر ایک دن آنا ہے۔ انسان دنیا میں جتنا بھی زندہ رہے بالآخر اس نے مرنا ہے۔ (ج1 ص184)

ماں کی دعائیں

ایک بزرگ کے بارے میں آتا ہے کہ ان کی والدہ فوت ہو گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس بزرگ کو الہام فرمایا کہ میرے پیارے! اب ذرا سنبھل کر رہنا جس کی دعائیں تیری حفاظت کرتی تھیں وہ ہستی دنیا سے اٹھ گئی ہے۔ اللہ اکبر۔ واقعی بات ایسی ہی ہے کہ ماں باپ کی دعائیں بچوں کے گرد پہرہ دیتی ہیں۔ (ج1 ص202)

تین دن

ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ تین طرح کے دن ہوتے ہیں۔ ایک وہ دن جو گزر چکا وہ ہاتھوں سے نکل گیا۔ ایک وہ دن جو آگے آئے گا یعنی کل، پتہ نہیں وہ آئے یا اس سے پہلے معاملہ کچھ اور بن جائے۔ ایک آج کا دن یہ ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ چنانچہ فرماتے تھے اے انسان! نہ گزشتہ کل پر بھروسہ کرنا نہ آئندہ کل کی امید رکھنا۔ تیرے ہاتھوں میں آج کا دن ہے تو چاہے تو اسی دن میں اللہ کو راضی کر لے۔ (ج1 ص210)

اللہ کی ناراضگی کی نشانی

اللہ تعالیٰ جب انسان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں یعنی اس کی رحمت متوجہ ہوتی ہے تو اس کی پہلی نشانی یہ ہے کہ انسان کو اپنے عیب نظر آنے شروع ہو جاتے ہیں۔ جب اللہ ناراض ہوتے ہیں تو اس کی پہلی نشانی یہ ہے اپنے عیب اپنی نظر سے پوشیدہ ہو جاتے ہیں۔ اس لئے انسان اپنے اوپر نظر ڈالے اپنی کوتاہیاں سامنے ہوں۔ (ج1 ص212)

سفید ریش عمر بارہ سال

ایک سفید ریش بزرگ سے کسی نے پوچھا باباجی آپ کی عمر کتنی ہوگی؟ کہا کوئی دس بارہ سال ہوگی۔ کہنے لگا۔ باباجی! آپ کے بال سفید اور آپ کہتے ہیں کہ بارہ سال عمر ہے۔ فرمایا کہ ہاں بیٹا جب سے میں نے سچی توبہ کی ہے بارہ سال گزرے ہیں۔ یہی میری زندگی ہے اس سے پہلے میری زندگی نہیں شرمندگی تھی۔ (ج1 ص219)

اخلاص کی مثال

فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عجیب مثال لکھی ہے فرماتے ہیں کہ ہم نے اخلاص گڈریے سے سیکھا۔ کسی نے کہا حضرت اخلاص آپ نے گڈریے سے کیسے سیکھا۔ فرمایا گڈریا جب بکریوں کے درمیان بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہوتا ہے اس کے دل میں رتی برابر بھی خیال نہیں ہوتا کہ یہ بکریاں میری تعریف کریں گی۔ ہم نے یہاں سے اخلاص سیکھا کہ انسان لوگوں کے درمیان بیٹھ کر اس طرح عبادت کرے کہ دل میں رتی برابر بھی خیال نہ ہو کہ لوگ میری تعریف کریں گے۔ جس طرح گڈریا بکریوں سے بیگانہ ہو کر نماز پڑھتا ہے اسی طرح اللہ والے لوگوں کے درمیان بیٹھ کر عبادت کرتے ہیں وہ بھی لوگوں سے بیگانے ہوتے ہیں مخلوق سے کٹ جاتے ہیں۔ اللہ رب العزت سے واصل ہو جاتے ہیں۔ (ج 1 ص 228)

تقویٰ وصبر کا انعام

یوسف علیہ السلام نے جب دیکھا کہ میرے بھائیوں کا یہ حال ہو گیا آج میں تخت پر بیٹھا ہوں اور یہ فرش پر کھڑے ہیں۔ تو یوسف علیہ السلام نے پوچھا مَا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ (تم نے یوسف علیہ السلام کے ساتھ کیا کیا تھا) کہنے لگے انک لانت یوسف (کیا آپ یوسف علیہ السلام ہیں) فرمایا اَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَآ اَخِيْ ۔ میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی (بنیامین) ہے قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا (تحقیق اللہ نے ہم پر احسان کیا) اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ (جو شخص اپنے اندر تقویٰ پیدا کرتا ہے صبر وضبط پیدا کرتا ہے) فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ اللہ نیکو کاروں کے اجر کو ضائع نہیں کیا کرتے۔ ہر دور میں اور ہر زمانے میں جو برادران یوسف علیہ السلام کی طرح جانتے بوجھتے ہوئے گناہوں میں پڑے گا اللہ تعالیٰ اس کو فرش پر کھڑا کریں گے اور جو یوسف علیہ السلام کی طرح گناہوں سے بچے گا اللہ تعالیٰ اس کو عرش پر بٹھائیں گے۔ (ج 1 ص 231)

دین میں آسانیاں تلاش کرنے کا نقصان

کہتے ہیں کہ اَلدِّیْنُ یُسْرٌ (دین سہل ہے) اس لئے تم چاروں ائمہ میں سے کسی کا بھی قول لے لو جو تمہیں آسان نظر آتا ہو وہ بالکل ٹھیک ہوگا۔ جہاں چاروں ائمہ کے ہاں مسئلہ ذرا سخت ملتا ہو تو پھر اپنی طرف سے آسان بنا لیتے ہیں۔ حالانکہ ساری دنیا کی خرابیاں ایسے بندے کے اندر آجاتی ہیں جو دین میں یوں آسانیاں ڈھونڈتا پھرتا ہو۔ اس لئے علماء کرام نے کہا مَنْ اَخَذَ بِنَوَادِرِ الْعُلَمَاءِ خَرَجَ مِنَ الْاِسْلَامِ۔ جو علماء کے نوادرات کے اوپر عمل کرے گا یعنی ایسے اقوال پر عمل کرے گا جو کہ نوادرات میں سے ہیں۔ پھر تو اس کے اندر ساری کی ساری خرابیاں آجائیں گی۔ (ج1 ص244)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

جب ہجرت کا حکم ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دروازے پر دستک دی تو وہ فوراً حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حیران ہو کر پوچھا، اے ابوبکر! کیا آپ جاگ رہے تھے؟ عرض کیا، جی ہاں کچھ عرصہ سے میرا دل محسوس کر رہا تھا کہ عنقریب آپ کو ہجرت کا حکم ہوگا تو آپ ضرور مجھے اپنے ساتھ لے جانے کا شرف عطاء فرمائیں گے پس میں نے اس دن سے رات کو سونا چھوڑ دیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ تشریف لائیں اور مجھے جاگنے میں دیر ہو جائے۔ (ج2 ص99)

یہ رونا کیسا ہے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی محبت میں اور جدائی میں رونا بھی عین عبادت ہے۔ یہ عاجز ایک مرتبہ مواجہہ شریف کے سامنے کھڑا تھا۔ ایک صاحب میرے ساتھ ہی خاموش کھڑے رو رہے تھے۔ ایک خشک بندہ اس کے قریب آکر کہنے لگا مَا هٰذِهِ الْبُكٰى۔ یہ رونا کیسا ہے؟ افسوس کہ اس بیچارے کی سمجھ میں بھی نہیں آتا تھا کہ یہ رونا بھی کچھ ہوتا ہے۔ (ج4 ص179)

پلکوں کی گواہی

قیامت کے دن ایک آدمی اپنے گناہوں پر نادم ہوگا مگر اس کی شفاعت کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔ پھر اس آدمی کی پلکوں کا ایک بال گواہی دے گا۔ حدیث پاک میں آیا ہے فَتَشْهَدُ تِلْکَ الشَّعْرُ پلکوں کا وہ بال بندے کے لئے گواہی دے گا کہ اِنَّهٗ قَدْ بَکٰی فِی الدُّنْیَا مِنْ خَوْفِ رَبِّهٖ ۔ اے اللہ! یہ بندہ دنیا میں آپ کے خوف کی وجہ سے رویا تھا۔ فَیُغْفَرُ لَه وَیُنَادِیْ مُنَادٍ۔ اس کی بخشش کردی جائے گی۔ اور ایک اعلان کرنے والا فرشتہ یہ اعلان کرے گا کہ اے لوگو! هٰذَا عَتِیْقُ اللهِ تَعَالٰی بِشَعْرِهٖ۔ یہ وہ بندہ ہے جس کی پلکوں کے بال کی گواہی کو قبول کر کے اللہ تعالیٰ نے اسے جہنم کی آگ سے بری فرمادیا۔ سبحان اللہ۔ (ج4ص189)

روزِ محشر اللہ تعالیٰ کا اعلان

عبداللہ بن انیس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ روز محشر اللہ تعالیٰ پکار کر فرمائیں گے کہ میں منصف بادشاہ ہوں، کوئی جنتی جنت میں اور کوئی دوزخی دوزخ میں اس وقت تک نہیں جا سکتا جب تک کہ اہل حقوق کے حقوق ان کو نہ دلا دیئے جائیں۔ (ج5ص234)

بنی اسرائیل میں سات سال تک قحط رہا۔ حتیٰ کہ لوگوں نے مردار اور بچے بھی کھائے پہاڑوں پر جاتے اور گڑگڑا کر التجا کرتے لیکن دعا قبول نہ ہوتی۔ آخر کار حضرت موسیٰ علیہ السلام وحی نازل ہوئی کہ انہیں کہہ دو کہ اگر وہ عبادت کرتے کرتے خشک کوڑے کی مانند ہو جائیں تو بھی میں ان کی دعا قبول نہ کروں گا جب تک کہ لوگوں کے حقوق واپس نہ کریں گے۔ (ج5ص235

عجیب بات

کتنی عجیب بات ہے کہ صبح بستر سے اٹھتے ہیں منہ دھوئے بغیر لوگوں کے سامنے نہیں جاتے کہ میلا منہ لے کر کیسے جائیں گے۔ ارے! جس چہرے کو دنیا نے دیکھا اس کو دھوئے بغیر تم سامنے نہیں جاتے۔ جس چہرے کو پروردگار نے دیکھنا ہے جب اس پر گناہوں کی میل لگ گئی تو پھر پروردگار کو وہ چہرہ کیسے دکھائیں گے۔ (ج5ص272)

عقل کی زکوٰۃ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ نادانوں کی بات پر تحمل مزاجی انسان کی عقل کی زکوٰۃ ہوا کرتی ہے۔ لکھے پڑھے عقلند لوگوں کو چاہئے کہ چھوٹی چھوٹی باتوں کے اوپر دلوں میں روگ نہ پال لیا کریں۔ دوسرے کی غلطی کو معاف کر دینا اور تکلیف برداشت کر لینا انسان کی عقل کی زکوٰۃ ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے عقل مند بنایا ہے تو عقل کی زکوٰۃ بھی دیا کرو۔ مگر آج دیکھا گیا ہے کہ آدمی خود تو چاہتا ہے کہ میرے بڑے بڑے قصوروں کو معاف کر دیا جائے مگر دوسروں کی چھوٹی چھوٹی غلطی کو بھی معاف کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ (ج 5 ص 238)

موت کے بعد انسان کے پانچ حصے

علماء نے لکھا ہے کہ موت کے بعد انسان کے پانچ حصے بن جاتے ہیں۔ ایک تو روح جس کو ملک الموت لے کر چلا جاتا ہے۔ دوسرا انسان کا جسم کہ اسے کیڑے کھا جاتے ہیں۔ تیسرے اس کا مال کہ یہ وارث لے جاتے ہیں۔ چوتھا اس کی ہڈیاں کہ جن کو مٹی کھا جاتی ہے اور پانچواں اس کی نیکیاں کہ جن کو اس کے حق دار لے جاتے ہیں۔ لہٰذا حسرت ہے۔ اس انسان پر کہ قیامت کے دن نیکیوں کے انبار لائے گا مگر اپنی بد احتیاطیوں کی وجہ سے نیکیاں دے بیٹھے گا اور گناہوں کے پہاڑ سر پر لینے پڑ جائیں گے۔ (ج 5 ص 246)

مسنون دعاؤں کے فائدے

جو آدمی مسنون دعاؤں کو اپنے اپنے وقت پر پڑھنے کی عادت بنائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے وقوف قلبی کا رکھنا آسان فرما دیں گے۔ بعض حضرات کو نسبت کا نور اسی طرح ملا کہ وہ مسنون دعاؤں کو اپنے وقت پر پابندی سے پڑھا کرتے تھے۔ ان کا اور کوئی مجاہدہ نہیں تھا صرف مسنون دعاؤں کے اہتمام سے اللہ تعالیٰ نے دل میں اتنا نور عطا فرمایا کہ وہ لوگ صاحب نسبت بن گئے۔ دوسری بات کہ جو آدمی مسنون دعاؤں کو پڑھنے کی عادت بنائے گا اس آدمی کو کسی دم، تعویذ اور اس قسم کے عمل کی کوئی ضرورت نہیں رہے گی۔ پروردگار خود اس کا محافظ بن جائے گا اور ہر طرح کی پریشانیوں سے اس کو محفوظ فرمائے گا۔ (ج 5 ص 289)

افضل ایمان

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا اَفْضَلُ الْاِیْمَانِ اَنْ تَعْلَمَ اَنَّ اللّٰہَ مَعَکَ حِیْنَ مَا کُنْتَ افضل ایمان یہ ہے کہ تو اس بات کو جان لے کہ اللہ رب العزت تیرے ساتھ ہیں تو جہاں کہیں بھی ہے۔ اس افضل ایمان کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ (ج6 ص28)

اشیاء کی حقیقت

یہ وہ نعمت ہے جس کے بارے میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اَللّٰھُمَّ اَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْیَاءِ کَمَا ھِیَ۔ اے اللہ! ہمیں چیزوں کی حقیقت دکھا دیجئے جیسے کہ وہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات (اہل اللہ) کو چیزوں کی حقیقت دکھا دیتے ہیں۔ (ج6 ص46)

امت میں بلند و بالا ہستی

جب سورج طلوع ہوتا ہے تو اس کی کرنیں سب سے پہلے اس عمارت پر پڑتی ہیں جو سب سے بلند و بالا ہوتی ہے اسی طرح جب نبوت کا سورج طلوع ہوا تو اس کی پہلی کرنیں اس ہستی پر پڑیں جو امت میں سب سے بلند و بالا تھی۔ وہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ذات تھی۔ (ج6 ص50)

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور تجلی خاص

حضرت سید زوار حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف اسناد کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا اِنَّ اللّٰہَ یَتَجَلّٰی لِلْخَلْقِ عَامَّۃً وَلٰکِنْ لِاَبِیْ بَکْرٍ خَاصَّۃً. قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سب لوگوں کے لئے عام تجلی فرمائیں گے لیکن ابو بکر رضی اللہ عنہ کے لئے خاص تجلی فرمائیں گے۔ اس لئے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا۔ خاص تجلی کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ابو بکر رضی اللہ عنہ کو مسکرا کر محبت بھری نظر سے دیکھیں گے۔ سبحان اللہ۔ اس لئے قیامت کے دن کچھ ایسے خوش نصیب ہوں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ کر مسکرائیں گے اور اللہ تعالیٰ انہیں دیکھ کر مسکرائیں گے۔ (ج6 ص70)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ایمان کا وزن

بیہقی شریف کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر پوری امت کے ایمان کو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ایمان کے ساتھ تولا جائے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایمان بڑھ جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسا ایمان عطا فرما دیا تھا۔ (ج6 ص69)

نسبتوں کا احترام

ہم تمام نسبتوں کا احترام کرتے ہیں کیونکہ جو بھی صاحب نسبت مشائخ ہوتے ہیں چاہے وہ کسی سلسلہ کے بھی ہوں ان کا اکرام کرنا لازمی اور ضروری ہوتا ہے۔ جس طرح نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تو ایمان لائے مگر ہم تمام انبیاء کی بھی عزت کرتے ہیں کیونکہ کسی کے بارے میں بھی کوئی گستاخی کرے گا تو اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ (ج6 ص71)

عجیب اتفاق

حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے پشاور چوک میں کھڑے ہو کر شریعت کے نفاذ کا اعلان کیا۔ شراب کی بندش کا اعلان کیا۔ یہ یکم مئی اتوار کا دن تھا۔ عجیب بات یہ ہے کہ ۱۹۷۲ء میں حضرت مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ جو انہی کے روحانی فرزند تھے جب اللہ رب العزت نے ان کو وہاں کا چیف منسٹر بنایا تو انہوں نے بھی پشاور کی اسی جگہ پر شراب کی بندش کا اعلان کیا۔ وہ بھی یکم مئی اور اتوار کا دن تھا۔ (ج6 ص89)

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

ایک مرتبہ آپ کو حجرہ مبارک کے اندر جانے کا موقع ملا۔ جب حجرہ مبارک کے اندر گئے تو واپسی پر آپ کے اوپر ایک عجیب کیفیت تھی۔ لوگوں نے دیکھا کہ بڑا پر انوار چہرہ اور عجیب کیفیت ہے تو کسی شاگرد نے پوچھا کہ حضرت! اندر کیفیت کیا تھی؟ تو حضرت نے اشعار میں جواب دے دیا۔ فرمایا

میرے آقا کا مجھ پر تو اتنا کرم تھا بھر دیا میرا دامن پھیلانے سے پہلے
یہ اتنے کرم کا عجب سلسلہ تھا نشہ رنگ لایا پلانے سے پہلے

جب مدینہ طیبہ سے واپس ہونے لگے اور آخری وقت آپ نے روضہ انور پر نظر ڈالی تو اس وقت آپ نے یہ شعر پڑھا۔

ہزاروں بار تجھ پر اے مدینہ میں فدا ہوتا
جو بس چلتا تو مر کر بھی نہ میں تجھ سے جدا ہوتا

اللہ رب العزت کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ان کے دل میں سمائی ہوئی تھی۔ (ج6 ص103)

حفاظتِ نظر شیخ کی نظر

آنکھ کا گناہ پہلا قدم ہے اس سے آگے زنا کے راستے ہموار ہوتے ہیں۔ اس لئے اس پہلے قدم کو ہی روک لیجئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی نظر کی حفاظت کی تو اللہ رب العزت نے ان کو کامیاب فرما دیا اور زلیخا اپنی نظر کی حفاظت نہ کر سکی جس کی وجہ سے شیطان نے اس کو گناہ میں پھنسا دیا۔ یہ نظر ہی ہے جو انسان کی گراوٹ کا سبب بنتی ہے اور پھر شیخ کی نظر ہی ہے جو انسان کی ترقی کا ذریعہ بن جایا کرتی ہے۔

؎ تیرا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں

جب ہم غیر محرموں پر نظر ڈالنے سے بچیں گے تو پھر شیخ کی نظر ہم پر اثر کرنا شروع کر دے گی۔ شیخ کی نظر بھی کیا اثر کرے جب اپنی ہی نظریں ہوس کے ساتھ ادھر ادھر پڑ رہی ہوں۔ (ج6 ص149)

ایک عجیب بات

فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عجیب بات لکھی ہے کہ جو عورت نماز پڑھے لیکن وہ نماز میں اپنے خاوند کے لئے دعا نہ مانگے اس کی نماز اللہ رب العزت کی بارگاہ میں شرف قبولیت ہی نہیں پاتی۔ (ج6 ص152)

ستر سال کے گناہ معاف

حدیث پاک میں آیا ہے کہ جو مرد اپنے اہل خانہ کے لئے کوئی چیز خرید تا ہے اور لا کر اپنے گھر کے اندر رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اتنے خوش ہوتے ہیں کہ اس کے ستر سال کے گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔ (ج 6 ص 153)

پریشانیوں کی بارش

پریشانیوں کی بارش ہو رہی ہے اور اللہ رب العزت کی رحمت کی چادر نے ہمیں پریشانیوں کی اس بارش سے بچایا ہوا ہے۔ لیکن جب ہم گناہ کرتے ہیں۔ تو اس چادر میں ایک سوراخ ہو جاتا ہے۔ جتنے گناہ کرتے ہیں۔ اتنے سوراخ ہوتے جاتے ہیں۔ اتنے سوراخوں سے پریشانیاں ہمارے اوپر ہوتی ہیں کئی لوگوں نے تو اس کو چھلنی بنایا ہوا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ پریشانیوں کی بارش بڑی تیز ہے۔ (ج 6 ص 187)

گناہوں کا ارتکاب

آج کل تو گناہوں کا ارتکاب کرنا اتنا معمولی سا نظر آتا ہے۔ جیسے کسی تنکے کو توڑ دینا۔ حیرت کی بات ہے کہ اگر دو چار سال کا بچہ بھی پاس ہو تو کوئی نوجوان فحش حرکات نہیں کرے گا لیکن جب محسوس کرے گا کہ تنہا ہوں تو معلوم نہیں کیا کیا حرکات کرنے لگ جائے گا۔

اللہ رب العزت نے اپنے ایک پیارے بندے کی طرف الہام فرمایا کہ اے میرے پیارے! لوگوں سے کہہ دو کہ جب تم گناہ کرنے لگتے ہو تو تم ان تمام دروازوں کو تو بند کر لیتے ہو جن دروازوں سے مخلوق دیکھتی ہے اور اس دروازے کو بند نہیں کرتے جہاں سے میں پروردگار دیکھتا ہوں۔ کیا اپنی طرف دیکھنے والوں میں سے سب سے کم درجے کا تم مجھے سمجھتے ہو۔ (ج 6 ص 246)

ایک الہامی بات

ہم کھاتے بھی اللہ تعالیٰ کا ہیں اور شکوے بھی اسی کے کرتے ہیں اور اس کی عبادت بندگی اور شکر ادا کرنے میں سستی کر جاتے ہیں۔ عطا بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ایک مرتبہ الہام فرمایا کہ اے میرے پیارے! جب تجھے کوئی ذرا سی تکلیف پہنچتی ہے۔

تو تم فوراً لوگوں میں بیٹھ کر میرے شکوے کرنا شروع کر دیتے ہو جبکہ تمہارا نامہ اعمال گناہوں سے بھرا ہوا میرے پاس آتا ہے مگر میں فرشتوں میں بیٹھ کر تمہارے شکوے تو نہیں کرتا۔ (ج 6 ص 246)

سب سے اونچے درجے کا خوف

سب سے اونچے درجے کا خوف یہ ہے کہ انسان اپنی طرف سے کوئی بھی گناہ نہ کرے۔ اس کے باوجود ڈرے کہ معلوم نہیں کہ میرے ساتھ کیا معاملہ پیش آ جائے۔ (آگے دودھ پیتے بچے کی جنازہ پڑھائی اور اس کو قبر اور جہنم کے عذاب سے محفوظ ہونے کے لئے دعا فرمائی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مالک ہے خالق ہے وہ اتنے بچے کو بھی جہنم میں ڈال دے تو اس کو کوئی پوچھنے والا نہیں۔ (ج 6 ص 246)

ایک تجربہ شدہ بات

اللہ تعالیٰ کا ذکر دل میں راسخ کرنے کے لئے شیخ سے رابطہ رکھنا بہت ضروری ہے۔ ہمارا یہ تجربہ ہے کہ اگر بندہ باقاعدگی کے ساتھ ذکر مراقبہ کرے تو پھر اگر اسے پورے سال میں ایک دن شیخ کی صحبت مل جائے تو اس کے دل کو زندہ کرنے کے لئے وہ ایک دن کی صحبت بھی کافی ہوتی ہے۔ (ج 6 ص 160)

اللہ اللہ کا ذکر کرنے کا شرعی ثبوت

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ اللہ کا ذکر کسی حدیث سے تو ثابت نہیں۔ حالانکہ حدیث شریف میں واضح لفظوں میں فرمایا گیا۔ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی یُقَالُ فِی الْاَرْضِ اَللّٰہُ اَللّٰہُ۔ اب یہاں دو دفعہ اللہ کا لفظ آیا ہے۔ اگر حدیث شریف میں صرف ایک دفعہ آتا کہ حَتّٰی یُقَالُ فِی الْاَرْضِ اللّٰہُ تو پھر تو چلو کوئی بات نہیں تھی۔ مگر حدیث میں اللہ اللہ آیا ہے۔ اگر میں بھی بار بار دو دو دفعہ یہی کہہ دوں۔ اللہ اللہ، اللہ اللہ، اللہ اللہ تو اس میں کونسا اشکال ہے۔ (ج 7 ص 30)

اگر ہم سے کوئی پوچھے کہ ہمارے رب کا کیا نام ہے؟ تو ہم جواب دیں گے۔ اللہ۔ اللہ تعالیٰ قرآن عظیم الشان میں ارشاد فرماتے ہیں وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ اور ذکر کر تو اپنے رب کے نام کا۔ رب کا نام چونکہ اللہ ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ فرمانا یہ چاہتے ہیں کہ تم اللہ اللہ کرو۔ معلوم ہوا کہ اللہ اللہ کا ذکر کرنا قرآن مجید سے ثابت ہے۔ (ج 7 ص 35)

پسری حصہ

محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن تمام انسانوں کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ان میں سے ۸۰ صفیں میری امت کی بنائیں گے اور چالیس ۴۰ صفیں باقی انبیاء علیہم السلام کی امتوں کی بنیں گی۔ سبحان اللہ، دیکھیں کہ جب باپ کی میراث تقسیم ہوتی ہے تو دو حصے بیٹے کو اور ایک حصہ بیٹی کو ملتا ہے اسی طرح جب حضرت آدم علیہ السلام کی میراث تقسیم ہوئی تو سب انبیاء کو ملنے والا حصہ دختری بنا اور محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو پسری حصہ ملا۔ (ج 7 ص 79)

ذکر سے غفلت کی سزا

جو اللہ رب العزت کی یاد سے اعراض کرے گا اس کو چڑھتا ہوا عذاب ملے گا۔ ارشاد فرمایا: وَمَنْ یُّعْرِضْ عَنْ ذِکْرِ رَبِّہٖ یَسْلُکْہُ عَذَابًا صَعَدًا۔

پروردگار عالم ناراض ہوں گے کہ میری یاد سے غفلت میں کیوں زندگی گزاری

یک چشم زدن غافل ازاں شاہ نہ باشی
شاید کہ نگاہ کند آگاہ نہ باشی (ج 7 ص 37)

روز محشر امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدے کا حکم

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کا مفہوم ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن میری امت کو سجدہ کرنے کا حکم دے گا۔ لہٰذا جو بھی امتی اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سجدے کی وجہ سے اس کو جنت عطا فرمائیں گے۔ (ج7ص79)

ایک سنت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سنت ہے کہ اگر کوئی خوشخبری لائے تو خوشخبری لانے والے کو کچھ ہدیہ پیش کر دیا جائے۔ (ج7ص110)

اہل کا سکوت

خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ خاموش طبع تھے۔ کسی نے ایک دفعہ ان سے کہا حضرت! آپ بات کیا کریں تا کہ لوگوں کو فائدہ ہو۔ حضرت نے عجیب بات کہی۔ فرمایا جس نے ہماری خاموشی سے کچھ نہیں پایا وہ ہماری باتوں سے بھی کچھ نہیں پائے گا۔

کہہ رہا ہے شور دریا سے سمندر کا سکوت
جس کا جتنا ظرف ہے اتنا ہی وہ خاموش ہے

(ج7ص131)

آنکھ کی ٹھنڈک

بندہ دنیا میں جب تہجد کے لئے جاگتا ہے تو آنکھیں نیند کو ترستی ہیں۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ جی میری آنکھیں نیند کو ترس گئیں۔ لہٰذا جہاں پروردگار عالم نے اپنے شب زندہ دار لوگوں کو اجر اور بدلہ دینے کا تذکرہ فرمایا۔ فرمایا فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ. کہ کوئی جی نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لئے کیا بنا رکھا ہے۔ ان کی آنکھیں نیند کو ترستی رہیں اس لئے ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لئے سامان کر دیا گیا۔ (ج7ص138)

دنیا کا آخری کنارہ

عاجز نے وہ جگہ بھی دیکھی جس کو End of the world (دنیا کا آخری کنارہ) کہا جاتا ہے۔ وہاں پر حکومت نے لکھ کر لگایا ہوا ہے کہ یہ دنیا کا آخری کنارہ ہے وہ اس طرح کہ سال میں ایک دن ایسا آتا ہے کہ وہاں سمندر کے کنارے پر دنیا کے لاکھوں ٹورسٹ (سیاح) موجود ہوتے ہیں وہاں سورج غروب ہونے کے لئے آتا ہے تو غروب ہوتے غروب نہیں ہوتا بلکہ پھر طلوع ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ لاکھوں سیاح یہ نظارہ وہاں پر دیکھتے ہیں۔ اس لئے اس جگہ کو دنیا کا آخری کنارہ کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس عاجز کو اس جگہ پر بھی پہنچنے کی سعادت عطا فرمائی۔ (ج 8 ص 73)

اکابر علمائے دیوبند

اکابرین علمائے دیوبند اللہ رب العزت کے چند مخلص لوگوں کی ایک جماعت کا نام ہے۔ ان کے دل میں دین کا درد تھا۔ انہوں نے ایسا کام کیا کہ ان کا فیض اس وقت پوری دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ یہ عاجز جہاں بھی گیا مشرق ہو یا مغرب، شمال ہو یا جنوب پہاڑ تھے یا میدان، جنگل تھے یا صحرا جہاں بھی گیا اس عاجز نے علمائے دیوبند کا کوئی نہ کوئی روحانی فرزند وہاں دین کا کام کرتے دیکھا (اس عاجز کو دین کی نسبت سے دنیا کے چالیس سے زیادہ ملکوں میں سفر کرنے کی توفیق نصیب ہوئی۔ (ج 8 ص 73)

ادلتے بدلتے دن

اللہ تعالیٰ انسان کو ہمیشہ ایک ہی حال میں نہیں رکھتے بلکہ وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ. (آل عمران: ۱۴۰) اور ہم انسانوں کے درمیان دنوں کو پھیرتے رہتے ہیں۔ آج جس گھر میں خوشیاں منائی جارہی ہوتی ہیں کل اسی گھر میں رونا پیٹنا ہو رہا ہوتا ہے۔ جو آج جوانی کے نشے میں مخمور ہوتا ہے کل وہی بستر علالت پر صاحب فراش ہوتا ہے۔

خوشی کے ساتھ دنیا میں ہزاروں غم بھی ہوتے ہیں

جہاں بجتی ہیں شہنائیاں وہاں ماتم بھی ہوتے ہیں (ج 8 ص 133)

مصیبت میں کام آنے والا

جو مصیبت میں دوسروں کے کام آئے، ایسے بندے کو بھی دوسرے لوگ پسند کرتے ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے وَاَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ. (الرعد:۱۷) اور جو انسانوں کو نفع پہنچاتا ہے اللہ تعالیٰ اسے زمین میں جما دیتے ہیں۔ (ج8 ص231)

اخلاق کی اہمیت

دنیا تلوار کا تو مقابلہ کرسکتی ہے مگر کردار کا مقابلہ کبھی نہیں کرسکتی۔ ہمیشہ کردار کی فتح قوی ہوتی ہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں فُتِحَتِ الْمَدِیْنَۃُ بِالْاَخْلَاقِ کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مدینہ کو اخلاق کے ذریعے فتح فرمایا تھا۔ (ج8 ص234)

مشائخ کی نظر میں دنیا کی حقیقت

ہمارے مشائخ نے دنیا کے بارے میں عجیب عارفانہ کلام فرمایا کہ حَلَالُھَا حِسَابٌ وَ حَرَامُھَا وَ بَالٌ۔ اس دنیا کا حلال ہو تو اس کا حساب دینا ہوگا اور اگر حرام ہو تو وہ انسان کے لئے وبال ہوگا۔ (ج9 ص23)

ترکِ لذات

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ہم نے اپنے اکابر سے یہ معرفت والا سبق ترک دنیا کے ذریعے سیکھا۔ تسبیحات کے ذریعے نہیں۔ (ج9 ص27)

مزدلفہ کی وجہ تسمیہ

جب حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام کی توبہ قبول ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں یہ بات ڈالی کہ بیت اللہ شریف کی طرف چلیں۔ چنانچہ جب وہ دونوں عرفات سے مکہ مکرمہ کی طرف چلے تو انہیں مزدلفہ میں رات آئی۔ مزدلفہ چادر کو کہتے ہیں اس وقت ان کے پاس ایک بڑی چادر تھی اور وہ دونوں میاں بیوی اس ایک ہی چادر کے اندر سوگئے تھے۔ اس وجہ سے اس جگہ کا نام مزدلفہ پڑ گیا۔ (ج9 ص78)

غصہ

ایک روایت میں ہے کہ جب انسان غصہ کی حالت میں ہوتا ہے تو شیطان اس کے ساتھ ایسے کھیلتا ہے جیسے کوئی بچہ گیند کے ساتھ کھیل رہا ہوتا ہے۔ ایسے ہی انسان غصے کی حالت میں ہوتا ہے تو شیطان اس کی رگوں کے اندر خون کی طرح دوڑتا ہے۔ (ج9ص94)

اللہ تعالیٰ کا بندے سے شکوہ

حدیث قدسی ہے یَا ابْنَ آدَمَ مَا انْصَفْتَنِیْ (اے ابن آدم! تو نے میرے ساتھ انصاف نہیں کیا) وہ کیوں؟ اس لئے کہ اے ابن آدم شیطان تمہارا دشمن تھا میں نے تمہارے دشمن کو جنت سے جو تمہارا گھر تھا دھتکار کر باہر نکال دیا لیکن یہ شیطان میرا دشمن ہے تم اسے میرے گھر یعنی اپنے دل سے کیوں نہیں نکالتے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم شیطان کو اللہ کے گھر سے دھکیل کر نکال دیں۔ (ج9ص95)

یہاں ایک طالب علمانہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خود ہی اسے نکال دیں۔ علماء نے اس کا جواب لکھا ہے کہ اے انسان! تیری حیثیت میزبان کی سی ہے اور پروردگار کی حیثیت مہمان کی سی ہے اور گھر کی صفائی میزبان کے ذمہ ہوا کرتی ہے مہمان کے ذمہ نہیں۔ (ج9ص96)

تکبیر اولیٰ اور مسواک کی پابندی پر انعام الٰہی

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو انسان تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز کی پابندی کرتا ہے اور مسواک کی پابندی کرتا ہے اس کے پاس موت کے وقت اللہ تعالیٰ ملک الموت کو بھیجتے ہیں تو ملک الموت تین کام کرتا ہے۔ شیطان کو مار کر اس بندے سے دور بھگا دیتا ہے۔ (۲) اس بندے کو بتا دیتا ہے کہ اب تیرے مرنے کا وقت قریب ہے۔ (۳) اسے کلمہ یاد دلا دیتا ہے۔ چنانچہ وہ بندہ کلمہ پڑھتا ہے اور ملک الموت اس کی روح کو قبض کر کے لے جاتے ہیں۔ حدیث پاک میں ہے جس کا آخری کلام لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہوگا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (ج9ص118)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد حضرات حسنین کریمین کی فرمائش پر مسجد نبوی میں اذان دینا شروع کی تو صحابہ کے دل ان کے قابو میں نہ رہے حتیٰ کہ گھروں کے اندر مستورات وہ بھی روتی ہوئی ایس گھروں سے باہر نکلیں۔ اور مسجد نبوی کے باہر ہجوم لگ گیا۔ عجیب بات یہ تھی کہ ایک عورت نے بچے کو اٹھایا ہوا تھا۔ اور وہ چھوٹا سا بچہ اپنی اماں سے پوچھنے لگا۔ اماں! بلال رضی اللہ عنہ تو کچھ عرصہ کے بعد واپس آ گئے۔ یہ بتاؤ کہ نبی علیہ السلام کب واپس آئیں گے؟ اس بات کو سن کر صحابہ کرام مچھلی کی طرح تڑپ اٹھے۔ (ج 11ص 104)

امام اعظم کیلئے دعائے خیر

ابن داود رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ امت پر یہ فرض ہے کہ وہ اپنی نمازوں میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے لئے دعا کیا کرے کیونکہ انہوں نے اپنی زندگی میں اصول فقہ کو متعین کر کے اور چھ لاکھ مسائل کو اکٹھا کر کے امت کے لئے عمل کا راستہ آسان کر دیا۔ (ج 11ص 215)

گناہوں کو ہلکا کر کے پیش کرنا

شیطان انسان کی نگاہوں میں گناہوں کو ہلکا کر کے پیش کرتا ہے یہ اس کا بڑا وار ہے وہ گناہ کے بارے میں دل میں یہ خیال ڈالتا ہے کہ یہ گناہ تو اکثر لوگ کرتے ہی رہتے ہیں۔

یہ تو ہو ہی جاتا ہے اس سے بچنا تو بہت مشکل ہے

یہ آج کل تو بے پردگی بہت عام ہے اس لئے نگاہوں کو بچانا بہت مشکل ہے۔ اس لئے فاسق گناہ کو ایسے سمجھتا ہے جیسے کوئی مکھی بیٹھی تھی۔ اور اس کو اڑا دیا جبکہ مؤمن بندہ گناہ کو ایسے سمجھتا ہے۔ جیسے سر کے اوپر کوئی پہاڑ رکھ دیا گیا ہو۔ اسی لئے کہا گیا ہے۔ لَا تَحْقِرَنَّ صَغِيْرَةً اَنَّ الْجِبَالَ مِنَ الْحَصٰى۔ تم چھوٹے گناہ کو ہرگز چھوٹا نہ سمجھو اس لئے کہ بڑے بڑے پہاڑ چھوٹے چھوٹے پتھروں سے مل کر بنتے ہیں۔ اس لئے جب انسان گناہ صغیرہ پر اصرار کرتا رہتا

ہے تو پھر وہ آہستہ آہستہ کبیرہ بن جاتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اندر ایک قول بہت مشہور تھا۔ اکثر صحابہ گفتگو کے دوران وہ قول ایک دوسرے کے سامنے پڑھا کرتے تھے۔

لاَ صَغِيْرَةَ مَعَ الْاِصْرَارِ وَ لَا كَبِيْرَةَ مَعَ الْاِسْتِغْفَارِ۔ اصرار سے کوئی گناہ صغیرہ نہیں رہتا اور استغفار سے کوئی گناہ کبیرہ نہیں رہتا۔ اس لئے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ كُلُّ مَا نَهٰى عَنْهُ فَهُوَ كَبِيْرَةٌ ہر وہ کام جس سے شریعت نے بچنے کا حکم دیا ہے وہ کبیرہ گناہ ہے۔ (ج 12 ص 120,121)

خطرے کی بات

جب انسان کسی گناہ کو ہلکا سمجھنا شروع کر دے تو یہ بڑی خطرے کی بات ہوتی ہے۔ بلکہ مشائخ نے کہا جس گناہ کو لوگ ہلکا سمجھیں وہ اللہ کے ہاں بڑا ہوتا ہے۔ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اے دوست! یہ نہ دیکھنا کہ گناہ چھوٹا ہے یا بڑا بلکہ اس ذات کی عظمت کو سامنے رکھنا جس کی تم نافرمانی کر رہے ہو۔

ایک بزرگ فرماتے تھے کہ اللہ رب العزت نے میرے دل میں القاء فرمایا کہ میرے بندوں سے کہہ دو کہ یہ گناہ کرتے وقت باقی مخلوق سے پردہ کر لیتے ہیں اور ان تمام دروازوں کو بند کر دیتے ہیں۔ جن سے مخلوق دیکھتی ہے لیکن اس دروازے کو بند نہیں کرتے جس سے میں پروردگار دیکھتا ہوں۔ کیا اپنی طرف دیکھنے والوں میں سے یہ سب سے کم درجے کا مجھے سمجھتے ہیں۔

اکمال الشیم میں ایک عجیب بات لکھی ہے کہ اگر اللہ رب العزت کے عدل وانصاف سے مڈبھیڑ ہوئی تو کوئی بھی گناہ صغیرہ نہیں اور اگر اس کے فضل کا سامنا ہوا تو کوئی بھی گناہ کبیرہ نہیں۔ لہٰذا میرے دوستو! اگر اللہ رب العزت فضل فرما دیں تو پھر چاہے جس گناہ کو معاف فرما دے لیکن اگر عدل فرمائیں گے تو پھر معاملہ مشکل بن جائے گا۔ (ج 12 ص 124)

ترک معصیت اعمال طاعات پر فضیلت رکھتی ہے۔ یہ ایک بنیادی نقطہ ذہن میں بٹھانا تھا کہ ترک معصیت پر محنت زیادہ کریں اس لئے کہ یہ اعمال طاعات پر فضیلت رکھتی ہے۔ (ج 12 ص 131)

بارگاہ نبوت کے چار مؤذن

بارگاہ نبوت میں چار حضرات نے مؤذن ہونے کا رتبہ پایا۔ ایک حضرت بلال رضی اللہ عنہ، دوسرے حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ، تیسرے حضرت سعد بن قرظ رضی اللہ عنہ اور چوتھے مؤذن حضرت عمر بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ۔ (ج 11 ص 216۔215)

گناہ سے بھی بری چار باتیں

گناہ بہت برا ہوتا ہے لیکن چار باتیں گناہ سے بھی زیادہ بری ہیں۔

۱۔ گناہ کو ہلکا سمجھنا: اگر کوئی بندہ گناہ کا مرتکب ہو جائے تو اسے چاہئے کہ وہ گناہ کو گناہ تو سمجھے۔ اس گناہ کو ہلکا سمجھنا گناہ سے بھی زیادہ برا کام ہے۔

۲۔ گناہ کر کے خوش ہونا: جیسے عورتیں کہتی ہیں دیکھا میں نے اسے جلانے کے لئے یہ بات کی۔ تو یہ گناہ پر خوش ہونے والی بات ہے یا اگر کسی گناہ کا راستہ کھل جائے تو خوش ہو کہ اب میرے لئے گناہ کرنا آسان بن گیا ہے۔ یہ بھی گناہ کرنے سے زیادہ برا ہے۔

۳۔ گناہ پر اصرار کرنا: ایک گناہ کو بار بار کرنا بھی بہت برا کام ہے۔

۴۔ گناہ پر فخر کرنا: گناہ پر اترانا اور فخر کرنا بھی گناہ کرنے سے برا کام ہے۔ (ج 12 ص 132)

تہجد کی توفیق

ایک شخص حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور عرض کیا حضرت! مجھے تہجد کی توفیق نہیں ہوتی۔ فرمایا، اے دوست! تو اپنے دن کے اعمال درست کر لے اللہ تعالیٰ تجھے رات کے اعمال کی توفیق عطا فرما دیں گے۔ (ج 12 ص 135)

دل کی چار جنگ

جو بندہ مراقبہ نہیں کرتا اس کی مثال ایسی ہے کہ وہ سیل فون پر باتیں تو کرے مگر اس کو چارجنگ کے ساتھ نہ لگائے تو اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بیٹری ایک یا دو دن چلے گی اور

تیسرے دن بات ہوتے ہوتے درمیان سے کٹ جائے گی۔اگر کوئی پوچھے کہ آپ کی بات ہو رہی تھی کٹ کیوں گئی تو کہتا ہے کہ بیٹری کام نہیں کر رہی۔وہ پوچھے کہ بیٹری کیوں کام نہیں کر رہی تو یہ کہتا ہے کہ میں نے اس کو چارج نہیں کیا۔دل کے سیل فون کا بھی یہی حال ہے۔ دن کو اس سے کام لو اور رات کو اللہ کے ساتھ ملا کر اسے چارج کرو۔جس طرح فون کی بیٹری فل چارج ہو تو زبردست قسم کی گھنٹی بجتی ہے۔اسی طرح جب دل کی بیٹری فل چارج ہو تو پھر قلبی ذکر کی گھنٹی بھی خوب ٹکا کے بجتی ہے۔لہٰذا ہمیں ذکر کثیر سے ہی فائدہ ہوگا۔جن بزرگوں نے کچھ پایا انہوں نے ذکر کثیر ہی کیا۔(ج13ص22)

اکابر کا ادب حدیث

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ(اکوڑہ خٹک)دو تین گھنٹے بخاری شریف کا درس التحیات کی شکل میں بیٹھ کر دیتے تھے اور پہلو بھی نہیں بدلتے تھے۔(ج13ص36)

صبر اور برداشت کی قوت

قوت ارادی ہی انسان کو صبر اور برداشت سکھائی ہے۔جب قوت ارادی نہیں ہوتی تو بندے کے اندر برداشت ہی نہیں ہوتی۔جیسے گاڑی کی بریک نہ ہو تو وہ دوسروں سے ٹکراتی ہے۔اسی طرح جس بندے کے اندر صبر نہ ہو وہ دوسرے بندوں سے الجھتا ہے کبھی بیوی سے الجھے گا کبھی باس سے الجھے گا،کبھی پڑوسی سے الجھے گا۔(ج13ص52)

یہ قوت ارادی کثرت ذکر سے ملتی ہے۔آدمی جتنا زیادہ ذکر کرتا ہوگا اس کے اندر ڈٹرمی نیشن پاور بھی اتنی ہی زیادہ ہوگی۔آپ آزما کر دیکھ لیں۔آپ روزانہ آدھا گھنٹہ بیٹھ کر ذکر کریں۔تو پھر آپ کو کوئی کام بھی کرنا مشکل نظر نہیں آئے گا۔

حدیث پاک میں آیا ہے''اللہ تعالیٰ بلند ہمتی کو پسند فرماتے ہیں''۔علامہ اقبال نے کہا

محبت مجھے ان جوانوں سے ہے ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند

(ج13ص56)

فقہ حنفی کی قبولیت

اس امت میں سولہ فقہیں رائج ہوئیں۔ اور ان کی خوب تقلید ہوتی رہی۔ لیکن وقت کے ساتھ ساتھ ان کے پیروکار کم ہوتے گئے۔ بالآخر چار فقہیں رہ گئیں اور وہی مشہور ہوئیں۔ گویا رحمت کی بارش ہوئی اور پانی کئی نالیوں میں بہنے لگا۔ بعد میں سمٹتے سمٹتے چار نہروں کی شکل میں بہنے لگا۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ اگر فقہ پر عمل کرنا ہی ہے تو پھر چار کیوں ہیں اس کے جواب کے لئے ایک مثال پر غور کریں کہ ایک آدمی کے دس بچے ہوں اور ایک ایک کر کے مرتے رہیں۔ اور باقی چار بچ جائیں۔ پھر بعد میں وہ آدمی خود بھی مر جائے تو جائیداد چار میں ہی تقسیم کیوں ہوگی۔ تو یہی جواب آئے گا کہ "جی اللہ کی مرضی"۔ اسی طرح فقہیں چار ہی کیوں کا جواب بھی یہ ہے کہ جی اللہ کی مرضی۔ اللہ نے ان چار فقہوں میں سے فقہ حنفی کو زیادہ قبولیت عطا فرمائی۔ (ج 13 ص 100)

دل کیلئے بیکنگ ٹائم

جو لوگ اچھی مٹھائیاں اور بسکٹ وغیرہ بناتے ہیں وہ ہر چیز کو بیکنگ ٹائم (پکنے کا وقت) دیتے ہیں۔ اگر کیک کو اس میں اتنا ہی وقت رکھا جائے تو بہترین پکتا ہے۔ اس سے پہلے پکے گا تو کچا رہ جائے گا اور زیادہ پکے گا تو جل جائے گا۔ تو ہر چیز کا ایک بیکنگ ٹائم ہے۔ لیکن میرے دوستو! ہم مراقبہ کر کے اپنے دل کے کیک کو بیکنگ ٹائم ہی نہیں دیتے۔ ہم دل کو مراقبے کے اوون میں ڈالتے ہیں اور دو منٹ بعد نکال دیتے ہیں جبکہ اس کو گھنٹوں کے حساب سے بیکنگ ٹائم کی ضرورت ہوتی ہے۔ (ج 13 ص 25)

متقی کون

فرمایا: اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ۔ (المائدہ: ۲۷)

اللہ تعالیٰ متقی (ڈرنے والے) کے ہی عملوں کو قبول فرماتا ہے۔ (ج 13 ص 110)

مقدر کا رزق

یاد رکھیں کہ انسان کی قسمت کا رزق خواہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر ہو یا سمندر کی گہرائیوں میں ہو وہ اسے مل کر رہے گا۔ جس طرح موت کا آنا یقینی امر ہے۔ اسی طرح موت سے پہلے پہلے اپنی قسمت کا رزق بھی ملے بغیر نہیں رہتا۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ اگر کسی انسان کا رزق پہاڑوں کے دامن میں ہے تو جب تک وہ پانی کا قطرہ نہیں پی لے گا اس وقت تک اس کو موت نہیں آئے گی۔ یہ پکی بات ہے کہ اَلنَّصِیْبُ یُصِیْبُ (جو نصیب میں ہے وہ پہنچ کر رہے گا)۔ (ج13 ص146)

گناہوں کے باوجود چار نعمتیں جاری رہنا

ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اتنے حلیم ہیں کہ بندہ گناہ کرتا ہے مگر اس کے باوجود وہ اسے چار نعمتوں سے محروم نہیں کرتے۔ (۱) کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ اس کا رزق بند نہیں کرتے۔ (۲) کبیرہ گناہ کرنے کے باوجود اللہ رب العزت اس سے صحت فوراً نہیں چھینتے۔ یہ بھی تو ہو سکتا تھا کہ ادھر بندہ چوری کرتا اور ادھر اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں کو شل کر دیتے۔ (۳) بندہ کبیرہ گناہ کرتا ہے مگر اللہ تعالیٰ اسے فوراً رسوا نہیں فرماتے بلکہ اس کی پردہ پوشی فرما دیتے ہیں۔

(۴) اللہ رب العزت اس گنہگار آدمی کی فوری طور پر پکڑ نہیں فرماتے۔ اس کو مہلت دیتے ہیں کہ شاید میرا بندہ توبہ کر لے۔

تو گناہوں کے باوجود اللہ تعالیٰ بندے کے لئے یہ چار نعمتیں جاری رکھتے ہیں۔ یہ اس کی رحمت نہیں تو اور کیا ہے۔ (ج13 ص153)

اللہ کی محبت

مشکوٰۃ شریف کی حدیث ہے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ کی محبت ملتی ہے موت کو کثرت کیساتھ یاد کرنے اور تلاوت قرآن کثرت کیساتھ کرنے سے۔ (ج14 ص49)

فحاشی عریانی اور انٹرنیٹ

ہر طرف عریانی اور فحاشی کا دور دورہ ہے فیشن پرستی کا سیلاب آیا ہوا ہے۔ پہلے ٹی وی اور وی سی آر نے تباہی مچائی ہوئی تھی پھر کیبل آ گئی اور اب رہی سہی کمی انٹرنیٹ نے پوری کر دی۔ اب تو یہ inrer net بھی Enter net بن چکا ہے۔ Enter کا مطلب ہے داخل ہونا اور net کا مطلب ہے 'جال' گویا جو انٹرنیٹ پر بیٹھے گا وہ پنچھی کی طرح جال میں پھنس جائے گا۔ اس انٹرنیٹ نے تو اتنی مصیبت میں ڈال دیا ہے کہ آج نوجوان بچے اور بچیاں گھنٹوں ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھے گپیں مار رہے ہوتے ہیں جس سے ان کی دینی زندگی تباہ ہوتی جا رہی ہے۔ (ج13 ص249)

رزق کی کنجی

صلہ رحمی رزق کی کنجی ہے۔ جس بندے کے اندر صلہ رحمی ہو وہ رشتے ناتوں کو جوڑے جن کو اللہ تعالیٰ نے جوڑنے کا حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ اس کا رزق بڑھا دیتے ہیں۔ آج ہم ان کو توڑتے پھرتے ہیں۔ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ۔ اور توڑتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے جوڑنے کا حکم دیا۔ (ج14 ص119)

فلاح کی کنجی

فلاح کی کنجی تقویٰ ہے اور اسی تقویٰ کی وجہ سے انسان کو جنت ملے گی تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِیْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ۔ (مریم:۶۳)

یہ جنت ہے جس کا ہم نے اپنے بندوں میں سے وارث بنایا ہے جو متقی ہیں۔ (ج14 ص118)

دنیا بغیر محنت ملنا

ایک بزرگ فرمایا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا بغیر محنت دینے کا وعدہ کیا ہے ہم یہاں دنیا سمیٹنے کے لئے محنت کرتے ہیں جبکہ آخرت کو محنت کے ساتھ مشروط کیا اور اس کے لئے ہم محنت ہر گز نہیں کرتے۔ (ج14 ص206)

متقی کا اجر

حدیث پاک میں آتا ہے کہ متقی آدمی کی دو رکعت پر اللہ تعالیٰ اتنا اجر دیتے ہیں جو غیر متقی کی ہزار رکعت پر نہیں دیتے۔ (ج14ص218)

تقویٰ کے انعامات

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ.

اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ متقی بندوں کے ساتھ ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ۔

بے شک اللہ تعالیٰ متقیوں سے محبت فرماتے ہیں۔ (ج۱۴ص۲۵۲)

وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا . (آل عمران:120)

اگر تم اپنے اندر صبر و ضبط پیدا کرو اور تقویٰ اختیار کرلو تو ان کے مکر تمہارا بال بھی بیکا نہیں کرسکتے۔ (ج14ص255)

گناہ......مصائب کا پیش خیمہ

آج ہم اپنے دشمنوں سے ڈرتے ہیں جبکہ ہمیں اپنے گناہوں سے ڈرنا چاہئے۔ ہمیں اس بات سے ڈرنا چاہئے کہ اگر ہم گناہ کر بیٹھے تو ہم کمزور ہو جائیں گے۔ یوں سمجھئے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی چادر آپ کے اوپر تنی ہوتی ہے۔ اور ہر کبیرہ گناہ اس چادر میں سوراخ کررہا ہے۔

اور اس سوراخ سے پریشانیاں اور مصیبتیں اتر کر ہمارے ساتھ لپٹ رہی ہیں۔ ہم نے تو اپنی چھتری میں اپنے کرتوتوں کی وجہ سے خود سوراخ کئے ہوئے ہیں۔ تو جو لوگ متقی اور پرہیزگار ہوتے ہیں ان کے اوپر اللہ رب العزت کی رحمت کی چادر ہوتی ہے اور خود اللہ تعالیٰ ان کے محافظ بن جاتے ہیں۔ اس لئے ارشاد فرمایا وَاِنْ تَصْبِرُوْا۔ الآیۃ۔ (آل عمران:۱۲۰)

متقی کے اعمال کی قبولیت

اللہ تعالیٰ متقی بندے کے اعمال قبول کرتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ. (المائدہ:۲۷) بے شک اللہ تعالیٰ متقی بندوں کے عملوں کو قبول فرماتے ہیں۔ (ج15 ص266)

گناہوں سے بچنے کا نسخہ

زلیخا نے جب سارے دروازے بند کر دیئے۔ پھر اس نے اپنی نیت کا اظہار کیا اور کہا قَالَتْ ھَیْتَ لَکَ. (یوسف:۲۳) تو انہوں نے فوراً جواب میں کیا فرمایا قَالَ مَعَاذَ اللّٰہِ یہ فقرہ یاد کر لیجئے جب بھی کبھی آپ کے سامنے گناہ کا موقع پیش ہو اس وقت اگر آپ یہ دو الفاظ زبان سے کہہ دیں۔ معاذ اللہ۔ تو اللہ تعالیٰ نے جیسے سیدنا یوسف علیہ السلام کو بچا لیا تھا۔ دیکھنا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی بھی حفاظت فرمائے گا۔ اس طرح بندہ اللہ رب العزت کی پناہ میں آجاتا ہے۔ (ج14 ص275)

دنیا ایک دن

شیطان کوشش کرے گا کہ وہ آپ کو دنیا میں الجھائے اپنے آپ کو الجھنیں نہ دیجئے گا۔ اگر کوئی دنیا کی بات کرے تو بھی اسے منع فرما دیجئے۔ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ (بموقع ۱۵ شعبان) اَلدُّنْیَا یَوْمٌ وَلَنَا فِیْھَا صَوْمٌ.

دنیا ایک دن ہے اور ہم نے اس ایک دن میں روزہ رکھا ہوا ہے۔ (ج14 ص222)

سوء اور فحشاء

(حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعے میں) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں

یہاں دو لفظ استعمال ہوئے۔ سوء اور فحشاء۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ سوء کا لفظ غیر عورت کو ہاتھ لگانے، اسے گلے لگانے اور اس کا بوسہ لینے کے لئے استعمال ہوتا ہے گویا بوس و کنار کے لئے سوء کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور زنا کے لئے فحشاء کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

کَذٰلِکَ لِنَصْرِفَ عَنْہُ السُّوْءَ وَ الْفَحْشَآءَ. (یوسف:۲۴)

ترجمہ: اسی طرح ہم نے اسے بچا لیا، سوء سے اور فحشاء سے۔ (ج14 ص276)

علم کی صفت

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے ”علم کی زینت حلم کے ساتھ ہوتی ہے“
آج کل علم کی صفت تو عام ہے اکثر مل جاتی ہے مگر حلم کی صفت بہت کم لوگوں میں پائی جاتی ہے تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے مزین کریں۔ علم کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ ہمارا حلم بھی بڑھنا چاہیے۔ (ج 15 ص 160)

حضرت مرزا مظہر جاناں رحمۃ اللہ علیہ کا مقام

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ روئے زمین پر مرزا مظہر جان جاناں جیسا کوئی بزرگ اس وقت پوری دنیا میں موجود نہیں ہے۔ ان کے بارے میں شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تصدیق موجود ہے۔ (ج 15 ص 185)
حضرت کی اہلیہ جھگڑالو تھی۔ حضرت کی دعائیں رنگ لائیں۔ انہوں نے بچوں کو قرآن مجید پڑھانا شروع کر دیا۔ ان کا فیض اتنا پھیلا کہ آج جو پانی پتی قرأت کا لہجہ معروف ہے یہ اس خاتون کے پڑھائے ہوئے بچوں کا ہی ہے۔ آپ ذرا غور کریں تو پانی پتی لہجہ میں نسوانیت کا انداز نظر آتا ہے یہ اصل میں حضرتؒ کی اہلیہ محترمہ کا لہجہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لہجے کو ایسی قبولیت دی کہ آج پوری دنیا میں اس لہجے میں پڑھانے والے قراء دین کی خدمت کر رہے ہیں اور اس کا ثواب اس خاتون کو جا رہا ہے۔ (ج 15 ص 186)

برکت کیا ہے

برکت کا صحیح مفہوم سمجھنے کی ضرورت ہے کہ برکت ہے کیا؟
یاد رکھیں کہ جس چیز میں برکت ہوگی، وہ
۱۔ انسان کی ضرورتوں کے لئے کافی ہوگی۔ ۲۔ پریشانی کو ختم کرے گی۔
۳۔ عزتوں کا سبب بنے گی۔ ۴۔ دل کو سکون پہنچائے گی۔ (ج 15 ص 204)

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ وصیتیں فرمائیں۔ انہیں "وَصَایَا اِمَامِ اَعْظَمْ" کہا جاتا ہے۔ ان نصیحتوں میں انہوں نے اپنے بیٹے حماد سے کہا، بیٹا! میں نے پانچ لاکھ احادیث میں سے تمہارے لئے پانچ حدیثوں کو منتخب کیا ہے۔ اگر تم ان پانچ حدیثوں پر عمل کرلو گے تو گویا پورے دین پر عمل ہو جائے گا۔ یوں سمجھیں کہ انہوں نے اپنی پوری زندگی کا نچوڑ بتا دیا۔ فرمایا:

۱. اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ ۲. مِنْ حُسْنِ الْاِسْلَامِ تَرْکُہٗ مَالَا یَعْنِیْہِ.

۳. لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ.

۴. اَلْحَلَالُ بَیِّنٌ وَالْحَرَامُ بَیِّنٌ وَبَیْنَھُمَا مُشْتَبِھَاتٌ.

۵. اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِہٖ وَیَدِہٖ. (ج15ص243)

پہلی حدیث تصحیح اعمال، دوسری تصحیح اوقات، تیسری حقوق العباد، چوتھی حقوق اللہ اور پانچویں حدیث مبارکہ حقوق مسلم کے بارے میں ہے۔ (ج15ص276)

گناہوں کو ہلکا نہ سمجھیں

یاد رکھیں کہ کبھی کسی گناہ کو ہلکا نہ سمجھیں۔ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اے دوست! گناہ کرتے ہوئے یہ نہ دیکھ کہ چھوٹا ہے یا بڑا بلکہ اس پروردگار کی عظمت کو دیکھ جس کی تو نافرمانی کر رہا ہے۔

کبھی کسی نے چھوٹے بچھو کو اس لئے ہاتھ نہیں لگایا کہ یہ چھوٹا ہے۔ کبھی کسی نے چھوٹے سانپ کو اس لئے ہاتھ نہیں لگایا کہ یہ چھوٹا ہے اور نہ ہی کبھی کسی نے چھوٹے انگارے کو ہاتھ لگایا ہے کہ چھوٹا ہے سب چھوٹے بچھو سے بھی ڈرتے ہیں۔ چھوٹے سانپ سے بھی ڈرتے ہیں اور چھوٹے انگارے سے بھی ڈرتے ہیں کیونکہ وہ نقصان دہ ہوتے ہیں۔ لیکن بچھو سانپ اور انگارے کا نقصان پھر بھی کم ہوتا ہے اور گناہ کا وبال اس سے بہت زیادہ ہوتا ہے۔ (ج10ص193)

گناہوں کا وبال

مجاہد بن عوض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جب کبھی مجھ سے اللہ تعالیٰ کا حکم ماننے میں کوتاہی ہوئی میں نے اس کا اثر یا تو اپنی بیوی میں دیکھا یا باندی میں دیکھا یا سواری کے جانور میں دیکھا گویا جب انہوں نے اپنے رب کے حکم ماننے میں کوتاہی کی تو ان کے ماتحتوں نے ان کا حکم ماننے میں کوتاہی کی۔ (ج 10 ص 192)

تکبر ایک ایٹمی گناہ

حدیث پاک میں ہے "وہ آدمی جنت میں داخل نہیں ہوسکتا جس کے دل میں ذرہ کے برابر بھی تکبر ہوگا۔ مثقال ذرۃ کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ تکبر ایک ایٹمی گناہ ہے۔ جیسے لوگ ایٹمی اسلحہ سے بڑا ڈرتے ہیں اسی طرح اس گناہ سے بھی انسان کو بچتے رہنا چاہئے کیونکہ جس طرح ایٹمی اسلحہ بہت زیادہ تباہی پھیلاتا ہے اسی طرح تکبر بھی انسان کو اتنا نقصان دیتا ہے کہ اس کا سارا کیا کرایا تباہ کر کے رکھ دیتا ہے اس لئے مشائخ اس پر محنت کرتے ہیں تا کہ انسان کے اندر سے یہ بیماری نکل جائے۔ (ج 10 ص 77)

رسالہ شاطبیہ کا فیض

علامہ شاطبی رحمۃ اللہ علیہ نے جب رسالہ 'شاطبیہ' لکھا تو حرم شریف میں حاضر ہوئے اور وہاں پر انہوں نے ۱۲۰۰ مرتبہ طواف کیا اور ہر طواف کے بعد دو رکعت نماز پڑھ کر دعا مانگی کہ اے اللہ اس کتاب کو قبولیت عامہ تامہ نصیب فرما۔ اللہ رب العزت نے اس کتاب کو اتنی مقبولیت نصیب فرمائی کہ آج اس وقت تک کوئی قاری نہیں بن سکتا جب تک وہ اس کتاب کو پڑھ نہ لے۔ معلوم ہوا کہ وہ حضرات صرف لکھتے ہی نہ تھے۔ بلکہ وہ مانگتے بھی تھے۔ فیض کا آگے جاری ہونا قدرت کی طرف سے ہوتا ہے اور اس کے پیچھے انسان کا تقویٰ ہوتا ہے۔ (ج 4 ص 150)

ایک فارغ التحصیل عالم کی زبوں حالی

فقیر نے ایک فارغ التحصیل عالم کے بارے میں ایک بات سنی کہ کسی نے ان سے پوچھا کہ زکوٰۃ کتنی دینی چاہئے۔ وہ کہنے لگے کہ بس ہر چالیس پر ایک روپیہ نکالتے جاؤ۔ اب بتایئے کہ ایسا جواب آپ نے کبھی سنا ہوگا کہ تمہارے پاس جو چالیس روپے فالتو ہوں تو ان میں سے ایک روپیہ نکالتے جاؤ۔ نصاب کیا ہوتا ہے؟ کس پر شروع ہوتا ہے؟ کس پر نہیں ہوتا۔ جب مطالعہ سے طبیعت بیزار ہو جاتی ہے تو پھر ایسے جواب زبان سے نکلتے ہیں اس لئے کتابوں کے ساتھ اس رشتہ کا استوار رہنا بہت ضروری ہے۔ (ج5 ص158)

فعل اور عمل میں فرق

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔ یہاں انما کا لفظ حصر کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اس کا معنی ہے ''صرف اور صرف'' یعنی مبتدا کو خبر میں محصور کرنا۔ اور آگے فرمایا اعمال یہاں افعال نہیں کیا۔ کیونکہ فعل...... عمل میں فرق ہوتا ہے۔ فعل وہ کام ہوتا ہے جو بغیر نیت کے ہو۔ یہ جانور بھی کرتے ہیں۔ اعمال کا لفظ انسان کے لئے استعمال ہوتا ہے کیونکہ وہ ذی شعور ہوتا ہے۔ (ج15 ص245)

شر کی خفیہ تدابیر

یاد رکھنا کہ ظاہر میں بندہ دین کا کام کر رہا ہوتا ہے لیکن اندر سے وہ دین سے محروم ہو رہا ہوتا ہے۔ چنانچہ شر کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدابیر کی چند علامتیں سن لیجئے۔

۱۔ ایسے بندے کو اللہ تعالیٰ دین کا علم دیتے ہیں مگر عمل کی توفیق سلب کر لیتے ہیں۔

۲۔ عمل کی توفیق دے دیتے ہیں مگر اخلاص سے محروم کر دیتے ہیں۔

۳۔ اس کو اولیاء کی صحبت تو دے دیتے ہیں مگر اولیاء کا ادب اور ان کی عقیدت دل سے نکال لیا کرتے ہیں۔

یعنی ظاہراً دین کا کام کر رہا ہوگا مگر حقیقت میں کچھ بھی پلے نہیں ہوگا۔ (ج4 ص113)

انعام سے پہلے آزمائش کا مرحلہ

دوائیوں کی بوتلوں پر اکثر اوقات یہ بات لکھی جاتی ہے (استعمال سے پہلے اچھی طرح ہلائیں)Shake well before use یہ بات اکثر ذہن میں آتی ہے کہ اللہ رب العزت اپنے بندے کو جب کوئی خاص نعمت دینا چاہتے ہیں تو اس سے پہلے اس کو بھی جھنجھوڑ تے ہیں۔ اسے اچھی طرح آزماتے ہیں۔ پھر اس کے بعد اس خاص نعمت سے نوازتے ہیں۔

اللہ رب العزت نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو نعمتوں سے نوازا تھا تو اس سے پہلے ان کو بھی آزمایا۔ وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ . اور یاد کرو اس وقت کو جب آزمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کے رب نے کچھ باتوں میں اور وہ اس میں (سو فیصد) کامیاب ہو گئے۔ پھر کیا نتیجہ نکلا؟ فرمایا: قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا . فرمایا (اے میرے پیارے ابراہیم میں آپ کو انسانوں کا امام بناتا ہوں۔ تو امامت ملنے سے پہلے آزمائے گئے اور بات بھی سچی ہے۔ کیونکہ ہم نے مٹی کا ایک برتن لینا ہوتا ہے تو اس کو بھی ٹھونک بجا کر دیکھتے ہیں کہ یہ کچا ہے یا پکا۔ (ج16ص19-18)

مثبت سوچ پر امید رکھنی ہے

مثبت سوچ سے انسان کے اندر امید پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ پر امید ہوتا ہے کہ میں یہ کام کر جاؤں گا۔ میرا اللہ میری مدد کرے گا۔ اور دنیا امید کے اوپر قائم ہے اور جن لوگوں کی منفی سوچ ہوتی ہے ان کے اندر گھبراہٹ اور ڈپریشن ہوتا ہے۔ انہیں کچھ بھی اچھا نہیں لگتا۔ شریعت نے ایسی منفی سوچ سے منع کیا ہے کیونکہ یہ منفی سوچ انسان کو مایوس کرتی ہے۔ اور شریعت نے مایوسی کو کفار کا شیوہ قرار دیا ہے۔

لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ. چنانچہ مومن کو ہمیشہ پر امید رہنا چاہیے جب ہم پر امید ہو کر زندگی گزاریں گے تو پھر اللہ تعالیٰ کامیابی کے لئے راستہ بھی کھول دیں گے اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِىْ بِىْ. (ج16ص78)

تقوی کیا ہے

اَلتَّقْوٰى فِيْمَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اللّٰهِ۔ تقویٰ وہ ہے جس کا تعلق بندے اور اللہ کے درمیان ہے تقویٰ کچھ کرنے کا نام نہیں بلکہ کچھ کام نہ کرنے کا نام تقویٰ ہے تقویٰ کی آسان تعریف یہ ہے کہ ہر اس عمل کو ترک کر دینا جس کے کرنے سے تعلق باللہ میں فرق آجائے۔ (ج16ص144)

احتیاط ہی تقویٰ ہے

آدمی کو ہر کام میں احتیاط کرنی چاہئے۔ مثلاً غیر محرم کے چہرے کی طرف دیکھنا حرام ہے۔ اور اگر برقعہ میں ہو اور اس پر نظر پڑ جائے تو فتویٰ ہے کہ اس کی اجازت ہے۔ لیکن اس کے کپڑوں کو بھی نہ دیکھنا اس کا نام تقویٰ ہے۔

اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ . قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ. (ج16ص148)

ورع کی لغوی تحقیق

ورع باب ضَرَبَ سے ہے۔ اس کے معنی ہیں کبیرہ کے ڈر سے صغیرہ کو چھوڑ دینا۔ جیسے ہم کہتے ہیں کہ جس منزل پر نہ جانا ہو۔ اس کا راستہ پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ اسی کو ورع کہتے ہیں کہ انسان بڑے گناہ سے بچنے کی خاطر چھوٹے چھوٹے گناہوں سے بھی بچے۔ (ج16ص177)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اتنی ورع نہیں رکھتا کہ تنہائی میں نافرمانی سے بچے، وہ جو چاہے کرے اللہ تعالیٰ کو اس کے عمل کی کوئی پرواہ نہیں۔ (ج16ص193)

معاف کرنا

حدیث شریف میں ہے جو شخص دوسروں کے قصور کو جتنا جلدی معاف کریگا۔ اللہ رب العزت قیامت کے دن اس کے قصوروں کو اتنا جلدی معاف فرما دیں گے۔ (ج17ص79)

اکابر کا سایہ

الائچی جو ہم منہ میں ڈالتے ہیں اور خوشبو آتی ہے اسے شیڈ وٹری کہتے ہیں۔ اسے شیڈ وٹری اس لئے کہتے ہیں کہ یہ پودا دھوپ میں نہیں اُگ سکتا۔ یہ ہمیشہ کسی درخت کے سائے میں اُگے گا۔ انسان بھی اپنے بڑوں کے سامنے شیڈ وٹری بن کر رہتا ہے جیسے اس درخت کو اللہ نے خوشبودار پھل عطا فرمادیا اسی طرح ایسے بندے کو بھی اللہ تعالیٰ خوشبو دار اعمال عطا فرمادے گا۔ (ج16ص253)

سینہ بے کینہ

نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ میں جب رات کو سوتا ہوں۔ تو میرے سینہ میں کسی کے خلاف کوئی نفرت نہیں ہوتی، سینہ بے کینہ ہوتا ہے۔ یہ میری سنت ہے اور جو میری سنت پر عمل کرے گا وہ جنت میں میرے ساتھ جائے گا۔ (ج17ص142)

علم کا تعلق سماع سے ہے

علم کا زیادہ تعلق سماع کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

وَلَوْ اَرَادَ اللّٰہُ خَیْرًا لَاَسْمَعَھُمْ۔ اور اگر اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتا تو ان کو سننے کی توفیق دے دیتا۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ۔

فَاسْتَمِعُوْ لَہٗ وَاَنْصِتُوْا۔ پس سنو اور خاموش رہو۔ اَسْمَعُوْا وَاَطِیْعُوْا۔ سنو اور اس کی اطاعت کرو۔ یہ بھی عجیب بات ہے کہ دنیا میں کوئی بھی پیغمبر بہرے نہیں گزرے۔ نابینا تو تھے بہرے نہیں تھے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی میں اتنا روئے کہ بینائی چلی گئی۔ اسی طرح حضرت شعیب علیہ السلام کی بینائی بھی چلی گئی تھی۔ (ج17ص171)

پوری بستی زمین میں دھنس گئی

ہمارے ایک قریبی تعلق والے دوست ہیں، ان کی کزن کے ساتھ ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ وہ ماشاءاللہ جوان العمر ہیں۔ ایک میجر کی بیوی ہیں۔ کہتی ہیں کہ میری ایک بیٹی چار سال کی ہے اور ایک بیٹا دو تین ماہ کا ہے۔ وہ، اس کا میاں اور دونوں بچے ایک ہی ڈبل بیڈ کے اوپر سو رہے تھے۔ وہ کہتی ہیں کہ اچانک چھوٹا بچہ ہلا جلا اور رویا، جیسے اسے فیڈر کی ضرورت ہو۔ گو مجھے بہت نیند آئی ہوئی تھی، مگر میں ماں تھی۔ میں اس نیند سے اٹھی کہ میں اپنے بچے کو فیڈر دوں۔

اچانک میری نظر ساتھ والی دیوار پر پڑی۔ مجھے اس میں ایک دراڑ پڑتی نظر آئی۔ میں نے فوراً اپنے میاں کو جگایا کہ دیوار میں یہ کیا ہو رہا ہے؟ وہ اٹھا اور اس نے دیکھا تو وہ کہنے لگا کہ دیوار میں تو دراڑ آ رہی ہے۔ پھر اس نے جلدی سے بیٹی کو اٹھایا اور میں نے چھوٹے بیٹے کو اٹھایا۔ جیسے ہی ہم اپنے کمرے سے باہر نکلے، پیچھے ہمارے کمرے کی چھت زمین پر آ گری۔ ہمارے گھر کے فرنٹ پر ایک بالکونی تھی ہم درمیان میں ایک جگہ ٹریپ ہو گئے۔ میرے میاں نے ایک بڑی اینٹ اٹھائی اور کھڑکی کو دے ماری۔ جیسے ہی کھڑکی لوٹی تو اس نے باہر چھلانگ لگا دی اور مجھے کہا کہ جلدی سے مجھے بچے پکڑاؤ۔ میں نے کھڑکی میں سے اسے بیٹا پکڑایا اور اس نے لے کر زمین پر لٹا دیا۔ پھر بیٹی کو پکڑ کر زمین پر ڈال دیا۔ میرے لئے کھڑکی پر چڑھ کر اترنا ذرا مشکل ہو رہا تھا، اس نے مجھے بالوں سے پکڑ کر کھینچا اور بازوؤں سے بھی پکڑ کر کھینچا اور بالآخر جیسے ہی میں باہر گئی، جس بالکونی میں ہم کھڑے تھے اس کی چھت بھی زمین پر آ گری۔ پھر میں نے بیٹے کو اٹھایا اور میرے میاں نے بیٹی کو اٹھایا اور ہم وہاں سے بھاگے۔ مگر ہم سے بھاگا ہی نہیں جا رہا تھا۔ ایسے لگتا تھا جیسے کسی نے بیس بیس کلو کا وزن ہمارے پاؤں کے ساتھ باندھ دیا ہے۔ پاؤں اٹھانا بھی مشکل تھا۔ وہاں زمین کی گریوی ٹیشنل فورس (کشش ثقل) بڑھ چکی تھی۔ وہ کہتی ہیں کہ میرا خاوند میجر تھا، وہ مجھے کہہ رہا تھا کہ آج تو قدم اٹھانا مشکل ہو رہا ہے، ہم وہاں سے مشکل سے پچاس قدم پیچھے ہٹے ہوں گے کہ جب ہم نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو ہماری ساری بستی کے مکانات زمین کے اندر چلے گئے تھے۔ ہمیں فقط زمین نظر آ رہی تھی، کوئی مکان نظر نہیں آ رہا تھا۔

من کی آنکھیں کھولنے کی ضرورت

آج ذرا بے نمازی سے پوچھئے کیا حال ہے؟ جواب ملے گا جو گزر جائے واہ واہ ہے۔
اب سوچئے کہ دن رات کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہو رہی ہے آخرت بگڑ رہی ہے۔ جہنم میں جانے کا راستہ ہموار ہو رہا ہے اور پوچھنے پر جواب ملتا ہے کہ جو گزر جائے واہ واہ ہے۔ یہ غفلت کیسے دور ہو؟ اس لئے ہمیں من کی آنکھیں کھولنے کی ضرورت ہے۔ (ج 17 ص 217)

زلزلے کے وقت عمل

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے الجواب الکافی میں لکھا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مکتوب میں اپنے گورنروں کو لکھا کہ جب بھی تم زمین میں زلزلہ محسوس کرو تو تم اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے گناہوں سے توبہ کرو، میدان میں نکل کر اللہ کے سامنے گریہ وزاری کرو، دعا کرو اور اپنے مال کو اللہ کے راستے میں صدقہ دو۔ (ج 17 ص 232)

علم وذکر کی اہمیت

علم وذکر سلوک کے راستے میں رکاوٹ نہیں، بلکہ معاون ہوتا ہے۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ میں اور میرا ایک ساتھی اکٹھے سلوک کی راہ پر چلے، لیکن اللہ تعالیٰ نے میرے لئے منزل زیادہ آسان کردی کیونکہ میں علم میں اپنے بھائی سے بڑھا ہوا تھا۔ (ج 18 ص 107)

مشائخ کا ارشاد

ہمارے مشائخ نے فرمایا "اَلسَّعِیْدُ مِنْ وَعُظِ لِغَیْرِہٖ وَالشَّقِیُّ مِنْ وَعُظِ لِنَفْسِہٖ" نیک بخت وہ ہوتا ہے جو دوسروں سے عبرت پکڑے اور بدبخت وہ ہوتا ہے جو خود دوسروں کے لئے عبرت بنے۔ (ج 17 ص 239)

نصیحت کا اثر کیسے ہو؟

تا تارخانیہ کے حاشیے میں یہ بات لکھی ہوئی ہے کہ جو بندہ کثرت سے بھوکا رہے یا اپنی ضرورت سے کچھ کم کھائے تو اس کی نصیحت کا دوسرے بندے پر بہت زیادہ اثر ہوتا ہے۔(ج 17 ص 250)

امت کی سب سے پہلی حافظہ

اس امت میں سب سے پہلی حافظہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ ان کے بعد حفصہ بنت عمر بن خطاب (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی) تھیں جو قرآن مجید کی حافظہ تھیں۔(ج 18 ص 84)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک انگوٹھی بنوائی اور اس پر لکھوایا "کَفٰی بِالْمَوْتِ وَاعِظًا یَاعُمَرُ" اے عمر! موت ہی نصیحت کے لئے کافی ہے۔(ج 18 ص 106)

اخلاق حسنہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم فرمایا یَا خَلِیْلُ اَحْسِنْ خُلُقِکُمْ وَلَوْ مَعَ الْکُفَّار. اے میرے خلیل! اپنے اخلاق کو اچھا بنا لیجئے۔ اگرچہ کفار کے ساتھ ہی کیوں نہ ہوں۔(ج 18 ص 132)

قیامت کی نشانی

نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ قرب قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ ماں اپنی حاکمہ کو جنے گی یعنی بیٹی ماں پر حکومت کرے گی۔ اور آج کے زمانے میں دیکھا کہ بچیاں اپنی ماں پر رعب ڈالتی ہیں۔(ج 19 ص 107)

لمحہ فکریہ

کتابوں میں لکھا ہے کہ جوان ہونے کے بعد بیٹی کی اگر شادی نہ ہوئی تو وہ جو گناہ کا کام کرے گی وہ ماں باپ کے نامہ اعمال میں بھی جائے گا۔ (ج 19 ص 122)

ازواج مطہرات کی احتیاط

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے بارے میں آیا ہے کہ اس بارے میں اتنا احتیاط کرتی تھیں کہ جب کبھی صحن کے اندر فارغ بیٹھی ہوتیں، کوئی تسبیح وغیرہ کر رہی ہوتیں تو کھلے صحن کی طرف چہرہ نہیں کرتی تھیں بلکہ دیوار کی طرف چہرہ کر کے بیٹھتی تھیں کہ غلطی سے بھی کسی کی نظر پڑنے کا امکان نہ ہو۔ (ج 19 ص 126)

شریعت نے تو یہاں تک کہا کہ اپنے کپڑے ایسی جگہ پر نہ رکھے۔ جہاں غیر محرم مرد کی نظر پڑے۔ اپنا نام کسی غیر مرد کے علم میں نہ آنے دے۔ نام تک کا پردہ رکھا۔ ضرورت پڑے تو فلاں کی بیٹی، فلاں کی بیوی اس انداز سے غیر محرم کو بتایا جائے اور یہ احتیاط سب اس لئے کہ شیطان کو راستہ نہ ملے۔ (ج 19 ص 140)

جنتی کی دنیا میں کیفیت

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عجیب بات لکھی ہے۔ وہ فرماتے ہیں جس بندے کو اللہ نے آخرت میں جنت دینی ہوتی ہے، دنیا میں اس کے دل کی کیفیت ایسی بنا دیتے ہیں کہ وہ اللہ سے راضی ہوتا ہے۔ اس سے جب بھی پوچھو تو وہ کہتا ہے کہ جی! میں اپنے رب سے راضی ہوں۔ (ج 20 ص 191)

عذاب الٰہی سے بچنے کا بہترین عمل

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں ''اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنے کے لئے ذکر سے بہتر عمل اور کوئی ہے ہی نہیں'' مَا مِنْ شَیْءٍ اَنْجٰی مِنْ عَذَابِ اللّٰہِ مِنْ ذِکْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی. (ج 20 ص 192)

گناہوں کے بغیر کا دن

حدیث پاک میں آیا ہے۔ ''جو دن آپ گناہوں کے بغیر گزاریں ایسے ہی ہے کہ جیسے وہ دن میری صحبت میں گزارا۔ (ج 20 ص 268)

انسان کی زندگی کا بڑا سانحہ

ماں باپ کی جدائی انسانی زندگی کا بہت بڑا سانحہ ہے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے اپنے باپ کا جنازہ اٹھایا جس شخص نے اپنی ماں کا جنازہ کندھے پہ اٹھایا اور پھر اس کی زندگی میں دین نہ آیا اس سے زیادہ بد بخت آدمی دنیا میں کوئی نہیں ہو سکتا اور کون سا موقع ہو گا عبرت حاصل کرنے کا۔ (ج 21 ص 247)

قبولیت کی اہمیت

ابن عطا اسکندری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"رُبَمَا فُتِحَ لَکَ بَابُ الطَّاعَةِ وَمَا فُتِحَ لَکَ بَابُ الْقُبُوْلِ" کئی مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ تمہارے اوپر عمل کا دروازہ تو کھول دیا جائے لیکن قبولیت کے دروازے کو نہ کھولا جائے تو انسان اعمال کرتا رہتا ہے لیکن قبولیت نہیں ہوتی۔ (ج 22 ص 71)

انسان جتنا متقی ہو گا اتنے اس کے عمل اللہ کے ہاں شرف قبولیت پائیں گے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ. (المائدہ:۲۷)۔ (ج 22 ص 88)

لمبا سجدہ کرنے کی وجہ

مولانا یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ نماز میں لمبا سجدہ کرتے تھے۔ کسی نے کہا حضرت اتنا لمبا سجدہ! فرمانے لگے! ہاں نماز میں آقا کے قدموں پر سر رکھ دیتا ہوں۔ اٹھانے کو میرا جی نہیں چاہتا۔ سوچیں کہ ان کے دل کی کیا کیفیت ہو گی۔ (ج 23 ص 65)

بلاعذر وظائف ترک کرنے کا وبال

فرمایا جب کوئی سالک بلاعذر (غفلت کی وجہ سے) وظائف کو ترک کر دیتا ہے تو یا تو اس پر کوئی ابتلاء آزمائش نازل ہوتی ہے یا کم از کم حرام شہوات کی طرف اس کی طبیعت مائل ہو جاتی ہے۔ (ج 24 ص 141)

خواہش نفسانی کا وجود

فرمایا جب کوئی شخص احکام شریعت پر عمل کرنے میں دشواری محسوس کرے گا یہ اس کے اندر خواہشات نفسانی کے موجود ہونے کی دلیل ہے۔ (ج 23 ص 153)

بقا کے بعد علوم کی واپسی

"فرمایا فنا کے وقت سارے علوم سالک کے ذہن سے جاتے رہتے ہیں مگر بقا کے بعد سب علوم واپس آ جاتے ہیں۔

یعنی نسیاں ہوتا ہے مگر تھوڑے سے وقت کے لئے اور پھر اللہ تعالیٰ ان سب علوم کو بڑھا کر بندے کو واپس لوٹا دیتے ہیں۔ (ج 24 ص 153)

اتباع سنت

فرمایا دو باتوں میں فرق نہ آئے تو کوئی غم نہیں۔ ایک اتباع سنت اور دوسرا محبت شیخ، کیفیات جیسی ہوں۔ ان سے بندے کو گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ (ج 24 ص 158)

جفائے محبوب کی لذت

فرمایا جفائے محبوب وفائے محبوب سے زیادہ لذت بخش ہوتی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب انعامات مل رہے ہوتے ہیں اس کے بجائے جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے تکالیف مل رہی ہوتی ہیں اس وقت سالک کی ترقی زیادہ ہو رہی ہوتی ہے۔ (ج 24 ص 158)

سنت پر عمل

سنت پر عمل کرنے والوں کے چہرے قیامت کے دن چمکائے جائیں گے۔ایسے چمکائے جائیں گے جیسے زمین والوں کے لئے آسمان میں ستارے چمکتے ہیں تو اپنے گھروں کو محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں سے مزین کر کے زمین کے ستاروں کی مانند کر دیجئے۔(ج25ص160)

اللہ کی محبت

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے مَنْ عَرَفَ اللّٰہَ لَمْ یُحِبَّ غَیْرَہٗ وَمَنْ عَرَفَ الدُّنْیَا زَھَدَ فِیْہِ۔(طبقات الصوفیہ)

جس شخص نے اللہ رب العزت کو پہچانا، وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کئے بغیر رہ نہیں سکتا اور جس نے دنیا کی حقیقت کو جانا، وہ دنیا کو چھوڑے بغیر رہ نہیں سکتا۔(ج26ص25)

محبت کی حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ تیرے پاس ہے وہ اپنے محبوب کو ہبہ کر دے اور اس کے بعد تیرے پاس کچھ بھی نہ بچے۔(ج26ص31)

تہجد کا اہتمام

حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ الہام فرمایا: اے داؤد! جھوٹا ہے وہ شخص جو میری محبت کا دعویٰ کرے اور رات آئے تو سو جائے، کہا ہر محب اپنے محبوب کے ساتھ تنہائی نہیں چاہتا۔(ج26ص34)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا معمول

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"میں نے کوئی نماز نہیں پڑھی مگر جہاں والدین کے لئے استغفار کیا میں نے اپنے استاد کے لئے بھی استغفار کیا۔(ج26ص155)

عید کب ہوگی

ایک بزرگ تھے کسی نے پوچھا کہ حضرت عید کب ہوگی؟ جواب میں فرمانے لگے۔ جب دید ہوگی۔ تب عید ہوگی۔ (ج27 ص60)

حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی فرماتے ہیں۔

عید گاہ ماں غریباں کوئے تو ۔۔۔ انبساط عید دیدن روئے تو
اور ہلال عید قربانت کم ۔۔۔ اے ہلال عید ما ابروئے تو

کہ ہم غریبوں کی عیدگاہ تو بس تیرا دیدار ہے تو ہے تو وہاں جانا ہی ہماری عیدگاہ ہے۔ عید کی خوشی کیا ہے کہ آپ کے چہرے کو دیکھ لینے میں عید کے سو ہلال آپ پر قربان کردوں۔ تیری تو ابرو میرے لئے عید کا چاند بن جاتی ہے۔ (ج27 ص61)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا صحیفہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس اپنا جو صحیفہ تھا آج کل تاشقند میں ایک مسجد ہے اس کو تلہ شیخ کی مسجد کہتے ہیں۔ اس میں وہ ابھی بھی موجود ہے۔ اللہ اکبر۔ (ج27 ص91)

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا اتباع سنت

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے دانت میں درد تھا۔ آپ نے ایک عالم سے فرمایا کہ بھئی لونگ لے کر آؤ۔ پہلے زمانے میں لونگ دانت کے اندر رکھتے تھے تو جہاں کھوڑ ہوتی تھی تو ذرا آرام آجاتا تھا۔ وہ صاحب چار لے کر آگئے حضرت نے فرمایا کہ دیکھو! صوفی بنے پھرتے ہیں اوران کو اتنا بھی پتہ نہیں کہ اِنَّ اللہَ وِ تْرٌ یُحِبُّ الْوِتْرَ۔ اللہ تعالیٰ وتر ہیں اور وتر کو پسند کرتے ہیں۔ (ج28 ص140)

بدعت کا نقصان

فرمایا جو قوم بدعت کی مرتکب ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے مقابلے کی ایک سنت کو اس قوم میں سے ہمیشہ کے لئے اٹھالیا کرتے ہیں۔ (ج28 ص97)

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

جس شخص نے اپنی پوری زندگی میں ایک مرتبہ اللہ کا نام محبت سے لیا ہوگا۔ تو یہ محبت سے ایک مرتبہ کا لیا ہوا نام کبھی نہ کبھی اس بندے کیلئے جہنم سے نکلنے کا سبب بنالیا جائیگا۔ (ج29ص38)

قرآن مجید کی محبت

اگر قرآن مجید پڑھنے کو دل نہیں کرتا تو یہ گناہوں کا وبال ہے دل جلدی اکتا جاتا ہے تو یہ گناہوں کا وبال ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے "اگر ہمارے دل گناہوں کی ظلمت سے پاک ہوتے تو ہمارا دل قرآن مجید پڑھنے سے کبھی بھی نہ بھرتا۔ (ج29ص39)

قرآن مجید سے شغف

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی شاگردی اختیار کی۔ تھوڑے دنوں بعد حضرت نے پوچھا کہ بھئی قرآن مجید کے حافظ ہو۔ کہنے لگے نہیں۔ فرمایا تمہیں پتہ نہیں کہ میرے پاس علم حاصل کرنے کے لئے قرآن مجید کا حافظ ہونا ضروری ہے وہ کہنے لگے اچھا حضرت جاتا ہوں۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ تو جوان تھے وہ چلے گئے۔ ایک ہفتے کے بعد واپس آئے حضرت نے سوچا کہ ملنے کے لئے آئے ہوں گے۔ پوچھا محمد! کیسے آنا ہوا؟ کہنے لگے حضرت ایک ہفتے کے اندر پورے قرآن مجید کو یاد کرنے کے بعد واپس آیا ہوں۔ (ج29ص179)

تو جہاں کسی کو اٹھایا گیا اس کو عزتیں ملیں۔ غور کریں تو اس کے پیچھے یا تو کسی عاشق قرآن کی دعائیں ہوں گی یا پھر وہ بندہ خود عاشق قرآن ہوگا۔ (ج29ص181)

پروردگار بھی دیکھ رہا ہے

ایک بزرگ فرماتے تھے کہ اللہ رب العزت نے میرے دل میں یہ بات الہام فرمائی کہ میرے بندوں سے کہہ دو۔ جب یہ گناہ کرنا چاہتے ہیں تو ان تمام دروازوں کو بند کردیتے ہیں جن سے مخلوق دیکھتی ہے اور اس دروازے کو بند نہیں کرتے جس سے میں پروردگار دیکھتا ہوں۔ کیا اپنی طرف دیکھنے والوں میں سب سے کم درجے کا مجھے سمجھتے ہیں۔ (ج29ص200)

خوف ورجا کا حال

حضرت مولانا محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا: حضرت! کیا حال ہے؟ فرمانے لگے "جو بندہ خوف اور رجا کے درمیان ہو۔ اس کا حال کیا پوچھنا؟ جب اپنے کو دیکھتے ہیں تو خوف آتا ہے کہ پتہ نہیں کیا حال ہوگا؟ اور جب اللہ تعالیٰ کی رحمت کو دیکھتے ہیں تو امید لگ جاتی ہے کہ وہ رحمت فرمادے گا۔ (ج29 ص234)

تو آخرت کیلئے ہے

اِنَّ الدُّنْیَا خُلِقَتْ لَکُمْ وَاَنْتُمْ خُلِقْتُمْ لِلْاٰخِرَۃِ۔ اس دنیا کو ہم نے تمہارے لئے بنایا اور تمہیں اللہ نے آخرت کے لئے بنایا۔

کھیتیاں سرسبز ہیں تیری غذا کے واسطے — چاند سورج اور ستارے ہیں ضیا کے واسطے
بحرو بر شمس و قمر ما و شما کے واسطے — یہ جہاں تیرے لئے اور تو خدا کے واسطے

(ج29 ص255)

قرآن دلوں کے تالے کھولتا ہے

فرمایا اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کے بارے میں خیر کا ارادہ فرماتے ہیں تو اللہ اس کے دل کے تالے کھول دیتے ہیں۔ اور اس کے دل میں یقین کی نعمت کو بھر دیتے ہیں۔ اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُھَا. قرآن میں کیوں تدبر نہیں کرتے۔ کیا ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں۔ (ج30 ص90)

غیبت کے نقصانات سے بچنے کا طریقہ

علماء نے لکھا ہے کہ جس کی غیبت کی جارہی ہے آپ اس کے بارے میں کوئی بھی اچھی بات کردیں۔ اگر آپ نے کوئی اچھی بات اس کے بارے میں کردی آپ غیبت سننے والوں میں نہیں ہوں گے۔ کیونکہ آپ نے تردید کردی۔ (ج31 ص234)

توبہ میں ٹال مٹول

موت سے پہلے اور سورج (مغرب) طلوع ہونے سے پہلے پہلے بندے کی توبہ کی قبولیت کا وقت ہے۔ حدیث شریف میں ہے "بے شک اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرلیتے ہیں جب تک غرغرہ نہ ہو"۔

موت سے پہلے یہ انسان کی جو سانس ہے ذرا تیز ہو جاتی ہے تو تیز سانس سے حلق سے آواز آنے لگ جاتی ہے اس کو غرغرہ کہتے ہیں۔ اس سے پہلے جس نے توبہ کرلی اس کی توبہ قبول ہوگی۔ اور توبہ میں جو ٹال مٹول ہے یہ شیطان کا پکا حربہ اور داؤ ہے کہ اس کو توبہ کی امید لگائے رکھو، حتیٰ کہ موت آجائے۔ چنانچہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

اَلتَّسْوِيْفُ شِعَارُ الشَّيْطَانِ يُلْقِيْهِ فِي قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ. (کنزالعمال)

ٹالنا شیطان کا شعار ہے جو وہ مومنوں کے دلوں میں ڈالتا ہے۔

یہ جو توبہ میں ٹال مٹول ہے یہ شیطان کا ہتھیار ہے وہ مومنوں کے اوپر یہ ہتھیار چلاتا رہتا ہے کہ ابھی نہیں کل کرلینا۔ پرسوں کرلینا بعد میں کرلینا۔ (ج 32 ص 49)

علم کی حیثیت

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے "علم میں ایسی عزت ہے کہ جس میں ذلت نہیں۔ اور یہ حاصل ہوتا ہے پستی سے کہ جس میں عزت نہیں۔ (ج 32 ص 94)

تقویٰ حصول علم کا ذریعہ

ایک تو علم بڑھتا ہے ادب سے اور دوسرا بڑھتا ہے تقویٰ سے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ تقویٰ اختیار کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں علم عطا فرمائے گا۔ (ج 32 ص 94)

علم دو مجاہدوں کے درمیان ہے

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ احوال میراث اعمال ہیں۔ عمل ہوگا تو احوال بھی ہوں گے معارف بھی ہوں گے۔ چنانچہ اعمال موقوف علی العلم ہیں اور علم دو مجاہدوں کے درمیان ہے۔ تحصیل علم اور استعمال علم۔ آج طلباء تحصیل علم کی محنت تو کر لیتے ہیں۔ استعمال علم کی محنت نہیں کرتے اور یہ مجالس اس لئے ہیں کہ ہمارے دل میں استعمال کا شوق پیدا ہو جائے کہ اللہ نے ہمیں علم دیا ہم اس کو استعمال کرنے بھی لگ جائیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں فرمایا:

كَانُوْا يَتَعَلَّمُوْنَ الْهُدٰى كَمَا يَتَعَلَّمُوْنَ الْعِلْمَ کہ جیسے وہ علم سیکھتے تھے ایسے ہدایت بھی سیکھتے تھے۔ (ج 32 ص 95)

جہالت کا اندازہ

حضرت سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ حضرت تصوف کیا ہے؟ فرمایا اپنے آپ کو مٹا دینا دوسرا نام تصوف ہے۔ حضرت دین میں اس کا ثبوت کہاں ہے؟ فرمایا تم چند دن میرے پاس رہو۔ شرط یہ ہے کہ زبان نہیں کھولنی۔ میں نے ہاں کر دی۔ ابھی دو دن نہیں گزرے تھے۔ حضرت کی صحبت اور توجہات کا یہ عالم تھا کہ میرے سارے اشکالات دور ہو گئے اور میں نے اپنے آپ کو بیعت کے لئے پیش کر دیا۔ اب واپس آئے تو لوگوں نے کہا یہ کیا کر آئے۔ وہ بوریا نشیں سا بندہ تھا۔ نسبت اس کے ساتھ جا کر قائم کر لی۔ آپ تو عالمی شخصیت ہیں۔ تو حضرت ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ آپ تو مجھے علامہ کہہ رہے ہیں مجھے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جا کر اپنی جہالت کا اندازہ ہوا۔ (ج 32 ص 235)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خوف الٰہی

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اتنا اللہ سے ڈرتے تھے فرماتے تھے "اگر میں جنت اور جہنم کے درمیان کھڑا ہوں اور مجھے اختیار دیا جائے کہ مجھے مٹی بنا دیا جائے یا اختیار دیا جائے کہ حساب لے کر ادھر بھیجیں گے یا ادھر۔ تو فرمایا میں تو پسند کروں گا کہ مجھے مٹی ہی بنا دیا جائے۔ (ج 33 ص 64)

دل کے خشوع

اگر دل میں خشوع ہو تو پھر آنکھوں میں آنسوؤں کا آنا یہ اس کے ثمرات ہیں۔ گریہ وزاری کی وجہ سے آنکھیں بہتی رہتی ہیں۔

کیوں دل جلوں کی لب پہ ہمیشہ فغاں نہ ہو ممکن نہیں کہ آگ لگے اور دھواں نہ ہو

(ج 33 ص 29)

قرآن مجید کی محبت

ہمارے حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ میں نے قرآن مجید حرم میں بیت اللہ کے سامنے بیٹھ کر اس طرح مکمل کیا کہ ایک آیت پڑھتا تھا اور آیت کے مناسب جو دعا ہوتی تھی وہ مانگتا تھا۔

بشارت کی آیت ہے تو جنت کی دعا اور اگر ڈرانے والی آیت ہے تو جہنم سے پناہ! حضرت فرماتے ہیں کہ الم سے قرآن شروع کیا۔ ہر آیت پڑھ کے دعا مانگتا پھر آیت پڑھتا پھر دعا مانگتا حتیٰ کہ میں نے پورا قرآن بیت اللہ کے سامنے بیٹھ کر مکمل کیا۔ ہم بھی قرآن پڑھتے ہیں کبھی یہ خیال ذہن میں آیا۔ (ج 33 ص 45)

اگر کوئی شعیب آئے میسر

اگر کوئی شعیب آئے میسر شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

موسیٰ علیہ السلام دیکھو شعیب علیہ السلام کے پاس پہنچے۔ اس سے پہلے تو ہمکلامی نہیں تھی شعیب علیہ السلام ملے تو پھر ہم کلامی بھی نصیب ہو گئی۔ تو کہنے والے نے کہا کہ ہمیں بھی کوئی شعیب مل جائے تو پہلے بکریوں کے شبان تھے۔ راعی تھے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو کلیم بنا دیا۔

گر تو سنگ خارۂ مرمر شوی چوں بصاحب دل رسی گوہر شوی

اگر تو سنگ مرمر بھی ہے کسی اللہ والے کے پاس آجاؤ۔ وہ اللہ والا تجھے ہیرا اور موتی بنا کر رکھ دے گا۔ (ج 32 ص 236)

علم کا شوق

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ کی قسم اس وقت کے گزرنے پر افسوس ہوتا ہے جو کھانے میں لگ جاتا ہے کہ اس وقت میں، میں کتابوں کا مطالعہ نہیں کر سکتا۔ یعنی جو کھانے میں پانچ منٹ لگتے تھے اس پر بھی ان کو افسوس ہوتا تھا کہ یہ میرا وقت مطالعے کے بغیر کیوں گزر گیا؟

مولانا یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں خیال آیا کہ سردی کے موسم میں کبھی دھوپ میں بیٹھ کر گنا چوسیں گے تو فرصت کی انتظار میں رہے، سترہ سال گزر گئے ان کو گنا چوسنے کی فرصت نہ ملی۔ (ج 35 ص 55)

شیطانی جال

سنت کو ہلکا کر کے پیش کرے گا، کہے گا سنت ہی تو ہے، فرض واجب تو نہیں اور بدعت کو خوبصورت بنا کر پیش کرے گا۔ بندہ اس پر عمل کر کے کہے گا، جی اس میں حرج ہی کیا ہے؟ تو اس کو بدعت میں کوئی حرج نظر نہیں آئے گا اور سنت ضروری نظر نہیں آئے گا۔ (ج35 ص63)

نعمت کی قیمت کلمہ شکر میں ہے

یہ جو نعمتوں کا شکر ادا کرنا ہے یہ نعمت کی قیمت کا ادا کرنا ہے۔ یہ اس کو پے آف (Pay off) کر دینا ہے۔ آپ کے پاس کوئی چیز آئے اور آپ Pay off (قیمت کی ادائیگی) کر دیں تو وہ چیز آپ کے پاس رہتی ہے۔ اور اگر پے آف نہ کریں تو واپس لے لیتے ہیں کہ بھئی آپ نے قیمت تو ادا نہیں کی۔ یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ اس دنیا میں رعایتی قیمت (Dis cornted rate) پر یہ چیز مل رہی ہے کہ بحمد للہ کہنے سے (Pay off) ہو گئی اور آخرت میں اتنی قیمت ہو گی کہ دینی مشکل ہو جائے گی۔ (ج۳۵ ص۲۱۲)

مَنْ لَمْ یَشْکُرِ الْقَلِیْلَ لَمْ یَشْکُرِ الْکَثِیْرَ.

جو تھوڑے کا شکر یہ ادا نہیں کرتا وہ زیادہ کا بھی شکر ادا نہیں کر پاتا۔ (ج35 ص218)

دنیا کا حق مہر

مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مَنْ خَطَبَ الدُّنْيَا طَلَبَتْ مِنْهُ دِيْنَهُ كُلَّهُ فِي صِدَاقِهَا.

''جس نے دنیا کو طلب کیا تو یہ اپنے حق مہر میں پورے دین کو مانگے گی''

لَا يَرْضِيْهَا مِنْهُ اِلَّا ذٰلِكَ. ''اس کے کم پر یہ نکاح نہیں کرتی''

یعنی دنیا نکاح کرے گی تو اس نکاح میں حق مہر دین کو مانگے گی۔

یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے **مَنْ طَلَّقَ الدُّنْيَا تَزَوَّجَتْهُ الْآخِرَةُ عَلَى الْفَوْرِ.**

''جو بندہ دنیا کو طلاق دیتا ہے آخرت فوراً اسکے ساتھ نکاح کر لیتی ہے۔'' (ج34 ص196)

تصحیح نیت

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جس بندے کا دل زندہ ہوتا ہے اس بندے کی پہچان یہ کہ اس کو عمل سے زیادہ عمل کی نیت کی فکر ہوا کرتی ہے کہ میں کس نیت سے عمل کر رہا ہوں۔ (ج35 ص56)

علم وحکمت اور معرفت ومحبت پر مبنی اشعار

خطبات فقیر کی مطبوعہ جلدوں سے منتخب وہ اشعار جو حکمت ونصیحت اور عشق و معرفت پر مبنی ہیں باذوق قارئین کے لئے یہ منتشر اشعار یکجا دیئے جا رہے ہیں۔

ضربیں لگا کے کلمۂ طیب کی بار بار — دل پہ لگا جو زنگ ہے اسکو ہٹایئے
مشغول اسم ذات میں ہوں آپ اس طرح — اسکے سوا ہر ایک کو بس بھول جایئے

☆☆☆

کبھی اے حقیقت منتظر! نظر آ لباس مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں میری جبین نیاز میں

☆☆☆

وہ سجدۂ روح زمین جس سے کانپ جاتی تھی — اسی کو آج ترستے ہیں منبر ومحراب

☆☆☆

تیری محفل بھی گئی چاہنے والے بھی گئے
شب کی آہیں بھی گئیں صبح کے نالے بھی گئے

☆☆☆

تیرے عشق کی انتہا چاہتا ہوں — میری سادگی دیکھ کیا چاہتا ہوں
ذرا سا تو دل ہوں مگر شوق اتنا — وہی لن ترانی سنا چاہتا ہوں

☆☆☆

موت کے بعد ہے بیدار دلوں کو آرام — نیند بھر کے وہی سویا جو کہ جاگا ہوگا

تم اللہ کی رضا کیلئے جاگو تو قیامت کے دن اللہ کا دیدار نصیب ہوگا یہ آنکھیں آج جاگیں گی تو کل قبر کے اندر میٹھی نیند سوئیں گی

☆☆☆

نازاں ہے جس پہ حسن وہ حسن رسول ہے — یہ کہکشاں تو آپکے قدموں کی دھول ہے
اے کاروان شوق یہاں سر کے بل چلو — طیبہ کے راستے کا تو کانٹا بھی پھول ہے

☆☆☆

وہ جن کا عشق صادق ہو وہ کب فریاد کرتے ہیں — لبوں پر مہر خاموشی دلوں میں یاد کرتے ہیں

☆☆☆

حال دل جس سے میں کہتا کوئی ایسا نہ ملا
بت کے بندے تو ملے اللہ کا بندہ نہ ملا

☆☆☆

مجھے اپنی پستی کی شرم ہے تیری رفعتوں کا خیال ہے
مگر اپنے دل کو میں کیا کروں اسے پھر بھی شوق وصال ہے

☆☆☆

یہ پہلا سبق تھا کتاب ہدیٰ کا — کہ ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا

☆☆☆

نشہ پلا کے گرانا تو سب کو آتا ہے
مزا تو تب ہے کہ گرتوں کو تھام لے ساقی
تو چھپا چھپا کے نہ رکھ اسے تیرا آئینہ ہے وہ آئینہ
کہ شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہ آئینہ ساز میں

☆☆☆

تسخیر مہر و ماہ مبارک تمہیں مگر　　دل میں اگر نہیں تو کہیں روشنی نہیں

☆☆☆

جب کہا میں نے کہ یا اللہ میرا حال دیکھ　　حکم آیا میرے بندے نامۂ اعمال دیکھ

☆☆☆

علامہ اقبال کا شعر ہے۔

میسر آتی ہے فرصت فقط غلاموں کو
نہیں ہے بندہ حر کیلئے جہاں میں فراغ
میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی
میں اسی لئے مسلماں میں اسی لئے نمازی

☆☆☆

مالک تو سب کا ایک مالک کا کوئی ایک
ہزاروں میں نہ ملے گا لاکھوں میں تو دیکھ

☆☆☆

حالات کے قدموں میں قلندر نہیں گرتا
ٹوٹے جو ستارہ تو زمین پر نہیں گرتا
گرتے ہیں سمندر میں بڑے شوق سے دریا
لیکن کسی دریا میں سمندر نہیں گرتا

☆☆☆

آقا تیری معراج کہ تو لوح و قلم تک پہنچا
اور میری یہ معراج کہ میں تیرے قدم تک پہنچا

☆☆☆

ہم فقیروں سے دوستی کر لو　　گُر سکھا دیں گے بادشاہی کے

☆☆☆

بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا　　ادا سے دیکھ لو جاتا رہے گا گلہ دل کا

☆☆☆

رسول ہاشمی نبیوں میں ختم الانبیاء ٹھہرے
حسینوں میں حسیں ایسے کہ محبوب خدا ٹھہرے

☆☆☆

جمال و حسن کی الفاظ میں تعبیر ناممکن　　مجسم نور کی کھینچے کوئی تصویر ناممکن

☆☆☆

چاند سے تشبیہ دینا کہاں کا انصاف ہے
چاند کے منہ پہ چھائیاں، میرے مدنی کا چہرہ صاف ہے

☆☆☆

کوئی منظرحسین نہیں لگتا　　اب تو یہ دل کہیں نہیں لگتا
چاند اچھی طرح سے دیکھ لیا　　چاند تجھ سا حسین نہیں لگتا

☆☆☆

رسول اللہؐ کے چہرے سے جو انوار ظاہر تھے
انہی انوار کی کچھ بھیک ہے ان چاند تاروں میں

☆☆☆

کشادہ اور نورانی مبارک پاک پیشانی
کہ جس سے عاریت شمس و قمر نے لی ہے تابانی

☆☆☆

اے کہ تیرا جمال ہے زینت محفل حیات
دونوں جہاں کی رونقیں ہیں تیرے حسن کی زکوٰۃ

نبی علیہ السلام کے حسن کی زکوٰۃ نکلی تو وہ دنیا میں خوبصورتی بن کے پھیل گئی۔

حسن بے مثال دیکھ کے، آمنہ دا لال ویکھ کے
حسیناں دے تے مان ٹٹ گئے سوہنے دا جمال ویکھ کے

☆☆☆

تمہاری ایک نگاہ کرم میں سب کچھ ہے
پڑے ہوئے سر راہ گزر ہم بھی ہیں
جو سر پہ رکھنے کو مل جائے نعل پاک حضور
تو پھر کہیں گے کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں

☆☆☆

نہنگ واژدھا و شیر نر مارا تو کیا مارا؟
بڑے موذی کو مارا نفس امارہ کوگر مارا

☆☆☆

خرد نے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

☆☆☆

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزر گاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا

☆☆☆

ہر آں کار کہ بے استاد باشد یقین دانی کہ بے بنیاد باشد
ہر بندہ جو بے استاد ہوتا ہے یقین جانو کہ وہ بے بنیاد ہوا کرتا ہے۔

☆☆☆

اس دور میں خوش نصیب ہے وہ اکبر
جس نے قرآن کو کھلا رکھا ہے

☆☆☆

بے گناہوں میں چلا زاہد بھی اس کو دیکھنے
مغفرت بولی ادھر آ میں گنہگاروں میں ہوں
وہ کرشمے شان رحمت نے دکھائے روز حشر
چیخ اٹھا ہر بے گناہ کہ میں بھی گناہگاروں میں ہوں

☆☆☆

آپ آئے تو دو عالم میں بہار آئی ہے پھول مہکے ہیں ستاروں نے ضیا پائی ہے
آپکے حسن کی قرآن میں خود خالق نے کئی رخ سے رخ انور کی قسم کھائی ہے

☆☆☆

خواہش پری کی ہے نہ تمنا ہے حور کی
آنکھوں کے آگے بس رہے صورت حضور کی

☆☆☆

سو بار صدقے ہو کے بھی یہ چاہتا ہے دل سو بار اور آپ کے قربان جایئے

☆☆☆

ہمیں اس لئے ہے تمنائے جنت کہ جنت میں انکا نظارہ کرینگے

☆☆☆

قربان جاؤں آپکی اس چال ڈھال کے رکھ دوں قدم قدم پر کلیجہ نکال کے

☆☆☆

سر سے پا تک وہ گلابوں کا شجر لگتا ہے
باوضو ہو کے بھی چھوتے ہوئے ڈر لگتا ہے

☆☆☆

کوئی طلب مجھے زیست میں تو اتنی ہے نبی کی چاہ ملے اور بے پناہ ملے

☆☆☆

اے جنت! تجھ میں حور و قصور رہتے ہیں
میں نے مانا ضرور رہتے ہیں
میرے دل کا طواف کر اے جنت
کہ میرے دل میں حضور رہتے ہیں

☆☆☆

نور میں ہو یا نار میں رہنا ہر جگہ یاد یار میں رہنا
چند جھونکے خزاں کے بس سہہ لو پھر ہمیشہ بہار میں رہنا

☆☆☆

خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھئے احوال
کہ آگ لینے کو جائیں پیغمبری مل جائے

☆☆☆

ہم کو شکوہ ہے کہ مدعا ملتا نہیں
دینے والے کو شکوہ ہے کہ گدا ملتا نہیں
غفلت شعاری دیکھ کر بندے کی کہتا ہے کریم
دینے والا دے کسے دست دعا ملتا نہیں
ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے راہ رہرو منزل ہی نہیں
تربیت تو عام ہے جوہر قابل ہی نہیں
جس سے تعمیر ہو آدم کی یہ وہ گِل ہی نہیں

☆☆☆

تواضع کا طریقہ سیکھ لو لوگو! صراحی سے
کہ جاری فیض بھی ہے اور جھکی جاتی ہے گردن بھی

☆☆☆

جو اہل وصف ہوتے ہیں ہمیشہ جھک کے رہتے ہیں
صراحی سرنگوں ہو کر بھرا کرتی ہے پیمانہ

مصحفی ہم تو سمجھے تھے کہ ہوگا کوئی زخم　　سینے بیٹھے تو بہت کام رفو کا نکلا

☆☆☆

سر کے بالوں سے لے کر پاؤں کے ناخنوں تک تم مسلمان بن جاؤ۔ یاد رکھیں مسلمان بننا کوئی آساں کام نہیں ہے۔

یہ شہادت گہہ الفت میں قدم رکھنا ہے　　لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا

☆☆☆

لطف سجن دم بہ دم قہر سجن گاہ گاہ
ایں بھی سجن واہ واہ اوں بھی سجن واہ واہ

☆☆☆

بت فقط پتھر کے نہیں ہوتے، خیال کے بھی ہوتے ہیں
بتوں کو توڑ تخیل کے ہوں یا پتھر کے

☆☆☆

بتوں سے تجھ کو امیدیں خدا سے نا امیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے؟

☆☆☆

سالک کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ حظ نفسانی ہے۔

نہ جب تک صدق دل سے ترک کر دیں حظ نفسانی
کبھی بھی آپ کو حاصل نہ ہو گا لطف روحانی

☆☆☆

کیا غم ہے جو ہے ساری خدائی بھی مخالف
کافی ہے اگر ایک خدا میرے لئے ہے

اللہ کے راستے کی جو موت آئے مسیحا
اکسیر یہی ایک دوا میرے لئے ہے
توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے

☆☆☆

میری قسمت سے الٰہی! پائیں یہ رنگ قبول
پھول کچھ میں نے چنے ہیں ان کے دامن کیلئے

☆☆☆

وہ سجدہ روح زمین جس سے کانپ جاتی تھی
اسی کو آج ترستے ہیں منبر و محراب

☆☆☆

میں جو سر بسجدہ ہوا کبھی تو زمین سے آنے لگی صدا
تیرا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں
خدا تجھے کسی طوفان سے آشنا کر دے کہ تیرے بحر کی موج میں اضطراب نہیں

☆☆☆

دل بینا بھی کر خدا سے طلب آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

☆☆☆

آتے ہوئے اذان جاتے ہوئے نماز اتنی ذرا سی دیر میں آئے اور چلے گئے

☆☆☆

راستے کھلتے گئے عزمِ سفر کے سامنے منزلیں ہی منزلیں ہیں اب نظر کے سامنے

☆☆☆

کبھی اے حقیقت منتظر! نظر آ لباس مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں میری جبین نیاز میں

زندگی پر بہار ہوتی ہے　　جب خدا پر نثار ہوتی ہے

ہم رٹیں گے اگرچہ مطلب کچھ نہ ہو　　ہم تو عاشق ہیں تمہارے نام کے

☆☆☆

نہ غرض کسی سے نہ واسطہ مجھے کام اپنے ہی کام سے

تیرے ذکر سے تیری فکر سے تیرے نام سے تیرے کام سے

☆☆☆

درد مندوں سے نہ پوچھو کہ کہاں بیٹھ گئے

تیری محفل میں ، غنیمت ہے کہ جہاں بیٹھ گئے

ہے غرض دید سے ہم کو تکلف بھی نہیں　　خواہ ادھر بیٹھ گئے خواہ ادھر بیٹھ گئے

☆☆☆

اللہ تیرا غم بھی مجھ کو عزیز ہے　　کہ وہ تیری دی ہوئی چیز ہے

☆☆☆

تیری دعا سے قضا تو بدل نہیں سکتی　　مگر ہے اس سے یہ ممکن کہ تو بدل جائے

تیری دعا ہے کہ ہو تیری آرزو پوری　　میری دعا ہے کہ تیری آرزو بدل جائے

☆☆☆

لگاتا تھا تو جب نعرہ تو خیبر توڑ دیتا تھا　　حکم دیتا تھا تو دریا کو رستے چھوڑ دیتا تھا

☆☆☆

فرصت زندگی کم ہے محبتوں کیلئے　　لاتے ہیں کہاں سے لوگ وقت نفرتوں کیلئے

☆☆☆

فنافی اللہ کی تہہ میں بقا کا راز مضمر ہے　　جسے مرنا نہیں آتا اسے جینا نہیں آتا

☆☆☆

یہ خزاں کی فصل کیا ہے فقط ان کی چشم پوشی

وہ اگر نگاہ کردیں تو ابھی بہار آئے

تسخیر مہر و ماہ مبارک تمہیں مگر　　دل میں اگر نہیں تو کہیں روشنی نہیں

☆☆☆

محبت معانی و الفاظ میں لائی نہیں جاتی
یہ وہ نازک حقیقت ہے جو سمجھائی نہیں جاتی

☆☆☆

کچھ حقیقت نہ ہو محبت کی　　اک نشہ سا ضرور ہوتا ہے

☆☆☆

اوروں پہ معترض تھے لیکن جو آنکھ کھولی　　اپنے ہی دل کو ہم نے گنج عیوب پایا

جب اپنے عیب کھلتے ہیں تو پھر انسان کو دوسرے اچھے نظر آتے ہیں اور یہی تصوف کا بنیادی نکتہ اور مرکز ہے کہ بندہ باقی سارے لوگوں کو اپنے سے بہتر جانے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا تھا حضرت! تصوف کیا ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: اپنے کو مٹا دینے کا دوسرا نام تصوف ہے۔

اِدھر نکلے اُدھر ان کو خبر ہو　　کوئی آنسو تو ایسا معتبر ہو

☆☆☆

کچھ اور ہی نظر آتا ہے کاروبار جہاں　　نگاہ شوق اگر ہو شریک بینائی
نگاہ شوق میسر نہیں اگر تجھ کو　　تیرا وجود ہے قلب ونظر کی رسوائی

☆☆☆

ساقی وہ کون سا تھا جس نے یہ مئے پلادی
صبح ازل کو پی تھی اب تک سرور کیوں ہے؟
حبل الورید سے بھی نزدیک، پھر ترسنا
اے پاس رہنے والے! آنکھوں سے دور کیوں ہے؟

☆☆☆

کسی کو کیا معلوم کہ جان کب نکلی　　محو تھے ہم کو یاد جاناں میں

☆☆☆

بندگی سے ہمیں تو مطلب ہے　　ہم ثواب و عذاب کیا جانیں
کس میں کتنا ثواب ملتا ہے　　عشق والے حساب کیا جانیں

☆☆☆

اب اور ہی کچھ ہے مرے دن رات کا عالم
ہر وقت ہی رہتا ہے ملاقات کا عالم

☆☆☆

نشہ پلا کے گرانا تو سب کو آتا ہے　　مزا تو تب ہے کہ گرتوں کو تھام لے ساقی
تنگدستی کے جو عالم میں میں گھبراتا ہوں　　ہر در غیر پر جاتے ہوئے کتراتا ہوں
ہاتھ پھیلانے میں محتاج کو غیرت کیسی　　شرم آتی ہے کہ بندہ تیرا کہلاتا ہوں

☆☆☆

جہاں عطر بکتا ہے جاؤ وہاں گر　　تو آؤ گے ایک روز کپڑے بسا کر
جہاں آگ جلتی ہے جاؤ وہاں گر　　تو آؤ گے ایک روز کپڑے جلا کر

ایک صاحب کہنے لگے کہ جی آگ جل رہی تھی اور میں وہاں جا کے بیٹھا رہا۔ میرے کپڑے تو کوئی نہیں جلے تو شاعر نے اس کا بھی جواب دیا۔

یہ مانا کہ کپڑے بچاتے رہے تم　　مگر آگ کی سینک کھاتے رہے تم

☆☆☆

کتنی تسکین ہے وابستہ تیرے نام کیساتھ　　نیند کانٹوں پہ بھی آجاتی ہے آرام کیساتھ

☆☆☆

محبت کیا ہے دل درد سے معمور ہو جانا
متاع جاں کسی کو سونپ کر مجبور ہو جانا
قدم ہیں راہ الفت میں منزل کی ہوس کیسی
یہاں پر عین منزل ہے تھکن سے چور ہو جانا
یہاں پر سر سے پہلے دل کا سودا شرط ہے یارو

کوئی آساں نہیں ہے سرمد و منصور ہو جانا
بسا لینا کسی کو دل میں دل کا یہی کلیجا ہے
پہاڑوں کو تو بس آتا ہے جل کر طور ہو جانا

☆☆☆

یا تیرا تذکرہ کرے ہر شخص ورنہ پھر ہم سے گفتگو نہ کرے

☆☆☆

سنی نہ مصرو فلسطین میں وہ اذان میں نے
دیا تھا جس نے پہاڑوں کو رعشہ سیماب

سیماب کہتے ہیں مرکری کو (پارے کو) اور اس کی یہ صفت ہوتی ہے کہ وہ تھر تھراتا رہتا ہے کانپتا رہتا ہے۔

☆☆☆

نبی آتے رہے آخر میں نبیوں کے امام آئے وہ دنیا میں خدا کا آخری لیکر پیام آئے
وہ ہیں بے شک بشر لیکن تشہد میں اذانوں میں جہاں دیکھو خدا کے نام کے بعد انکا نام آئے

(ج ۳۴ ص ۱۰۱)

کتاب فطرت کے سرورق پر جو نام احمد رقم نہ ہوتا
تو نقش ہستی ابھر نہ سکتا وجود لوح و قلم نہ ہوتا
زمین نہ ہوتی فلک نہ ہوتا عرب نہ ہوتا عجم نہ ہوتا
یہ محفل کن فکاں نہ ہوتی اگر وہ شاہ امم نہ ہوتا

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشا دیکھے
دیدہ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

☆☆☆

تیرے دریا میں طوفان کیوں نہیں ہے خودی تیری مسلماں کیوں نہیں ہے
عبث ہے شکوہٗ تقدیر یزداں تو خود تقدیر یزداں کیوں نہیں ہے
تم یوں ہی سمجھنا کہ فنا میرے لئے ہے پر غیب میں سامان بقا میرے لئے ہے

پیغام ملا تھا جو حسین ابن علی کو | خوش ہوں کہ وہ پیغام قضا میرے لئے ہے
یوں ابر سیاہ پر تو فدا ہیں سبھی میکش | مگر آج کی گھنگھور گھٹا میرے لئے ہے
کیا غم ہے جو ہو ساری خدائی مخالف | کافی ہے اگر ایک خدا میرے لئے ہے
اللہ کے رستے کی جو موت آئے مسیحا | اکسیر یہی ایک دوا میرے لئے ہے
توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے | یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے

(مولانا محمد علی گوہر)

دنیاوی محبتوں کا تو یہ حال ہے کہ جس کو غرض اور ضرورت ہے وہ ضرورت کو پوری بھی کرتا ہے اور جب ضرورت پوری ہو گئی تو آنکھیں بدل لیتا ہے۔ اس لئے آپ دیکھیں کہ دنیاوی محبت والوں کی ساری زندگی شکوؤں میں گزر جاتی ہے۔ خاوند سے سنو تو بیوی کے شکوے، بیوی سے سنو تو خاوند کے شکوے۔

کبھی کسی کو مکمل جہاں نہیں ملتا | زمین ملی ہے تو پھر آسماں نہیں ملتا
جسے دیکھئے اپنے آپ میں گم ہے | زبان ملی ہے مگر ہم زبان نہیں ملتا
بھرے جہاں میں ممکن نہیں پیار نہ ہو | جہاں امید ہو اسکی، وہاں نہیں ملتا

کہہ رہا ہے شور دریا سے سمندر کا سکوت
جس کا جتنا ظرف ہے اتنا ہی خاموش ہے

☆☆☆

دور بیٹھا کوئی تو دعائیں دیتا ہے | میں ڈوبتا ہوں سمندر اچھال دیتا ہے

☆☆☆

ٹوٹے رشتے وہ جوڑ دیتا ہے بات رب یہ جو چھوڑ دیتا ہے
اس کے لطف و کرم کے کیا کہنے لاکھ مانگو کروڑ دیتا ہے

دل بحر محبت ہے محبت یہ کرے گا | لاکھ اس کو بچا تو یہ کسی پر تو مرے گا

☆☆☆

غم حیات کے سائے محیط نہ کرنا | کسی غریب کو دل کا غریب نہ کرنا

میں امتحان کے قابل نہیں مولا — مجھے گناہ کا موقع نصیب نہ کرنا
راہ برسوں کی طے ہوئی پل میں — عشق کا ہے بہت بڑا احسان
جس کے ناموں کی نہیں انتہا — ابتدا کرتا ہوں اس کے نام سے

☆☆☆

رہ حیات کی تاریک رہ گزاروں میں — تمہارا نام ہی کافی ہے روشنی کیلئے

☆☆☆

خرد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں — تیرا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں

☆☆☆

آنکھوں میں بس گئی ہیں قیامت کی شوخیاں — دو چار دن رہے تھے کسی کی نگاہ میں

☆☆☆

آیا ہی تھا خیال کہ آنکھیں چھلک پڑیں — آنسو تمہاری یاد کے کتنے قریب ہیں

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشاجرات

صحابہ باہم جنگ بھی کریں تو وہ سعید ہیں
اِدھر کے بھی شہید ہیں اُدھر کے بھی شہید ہیں

☆☆☆

خطباتِ حکیم الامت 32 جلدوں سے منتخب الہامی جواہرات

عقائد... نماز... حج... زکوٰۃ... رمضان... آخرت، سیرۃ النبی ﷺ... اتباع سنت
تصوف... علم و عرفان... اوراد و وظائف... فقہی مسائل... اخلاق... معاملات... سیاست
حقوق العباد.. معاشرت... عملیات و تعویذات... لطائف و ظرائف

از افادات

پسند فرمودہ

مفتی اعظم مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہ
شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ
و دیگر اکابرین

جمع و ترتیب

حضرت صوفی محمد اقبال قریشی صاحب مدظلہ
خلیفۂ مجاز
مفتی اعظم حضرت مولانا محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240)